بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب:	ختم نبوت و تعلیم دین کورس
مرتب:	حضرت مولانا محمد رضوان عزیز
صفحات:	۳۰۴
قیمت:	۲۰۰ روپے
مطبع:	ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل:	اکتوبر ۲۰۱۵ء
ناشر:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مؤلف

اللہ ہی کی ذات بابرکات کے لئے تمام تر حمد و ثناء ہے۔ جس نے بنی نوع انسان کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبارک سلسلہ شروع فرمایا اور اس مقدس سلسلہ کو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرما کر حضرت سرکار دو عالم، فخر موجودات سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر مکمل فرمایا اور کروڑہا درود و سلام ہے جناب رسول کریم ﷺ کی ذات اطہر پر جنہوں نے ہمیں ایسا مکمل دین دیا کہ تا قیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی کسی نئے نبی کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ من امتہ احسن الجزاء!

یہ مختصر سا کورس جو بنام "ختم نبوت و تعلیم دین کورس" مرتب کیا گیا ہے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ امت مسلمہ کے ان افراد کے لئے دین سیکھنے کا ایک مختصر سا نصاب ہے جو کل وقتی طور پر اپنے آپ کو تعلیم و تعلّم کے لئے فارغ نہیں کر سکتے۔ لٰہذا وہ حضرات اس کورس سے دین کی ابتدائی مباحث سیکھ سکتے ہیں اور عملی و اعتقادی پہلوؤں پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اس کورس میں مجموعی طور پر دس اسباق ہیں اور دس اسباق ترتیب دینے کی اصل غرض تو معتکفین حضرات کے اوقات کار کو قیمتی بنانا تھا۔ لیکن مجموعی طور پر یہ ایک ایسا نصاب ہے جو اسکول و کالجز، سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں، مساجد و خانقاہوں میں مبتدی حضرات کے لئے نفع بخش ہو گا۔ انشاء اللہ!

کورس کے ترتیب دیے گئے دس اسباق میں سے ہر سبق آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

باب اوّل: ایمانیات: اس باب میں عقائد کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہر سبق میں ایک بنیادی عقیدہ کی تفصیل و تشریح مذکور ہے تا کہ بنیادی عقائد سے واقفیت ہو اور فکری گمراہی سے حفاظت ہو۔ نیز سبق نمبر:۹ میں طائفہ منصورہ اہل السنۃ والجماعۃ کی وضاحت کر دی گئی ہے تا کہ ہر شخص اہل السنۃ والجماعۃ کی پہچان رکھتے ہوئے اہل بدعت اور اہل الحاد کے وساوس سے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے اور سبق نمبر:۱۰ میں عصر حاضر میں پائی جانے والی فکری گمراہی کے کچھ آلہ کاروں کی وضاحت کر دی گئی ہے، تا کہ دام ہمرنگ زمین کا شکار ہونے سے بچ کر ہر مسلمان منزل سے ہمکنار ہو۔

باب دوم: اسلامیات: اس باب میں ایک فقہی مسئلہ جس کا تعلق عبادات سے ہو جیسے طہارت، نماز، روزہ، حج وغیرہ! اس کے متعلقہ تعلیمات کو بیان کیا گیا تا کہ دین کے بنیادی اور ضروری مسائل پر علی وجہ البصیرت عمل کرنا آسان ہو۔

باب سوم: اخلاقیات: اس باب میں اخلاقی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جیسے ظاہری طور پر لازم ہے کہ انسان شریعت کا پابند ہو۔ ایسے ہی ہمارا دین ہم سے باطنی صفائی کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ جیسے صبر و شکر، صلہ رحمی، قطع رحمی، صدق و کذب یہ سب وہ صفات ہیں جن کا تعلق آدمی کے باطن سے ہیں۔ اس لئے دس سبق میں ان اخلاقی پہلوؤں پر مشتمل قرآن و سنت کی رہنمائی بھی ہدیہ قارئین کی گئی ہیں۔

باب چہارم: سیرت تذکرہ صحابہ کرامؓ: اس باب میں امت کے محسنین اوّلین جو پیغمبر ﷺ کے براہ راست مخاطب اور شاگرد حضرات صحابہؓ ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دس اسباق کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بالترتیب عشرہ مبشرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ وہ دس مقدس ہستیاں ہیں جن کے نام لے کر آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ہمارے دین کے ہیروز ہیں۔ ان کا تعارف ان صحابہؓ سے محبت جزو ایمان ہے۔ اس لئے عشرہ مبشرہ کا تذکرہ ہر سبق کا حصہ بنایا گیا ہے۔

باب پنجم: تذکرۃ الاکابر: دین اسلام کو صحابہؓ سے لے کر ہم تک پہنچانے والے اور اس گئے گزرے دور میں ہمیں صراط مستقیم کی راہ دکھانے والے حضرات ہمارے اکابرین ہیں اور خود جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" (الحدیث) کہ برکت تمہارے اکابرین کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا بطور تبرک دس اکابرین واساطین امت کا تذکرہ بھی اس کورس کا حصہ ہے۔

باب ششم: اذکار یومیہ: صبح وشام کبھی زندگی کے معمولات سنت کے مطابق ہیں اور ان مسنون دعاؤں کو یاد کیا جائے اور بوقت ضرورت، بوقت موقع انہیں پڑھا جائے اسی لئے اذکار یومیہ کے نام پر دن بھر کے معمولات میں پڑھی جانے والی دعاؤں کو شامل کیا گیا ہے، تاکہ شریعت طبیعت بن جائے۔

باب ہفتم: لوح مرزا: سچی نبوتوں کا جو سلسلہ تھا وہ تو آپ ﷺ پر مکمل ہو گیا اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جھوٹی نبوتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی تک بے شمار سوختہ بخت وبدنصیب افراد ایسے تھے جنہوں نے مختلف امور میں امت مسلمہ کے ایمان پر ڈاکہ زنی کی۔ لیکن عقیدۂ ختم نبوت ایک ایسی فصیل اور حصار ہے جس نے امت کی وحدت کو ہر طوفان بلاخیز سے بچائے رکھا اور عقیدۂ ختم نبوت کے مسئلہ پر امت کبھی بھی دورائے کا شکار نہیں ہوئی۔ مگر برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے عروج اقتدار کو جب زوال کا گہن لگا تو ساتھ ساتھ دیگر آزمائشوں کے ایک آزمائش مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود بھی تھا جو برطانوی استعماری کی بدترین یادگار تھا اور انگریزوں کے اس جاسوس نے دعویٰ نبوت کیا۔ پوری امت

مسلمہ اس کے کفر کے مقابل سینہ سپر ہوئی اور کبھی بھی مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کو امت مسلمہ کا حصہ شمار نہیں کیا۔ مگر یہ اپنے اوچھے ہتھکنڈوں سے تخریب کاری کرتے رہتے ہیں اور سب سے خطرناک فتنہ اور عذاب وہ ہوتا ہے جو انسان کو اس کے مرکز سے کاٹ کر اس کی پہچان اس سے چھین لے۔ مرزائیت وہ کفریہ تحریک ہے جو اسلام کے نام پر امت سے اسلام چھین لیتی ہے اور ۱۴ صدیوں پر محیط ان کی پہچان کو ختم کر کے اسے یورپ کی گلیوں کا گداگر بنا دیتی ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ قادیانی نبوت کے خدوخال واضح کئے جائیں۔ لٰہذا دس اسباق میں سے ہر ساتواں باب مرزا قادیانی کی دجل کاریوں اور اس کی جعلی نبوت کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے شامل کورس کیا گیا ہے۔

باب ہشتم: عکسی حوالہ جات: کتاب کی افادیت کو دوچند کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی عبارات کے اصل سکین شدہ حوالہ جات بھی ساتھ شامل کئے گئے ہیں تا کہ کسی کو اس بدگمانی کا موقع نہ ملے کہ شاید کوئی غلط بات مرزا کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اس لئے کہ ہم سچے نبی کے پیروکار ہیں اور سچائی ہمارا شعار ہے۔ اس لئے بطور ثبوت ہر سبق کے آخر میں عکسی حوالہ جات شامل کر دیے گئے ہیں۔

اس کورس کی تیاری میں میرے اساتذہ کی دعائیں شامل حال تھیں۔ بالخصوص میرے اسکول کے اور زندگی کے پہلے استاد جن کی دعاؤں سے آج علماء کرام کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت ملی۔ استاد اشرف جٹ صاحب آف عارف والہ اور میرے مدرسہ مفتاح العلوم سرگودھا اور دارالعلوم عید گاہ کبیر والہ کے اساتذہ کرام کی خصوصاً اور مرشد و مخدوم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کی نظر شفقت اس تمام مساعی کی تکمیل کا ذریعہ بنی۔ اللہ میرے والدین عزیز واقارب، اساتذہ کرام اور سب دوست احباب کے لئے اس تحریر کو ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

اور بالخصوص میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے شاگرد محمد عرفان بھیروی کا جنہوں نے مکمل کتاب کمپوز کی اور مولانا سرمد شہباز جنہوں نے انتہائی جانفشانی سے کتاب کی سیٹنگ کی اور عکسی حوالہ جات کی ترتیب کو درست کیا اور عادل خورشید جنہوں نے اسباق کے دوران وقت نکال کر سرمد شہباز کی پروف ریڈنگ اور سیٹنگ میں معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کی کاوشوں اور تعاون کو قبول فرمائے اور دنیا وآخرت میں میرے ان شاگردوں کو کامیاب وکامران فرمائے۔ جزاهم الله احسن الجزاء!

<u>نیا عزم:</u> اس کتاب کی تکمیل کے بعد جب کہ یہ چند دنوں تک طبع ہو کر آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہو گی۔ راقم کی دوسری تصنیف جو اصناف کے اصول حدیث اور اصول فقہ وجرح پر مشتمل ہے۔ "عزیز الاصول فی مصطلحات حدیث رسول" کے نام سے معنون ہے۔ وہ بھی تکمیل کے مراحل میں ہے اور جلد ہی انشاء اللہ! زیور طباعت سے آراستہ ہو کر اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو گی۔

نیز مرزائی نصاب تعلیم جو، کونپل، غنچہ، گل، گل دستہ اور گلشن احمدیہ کے نام سے موسوم ہے بہت جلد انشاء اللہ العزیز! اس کا جوابی نصاب تعلیم بھی مرتب کر دیا جائے گا۔ تمام احباب سے گذارش ہے کہ ختم نبوت کی خدمت کے ان منصوبوں کے لئے خلوص دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں کامیاب فرمائے۔ فقط:

محمد رضوان عزیز شعبہ ئیس لہء ۔ ص ص فی علوم ختم النبوہ، چناب نگر

0332-4000744

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قطرہ، گھونٹ، جام

نحمده و نصلّی علی رسوله الکریم، أما بعد!

راقم الحروف کسی کتاب پر تقریظ، مقدمہ، پیش لفظ یا توصیفی کلمات لکھنے سے بوجوہ گریزاں رہتا ہے۔ لیکن عوام الناس کے لیے "اسلامی دینی نصاب" کی تشکیل ایسا اہم موضوع ہے کہ اس کلیہ سے استثناء پر عمل کرنا پڑتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ اس موضوع پر سامنے آنے والی کاوشوں پر کچھ نہ کچھ لکھنا استثناء نہیں بلکہ اس موضوع کی ضرورت و اہمیت کے اعتراف کے ضمن میں آتا ہے۔

علمائے کرام کی طرف سے عوام الناس، اسکول و کالجز کے نوجوان طلبہ اور بچیوں و خواتین کی دینی تعلیم اور نظریاتی تربیت کے لیے "مختصر یا مطول دینی نصاب" کی تدوین ایسا موضوع ہے، جس پر ماضی قریب میں "الغزو الفکری" کا احساس ہو جانے کے بعد علماء حضرات نے توجہ دینا شروع کی ہے، لیکن اب بھی بہت کچھ کام کرنے اور ہمہ گیر انداز میں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جتنی محنت دینی مدارس کا نصاب وضع کرنے کے لیے کی گئی ہے، اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ محنت عوام کے لیے مختصر و طویل و متوسط دورانیے کے مختلف الانواع نصاب وضع کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔ علمائے کرام، ائمہ و خطیب حضرات کے علم سے عوام کو حقیقی فائدہ تب ہی پہنچے گا جب وہ ان کے براہ راست اور باقاعدہ شاگرد ہوں۔ محض نماز کا مقتدی، خطبے کا سامع اور بیانات کا شریک ہونے سے عام آدمی کو علماء کی صحبت اور ہر مسجد میں ایک عالم دین کی موجودگی کا کماحقہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

"بہشتی زیور" کی تصنیف سے "فہم دین کورس" کی اب تک سامنے آنے والی مختلف شکلوں تک علمائے کرام کی طرف سے جتنی محنتیں ہو رہی ہیں، یہ سب الحمد للہ مفید، مبارک اور قابل تحسین ہیں۔ ایسی کوششوں کے نتیجے میں انشاء اللہ ایسا جامع نصاب ضرور

سامنے آئے گا جو اس دیرینہ ضرورت کی تکمیل کرے گا اور عوام اپنا مقتدا صرف اور صرف اپنے استاد عالم کو سمجھیں گے۔ اس میں امت کے لیے جو خیر عظیم پوشیدہ ہے، اہل فکر و نظر اسے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

جناب مولانا محمد رضوان عزیز صاحب حفظہ اللہ ہمارے نوجوان فاضل احباب میں سے ہیں۔ تقابل ادیان کے حوالے سے انہیں اللہ تعالی نے خصوصی ذوق عطا فرمایا ہے۔ اس ذوق کی تکمیل وہ مختلف شکلوں میں کرتے رہتے ہیں۔ اب اسی کو دیکھ لیجیے کہ انہوں نے اصل کورس تو "ختم نبوت" کے حوالے سے ترتیب دینا تھا، لیکن "خاتم النّبیین ﷺ" کی ہمہ جہتی محبوب شخصیت سے عقیدت کے خوبصورت اظہار کے لیے اس نصاب کو انہوں نے دس اسباق پر مشتمل دس روزہ مختصر نصاب کی شکل دے دی اور اس کا نام رکھا "ختم نبوت و تعلیم دین کورس" اب اس میں دوہرے فائدے کی امید پیدا ہو گئی ہے۔ ختم نبوت کی برکت سے بچوں اور نوجوانوں کا رجحان بھی ہو گا اور ان کو عقائد، مسائل، اخلاق نبویہ، سیرت صحابہ، تعارف اکابر، مسنون دعاؤں، یومیہ اذکار کے علاوہ فتنہ قادیانیت سے واقفیت اور باطل فرقوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہی بھی ہو گی۔ ان کے اس نصاب میں ایک خاصے کی چیز وہ "عکسی ثبوت" ہیں جو انہوں نے کتاب کے استناد اور ثقاہت میں اضافے کے لیے آخر میں ثبت کر دیے ہیں۔

فقیر پورے خلوص دل سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو بہتر سے بہتر شکل میں ڈھلنے اور زیادہ سے زیادہ نافع ہونے کا شرف عطا کرے اور یہ اس تشنگی کے ازالے میں ایسا "جامِ صافی" و "کاسہ شیریں" ثابت ہو جائے یا کم از کم ایسے جام کے چند قطرے یا گھونٹ کی شکل اختیار کر لے جس کی وجہ سے عام آدمی علمائے کرام کی طرف سے سیرابی کے انتظار میں جاں بلب ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب دامت برکاتہم

۲۹/ ذوالقعدۃ:۱۴۳۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقریظ

نحمده و نصلّی علی رسوله الکریم، أما بعد!

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے والے مرد و خواتین، اور چھٹیوں میں طلباء کے دس روزہ شارٹ کورس کے لئے حضرت مولانا محمد رضوان عزیز صاحب مدظلہ کی فاضلانہ تحقیق و کاوش سے دس روزہ "ختم نبوت و تعلیم دین کورس" کتاب سامنے آئی ہے۔ جو معلومات کا خزینہ ہے۔ اس میں اعتقادات، عبادات، اخلاقیات، تذکرۃ الاکابر اور رد قادیانیت پر دس اسباق تیار کئے گئے جو مختصر وقت میں انفرادی یا اجتماعی شکل میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس میں اتنی معلومات آگئی ہیں کہ اس پر جتنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ امید ہے کہ خواص و عوام اس معلوماتی کورس کو حرز جان بنائیں گے اور انشاء اللہ العزیز! نفع پائیں گے۔ یہ دورس نتائج کا حامل کورس ہے۔ امید ہے کہ اہل علم قدر فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی محنت شاقہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین

بحرمۃ النبی الکریم!

فقیر: اللہ وسایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سبق نمبر:۱

باب:۱، ایمانیات:

توحید باری تعالیٰ

توحید، اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے ساتھ خود بخود موجود ہے اور اپنی ذات یا صفات میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے تمام مخلوقات اسی رب کی ایجاد کردہ ہیں مگر وہ خود کسی کا ایجاد کیا ہوا نہیں بلکہ وہ خود بخود موجود ہے جو کسی غیر کا محتاج نہیں۔ بقیہ تمام مخلوقات اپنے افعال و اعمال اور ہر حرکت میں اس کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور تمام جہات مشرق، مغرب، شمال، جنوب، فوق و تحت سب کو پیدا کرنے والا وہ خود ہے اور کسی ایک جہت میں محصور نہیں ہے اس لیے کہ خدا کی ذات لا محدود ہے وہ کسی ایک سمت میں محدود نہیں ہو سکتی اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" "تم جہاں بھی ہو میں تمہارا رب تمہارے ساتھ ہوں، زمین و آسمان، فرش و عرش ہر چیز پر اس کی حکمرانی ہے ان تمام مخلوقات کو اس کی رحمت نے تھاما ہوا ہے اور مخلوقات میں سے فرش ہو یا عرش یا کرسی میں یہ دم نہیں ہے کہ خالق کا بوجھ اٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سب چیزوں سے بے نیاز ذات ہے وہ انسانوں کے مثل چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے اور کسی سمت یا جہت میں محدود ہونے سے پاک ہے اس لیے اس نے خود فرمایا ہے: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" "اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

خداوند قدوس وحدہ لاشریک لہ ہے اس لیے کہ شرکت ایک عیب ہے اور خدا کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ شریک اور معاون کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب کوئی اکیلا کسی کام کے کرنے پر قادر نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتے ہیں: "إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لیے تمام حاجات کو پورا کرنے اور روزی دینے، اولاد

دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کا کوئی شریک یا حصہ دار نہیں ہے نہ کوئی نیک اور نہ کوئی بد، سب اس کے بندے اور محتاج ہیں اور وہ ایک ہی ہے جو ماں باپ، بیٹا بیٹی ہر ایک احتیاجی سے پاک ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق شام و سحر ہیں اور بحر و بر، خیر و شر اور فرشتے اور شیاطین سب اس کی تخلیق ہیں مگر اللہ نیک لوگوں سے راضی ہے اور بدکاروں سے ناراض اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے چاہے وہ افعال اچھے ہوں یا برے۔ سب اس کے ارادہ مشیت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں مگر اللہ کی طرف ان بری چیزوں کا بے ادبی سے انتساب کرنا بری بات ہے یعنی خالق خیر و شر تو کہہ سکتے ہیں مگر صرف خالق شر کہنا جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے مبرّاء اور پاک ہے اور وہ ذات نہ تو کسی میں حلول کرتی ہے اور نہ اللہ کی ذات کسی کی ذات سے متحد ہوتی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیے ہوئے ہے اور ہندوؤں کے نزدیک خدا تعالیٰ انسان حیوان اور شجر سب میں حلول کرتا ہے۔ اور گائے کی پوجا کو رواج دینے والے سامری کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ خدا نے بچھڑے میں حلول کیا ہے اور فتنہ مرزائیہ کا بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ وہ (مرزا قادیانی) خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ، ان سب ہفوات سے ایمان والوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

اور اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ اپنے بندوں کو عطا کرتے ہیں وہ محض اللہ کا فضل ہے وگرنہ اگر خدا پر کسی بات کو لازم یا واجب مانیں تو خدا کا پابند ہونا لازم آئے گا اور جو ذات کسی قانون اور ضابطے کی پابند ہو وہ خدا نہیں ہو سکتی خدا اپنے افعال پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ بلکہ تمام مخلوق اس کی ملک ہے جیسے چاہے تصرف کرے مگر ساری مخلوق اس کے سامنے جواب دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا حاجت روا اور مشکل کشاء ہے اسی کے ہاتھ میں نظام

کائنات ہے۔جب تک چاہے گا یہ نظام بر قرار رہے گا جب چاہے گا اس کائنات کی صف لپیٹ دے گا۔ انسانوں اور جنات کو اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی اصلاح کے لیے انبیاء اور رسل کا سلسلہ جاری فرمایا ہے مگر کسی کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں یہ اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے محروم کرے اور خدا تعالیٰ بندوں کی مثل سے پاک ہے اور مردوزن کے افعال باہمی سے اللہ تعالیٰ کی ذات کلیۃً پاک ہے۔ مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر جس بدبخت نے اللہ کی مقدس و مطہر ذات پر الزام عائد کیا کہ "حالت کشف میں میں نے دیکھا کہ میں عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اپنی رجولیت (مردانگی) کا اظہار فرمایا"۔اعاذنا اللہ منہم

باب:۲،اسلامیات:

طہارت

جسمانی طہارت اور پاکیزگی اسلام کی امتیازی شان ہے اور نماز وغیرہ کی ادائیگی سے پہلے وضو کے ذریعے طہارت حاصل کی جاتی ہے اور غسل فرض ہونے کی صورت میں غسل کرکے جسم کو پاک کیا جاتا ہے۔ لہذا سب سے پہلے وضو کا طریقہ لکھا جاتا ہے، اور پھر غسل کا طریقہ لکھا جائے گا۔

وضو: "قال اللہ تعالیٰ: یَا أَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاۃِ فَاغْسِلُوا وُجُوہَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَى الْکَعْبَیْنِ" **اللہ تعالیٰ نے فرائض وضو کو بیان فرمایا ہے اور احادیث میں وضو کی سنن اور مستحبات کی تفصیل بھی مذکور ہے تمام آیات و احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے وضو مندرجہ ذیل طریقے سے کیا جائے۔**

- وضو شروع کرنے سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھیں۔
- وضو پاک وصاف پانی سے کریں۔

- پہلے دونوں مکمل ہاتھ تین دفعہ دھولیں۔
- وضو کرنے سے پہلے مسواک کریں۔
- تین دفعہ کلی کریں اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالیں۔ اور ناک کو اچھی طرح جھاڑ لیں۔
- اس کے بعد تین دفعہ اپنا چہرہ دھوئیں
- تین دفعہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئیں۔
- پھر پورے سر کا مسح کریں۔

نوٹ: مسح کا طریقہ یہ ہو گا کہ دونوں ہاتھ تازہ پانی سے تر کر کے سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کریں اور سر کے پچھلے حصہ کی طرف لے جائیں اور وہاں سے واپس شروع والے حصہ کی طرف لے آئیں۔

- سر کا مسح ایک بار کریں۔
- دونوں کانوں کے اندر اور باہر کا مسح کریں۔
- پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئیں۔
- وضو کے بعد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کریں اور یہ خلال درمیان میں بھی کر سکتے ہیں جب دھو رہے ہوں۔
- داڑھی کا خلال بھی کریں۔

نوٹ: اگر پاؤں پر موزے وضو کے بعد پہنے ہوں تو حالت قیام میں ایک دن ایک رات تک اور حالت سفر میں تین دن اور تین رات تک ان پر مسح کیا جا سکتا ہے لیکن اگر پاؤں میں سوتی یا اونی جرابیں پہنی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے اور ضعیف حدیث کی وجہ سے پاؤں دھونے والے فرض کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

تیمم: اگر آدمی کسی عذر کی وجہ سے پانی کے ساتھ وضو کرنے پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے

نماز پڑھ سکتا ہے اور ہر وہ کام جس کے لیے وضو کی ضرورت ہے تیمم سے وہ کام کیے جا سکتے ہیں۔ عذر یہ ہیں کہ کنویں سے پانی نکالنے پر قادر نہ ہو، پانی ہی سرے سے موجود نہ ہو، ایسا بیمار ہو کہ پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو یا پانی پر کسی ایسے شخص یا دشمن کا قبضہ ہو کہ پانی کا حصول ناممکن ہو ان تمام صورتوں میں تیمم کر کے فریضہ عبادت اداء کیا جائے گا۔

طریقہ تیمم: خشک مٹی پر یا ہر اس چیز پر جو زمین کی جنس سے ہو جیسے ریت اور پتھر وغیرہ ان پر دو ضربیں ہاتھ سے لگائی جائیں گی، ایک ضرب سے چہرے کا مسح کیا جائے اور دوسری ضرب سے ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کیا جائے گا، ہاں البتہ یہ واضح رہے کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے۔

غسل: انسان کا اپنے پورے جسم کو پانی سے دھونا غسل کہلاتا ہے یہ کئی مقامات پر فرض ہوتا ہے اور کسی جگہ سنت اور کسی جگہ مستحب۔

وہ مقامات جہاں غسل واجب یا فرض ہے:

- وہ کافر جو مسلمان ہو اور حالت کفر میں حدث اکبر کی وجہ سے نہایا نہ ہو اس کے لیے غسل واجب ہے۔
- جو شخص بالغ ہو جائے اور اسے احتلام ہو جائے اس پر غسل واجب ہے۔
- کسی عورت سے جماع کرنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو بس دخول سے ہی غسل فرض ہو جائے گا۔
- منی کا شہوت کے ساتھ اچھل کر نکلنا اس سے بھی غسل واجب ہو جائے گا۔ نیز جب احتلام ہو گا اس پر غسل واجب ہو گا۔
- مرنے کے بعد مسلمان میت کو غسل دینا مسلمانوں پر واجب ہے۔

وہ مقامات جہاں غسل سنت ہے:

- جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد سے جمعہ تک جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے ان کے لیے غسل

کرنا سنت ہے۔

- عیدین کے دن بعد از نماز فجر غسل کرنا سنت ہے۔
- حج یا عمرے کے احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔
- حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال غسل کرنا سنت ہے۔

وہ مقامات جہاں غسل کرنا مستحب ہے:

- اسلام لانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔
- حجامہ لگوانے کے بعد یا بیہوشی، جنون سے افاقہ کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔
- مردے کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔
- مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل مستحب ہے۔
- سفر سے واپس آکر غسل کرنا مستحب ہے۔
- عام لوگوں کی مجلس میں جانے سے پہلے بھی غسل مستحب ہے۔
- جس کو کسی حد میں یا کسی اور وجہ سے قتل کیا جارہا ہو اسے غسل کرنا مستحب ہے۔
- طواف زیارت کے لیے غسل مستحب ہے۔

غسل کا طریقہ: غسل کے تین فرض ہیں۔

(۱) کُلی کرنا۔(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔(۳) پورے بدن پر پانی بہانا کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔

باب:۳، اخلاقیات:

عاجزی

"مَنْ تَواضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (مسند الشہاب، رقم الحدیث ۳۳۵)" آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے بندوں کو عاجزی اختیار کرنے کا فائدہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ کی خاطر عاجزی اختیار کرتا ہے اپنے کسی بھی کمال کو ذاتی کمال نہیں سمجھتا بلکہ اسے خالص اللہ تعالیٰ کی عطاء سمجھتا ہے اور ہر حال میں جھکا رہتا ہے ایسے مسکین الطبع، عاجز انسان کو اللہ تعالیٰ عزت کی مسند پر بٹھاتے ہیں جیسے حضرت عمرؓ جیسا عظیم الشان انسان کہ عجز و انکسار اس قدر تھا کہ زمین پر سوتا تھا کوئی سیکیورٹی گارڈ اور کوئی محل وغیرہ نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے عظمت اتنی عطاء فرمائی تھی کہ قیصر و کسریٰ ان کے ہیبت سے لرزہ براندام تھے۔ عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین صفت ہے۔ آپ ﷺ باوجودیکہ دو عالم کے سردار تھے اور جس مقام و مرتبہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا مخلوقات میں سے کسی کو بھی وہ بلند مرتبہ نہیں ملا مگر آپ ﷺ میں اس سب عزت و شرف کے باوجود عاجزی اس قدر تھی کہ فرمایا۔ "أَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ (جامع معمر بن راشد، رقم الحدیث ۱۹۵۴۳، المعجم کبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۱۲۷)" {ایسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ اس لیے میں ایک عاجز بندہ ہوں۔}

اس لیے ہمیں عاجزی والی صفت اختیار کرنی چاہیے اور تکبر سے بچنا چاہیے۔

کبر: عاجزی کی ضد کبر ہے اور کبر کہتے ہیں کہ بندے کا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسروں کو حقیر سمجھنا۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ
(صحیح مسلم رقم الحدیث ۴۷)

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ کیا میں تمہیں اہل جنت کی خبر نہ دوں ہر وہ ضعیف

وعاجز نیک انسان جو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں اور اہل نار کی خبر یہ ہے متکبر اور سرکش آدمی دوزخ میں ہو گا۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کو جہنمیوں کی علامت بتایا ہے۔ اور ایک اور حدیث مبارکہ میں جس کو امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں نقل کیا ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِیءٌ مِنْ ثَلَاثٍ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُولِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ"
(سنن ترمذی رقم ۱۵۷۲)

"جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ تکبر، مال غنیمت میں خیانت اور قرض سے پاک تھا یہ جنت میں داخل ہو گا۔"

کبر اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی جچتا ہے جو ہر عیب سے پاک وصاف ہے انسان کو زیب نہیں دیتا کہ جو قدم قدم پر محتاج ہے وہ تکبر کا اظہار کرے متکبر انسان حقیقت میں احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے جو بہ یہ کالف اپنے اس احساس اور خامی کو چھپانے کے لیے دوسروں کے سامنے اکڑنے کی ڈرامہ بازی کرتا ہے ورنہ جو شخص اخلاق و اوصاف میں بڑا ہو، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت خود ہی ڈال دیتے ہیں اسے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی تکبر انسانی اخلاق کے دیوالیہ کا دوسرا نام ہے کہ بندہ اپنے جیسے لوگوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دے اور خود کو کائنات سے بہتر خیال کرے۔ بہتر تو وہی ہے جو اللہ کی نظر میں بہتر ہو اور بدتر وہ ہے جو اس کی نظر میں بدتر ہو۔ اس لیے انسان کو اپنی اوقات سے باہر نہیں ہونا چاہیے اور بجائے تکبر کے عاجزی کو اپنانا چاہیے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

وہ دس صحابہ کرامؓ جنہیں ایک ساتھ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ روایت کرتے ہیں: "قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي

الْجَنَّةِ،وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ،وَعَبْدُ الرَّحْمَانِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ،وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ،وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ،وَأَبُوعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ" (جامع ترمذي،رقم الحديث ۳۷۰۹)

[۱] حضرت ابو بکر صدیقؓ

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام عہد اسلام سے پہلے عبد الکعبہ تھا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آپؓ کا نام بدل کر عبد اللہ رکھا۔ صدیق و عتیق آپ کے مشہور القاب مبارکہ ہیں۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے عمر میں اڑھائی سال چھوٹے ہیں۔

نبوت کے پہلے ہی سال مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا یہ وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے نبوت سے پہلے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ساتھ نبھایا اور بہت گہرے دوست تھے اور نبوت کے بعد بھی حتیٰ کہ بعد از وفات بھی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پہلو مبارک میں محو استراحت ہیں۔

آپؓ کی خدمات پوری امت کے گردنوں پر احسان عظیم ہے بالخصوص منکرین ختم نبوت کے خلاف آپ کا جہادی معرکہ، منکرین زکوۃ کی سرکوبی، جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد تمام صحابہؓ حالات کی سنگینی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جدائی کی وجہ سے دلبرداشتہ ہو چکے تھے، نو مسلم قبائل عرب ارتداد کی آندھی کا شکار ہو چکے تھے اس وقت آہنی عزم کے مالک سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ نے ہی یہ قلندرانہ نعرہ لگایا تھا "اينقص الدين وانا حيي" کہ "دین کم کیا جائے اور میں بھی زندہ رہوں" ایسا ہونا ناممکن ہے۔

آپؓ دو سال اور چار ماہ خلیفہ رہے۔

۱۳ ہجری کو منگل کی شب ۶۳ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمات دینیہ و خدمات مالیہ:

- سفر ہجرت میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت کی سعادت اور ثانی اثنین کا مقدس لقب ملا۔

- مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر پر آپ کا پیسہ خرچ ہوا۔
- آپ ﷺ کے سب سے اہم مشیر تھے۔
- اسیران بدر کے متعلق آپؓ کے مشورہ پر فیصلہ ہوا۔
- رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔
- غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا سارا سامان مجاہدین کے لیے وقف کیا۔
- قرآن پاک کی تدوین و ترتیب آپؓ کی خلافت کا کارنامہ ہے۔
- منکرین ختم نبوت کے خلاف جہاد کا فیصلہ اور مسیلمہ کذاب کا قلع قمع آپؓ نے کیا۔
- امت محمدیہ میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

فرمودات سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ

- مجھ کو دنیا کی صرف تین چیزیں محبوب تر ہیں۔ [۱] رسول اکرم ﷺ کے روئے انور کی طرف دیکھتے رہنا۔ [۲] حضور ﷺ کے حکم پر اپنا مال خرچ کرنا۔ [۳] حضور ﷺ کے نکاح میں میری صاحبزادی کا ہونا۔
- غریب کا تواضع کرنا خوب ہے اور امراء کا متواضع ہونا خوب تر ہے۔
- دنیا میں مشغول ہونا جاہل کے لیے برا ہے اور عالم کے لیے بدترین۔
- اللہ تعالیٰ سے خوف بقدر علم ہوا کرتا ہے اور بے خوفی بقدر جہالت۔
- زبان کو شکوہ کرنے سے روک دو خوشی کی زندگی عطاء ہوگی۔
- بروں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے صلحاء کی صحبت بہتر ہے۔
- مومن کے لیے اتنا علم کافی ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہے۔
- انسان کی گفتگو ہی مصیبت کی جڑ ہے۔
- صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے میں کوئی فائدہ نہیں۔
- مخلوق سے تکلیف دور کر کے خود اٹھالینا حقیقی سخاوت ہے۔ (الاصابہ و منہاج السنۃ)

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ

[پیدائش:۸۰ھ، وفات:۱۵۰ھ]

آپؒ کا نام نامی اسم گرامی نعمان ہے اور کنیت ابو حنیفہ ہے جس کا معنیٰ ہے "ادیان باطلہ سے اعراض کر کے دین حق اختیار کرنے والا"(س اللع ےج ا، ص۲۱۷) آپؒ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہوئے۔

آپؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے جو علم و فضل کے اعتبار سے شہرہ آفاق شہر تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ فارسی النسل تھے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے پیشنگوئی فرمائی تھی کہ اگر علم ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو ابناء فارس میں سے ایک مرد ایسا ہو گا جو اسے حاصل کر کے رہے گا۔ (البخاري رقم۴۸۹۷)

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بے شمار شیوخ سے علم حاصل کیا اور یہ تاریخ اسلام میں سے وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہی اصول و ضوابط مرتب کیے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے واحد امام ہیں جن کی فقہ شخصی فقہ نہیں ہے بلکہ شورائی فقہ ہے۔ چالیس افراد پر مشتمل جلیل القدر علماء کی کمیٹی امام اعظمؒ کی نگرانی اور شاگردی میں کام کرتی تھی اور فقہی اصول و ضوابط مرتب کرتی تھی۔ سب سے پہلے مرتب ہونے والا فقہی مذہب امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہی ہے جسے فقہ حنفی کہا جاتا ہے۔

علمی مقام و مقلدین: پوری امت مسلمہ کی دو تہائی اکثریت ان کی فقہ پر کاربند ہے۔ آپ علم فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی اتنے ماہر تھے کہ محدثین کرام آپ کی علمی جلالت شان اور علم حدیث میں مہارت تامہ کو دیکھ کر کہتے ہیں کان ابوحنیفة یتیماً فی الحدیث

کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ حدیث میں یکتا و بے مثل لاثانی تھے۔ جیسا کہ یتیم کا معنی بیان کرتے ہوئے ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھري فرماتے ہیں: "كُلُّ شَيءٍ مُفْرَدٍ يَعِزُّ نَظِيْرُه فَهُوَ يَتِيْمٌ يُقَالُ دُرَّةٌ يَتِيْمَه"

(الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية ج۵، ص۲۰۶)

کیونکہ یتیم کہتے ہیں وہ چیز جس کی مثل نہ ہو جیسے در یتیم، یعنی بے نظیر موتی۔ لہٰذا امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی علم حدیث میں بے نظیر موتی تھے۔

امام اعظم کہنے کی وجہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بقیہ ائمہ کی بنسبت جو امام اعظم کہا جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ واحد امام ہیں جنہیں شرف تابعیت حاصل ہے اور بتصریح ائمہ امام اعظمؒ نے سیدنا حضرت انس بن مالک، سیدنا حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، سیدنا حضرت سہل بن سعد، اور سیدنا حضرت ابو الطفیلؓ کی زیارت کی ہے اور بعض سے روایت بھی کی ہیں، جنہیں وحدانیات امام اعظم کہا جاتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ جود و سخا اور تقویٰ میں ضرب المثل تھے اور عبادت گزار ایسے تھے کہ زمانہ آج ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام اعظمؒ کو سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لیے ان کو قضاء کا عہدہ پیش کیا۔ آپؒ نے انکار کر دیا جس کے باعث شاہی عتاب کا شکار ہوئے اور جیل میں ڈال دیئے گئے۔ یومیہ آپ کو کوڑے مارے جاتے مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی کہ اپنی خفت مٹانے کے لیے خلیفہ ابو جعفر منصور نے جیل کے اندر ہی زہر دے کر آپکو شہید کروادیا۔ یہ سانحہ شہادت ۱۵۰ھ کو پیش آیا آپ کی سب سے بڑی دینی خدمت فقہ حنفی کا عظیم الشان ذخیرہ ہے جس کی برکت سے آج دین کے مخفی مسائل جن تک عام لوگوں کی عقل نہ پہنچتی ہو ان پر عمل کرنا آسان ہو گیا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت اور امام اعظم کا فتویٰ: امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ اپنی بے شمار خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی رکھتی ہے کہ اس میں فتویٰ شدت احتیاط

پر دیا جاتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت ایسا حساس مسئلہ ہے کہ قرآن و سنت کی نصوص تو اپنی جگہ اٹل ہیں ہی، مگر امت مسلمہ کے اجتماعی ضمیر نے بھی کبھی اس پہلو پر رواداری نہیں کی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مہلت مانگی کہ مجھے مہلت دو میں دلائل و معجزات سے اپنی نبوت کو ثابت کر سکوں۔ مگر امام اعظمؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اس قدر سخت فتویٰ دیا کہ کسی مدعی نبوت کا دعویٰ صبح قیامت تک اس امت میں راہ نہیں پاسکتا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا: "من طلب منه علامة فقد كفر لقوله عليه السلام لا نبي بعدی" (تفسیر حقی ج ۱۱ ص ۶۶، مناقب امام اعظم بزاری ج ۱ ص ۱۶۱، اصول الدین ۔ عمه الامام ابي حد افبه محيفين موعبد الرحمان ا اء ۔ مدیس ج ۱، ص ۴۸۷)

جس نے بھی مدعی نبوت سے اس کے دعویٰ کی علامت یا دلیل طلب کی وہ خود کافر ہو جائے گا اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور صاف ظاہر ہے کہ طلب دلیل فرمان پیغمبر ﷺ پر عدم اعتماد کا نام ہے اور یہ عدم اعتماد اور شک ہی تو کفر ہے۔

باب:۶، اذکار یومیہ:

صبح و شام کی دعائیں

صبح کے وقت کی دعا "اللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْ ۔ ماوَبِکَ اَمْسَیْ ۔ ماوَبِکَ نَحْیا وَبِکَ نَمُوتُ واِلَیْکَ
اُلنُّشُوْرُ"

"اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہم نے صبح کی اور تیرے نام کے ساتھ (ہی) ہم نے شام کی، تیرے نام کے ساتھ ہم زندہ ہیں اور تیرے نام کے ساتھ ہم فوت ہوں گے، اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔" (الادب المفرد بخاری رقم الحدیث ۱۱۹۹)

شام کے وقت کی دعا: لاّٰ ھُمَّ بِکَ اَمْ سَیْ ہ ب ا، وَبِکَ ہَحْ یا، وَبِکَ تُمُوْتُ وَاِلَیْکَ اُ لِدُ سہ

"اے اللہ ہم نے تیرے نام کے ساتھ شام کی، اور تیرے نام کے ساتھ ہم زندہ ہیں اور تیرے نام کے ساتھ فوت ہوں گے اور تیری طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے۔"

(الادب المفرد بخاری رقم الحدیث ۱۱۹۹)

باب:۷، لوح مرزا:

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی

تاریخ انسانی کے عجوبوں میں سے یہ عجوبہ انتہائی نرالا ہے جس کے دوست و دشمن، اپنے بیگانے اس کی ذات کے بارے میں کسی ایک فیصلے پر متفق نہ ہو سکے کہ یہ کیا چیز تھا بلکہ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی اور کیا ہو گی کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنی ہستی کے بارے میں تادم زیست یہ مہیّ مرومترّددرہا۔

یہ عجوبہ روزگار شخص خود اپنی تحقیق کے مطابق ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کو دنیا میں آیا، اپنی پیدائش کے بارے میں خود کہتا ہے "اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا۔" (کتاب البریہ مندرجہ روحانی خزائن ج۱۳ ص۱۷۷، عکسی حوالہ نمبر ۱)

انسان کی تاریخ کا آغاز اس کی پیدائش سے ہوتا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والی امت مرزائیہ نے اس خشت اول کو ہی ٹیڑھی قرار دیا اور اپنے خود ساختہ نبی کی زندگی کے پہلے سچ کو جھٹلانے پر پوری امت مرزائیہ کمربستہ ہے اور ان مکذبین میں سرفہرست مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ہے وہ لکھتا ہے:"پس ۱۳/ فروری ۱۸۳۵ء بمطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے۔" (سیرت المہدی ج۳ ص۶۷، عکسی حوالہ نمبر ۲)

اب مرزائی اپنے نبی کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے اس لیے کہ اگر مرزا سچا ہے تو اس کی امت نے اسے جھٹلایا، اس لیے ان کا ایمان سلامت نہ رہا (اگرچہ پہلے بھی نہیں تھا) اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تاریخ پیدائش کے متعلق جھوٹ بولا ہے تو جھوٹے کو نبی ماننا بذات خود کفر ہے۔

اب فیصلہ مرزائیت خود کرلے کہ جھوٹے کی تصدیق سے کافر ہیں یا سچے کی تکذیب سے؟

پیدائش کی کیفیت: شرفاء اپنی تاریخ پیدائش بتاتے اور لکھتے تو انسانی تاریخ نے دیکھے ہیں مگر پیدائش کی کیفیت کی اس طرح منظر کشی کرتا ہوا شاید تاریخ کے کسی دور میں نہ دیکھا گیا ہو جو ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی ترتیب بھی بیان کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی پیدائش کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے۔ "میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے باہر نکلی تھی اور اس کے بعد میں نکلا تھا۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن ج۱۵ص۴۷۹، عکسی حوالہ نمبر۳)

بے حیاء باش و ہرچہ خواہی کن والی ضرب المثل شاید اسی شخص کے لیے وضع ہوئی تھی جو ماں کے پیٹ سے نکلنے کی ترتیب ایسے بتا رہا ہے جیسے ریل گاڑی کے ڈبے بالترتیب ن سے ا ب کلہ ے ہیں۔

حیات انبیاء قبل از نبوت: علیہم السلام تمام انبیاء اپنی فطرت کے اعتبار سے قبل از نبوت بھی انتہائی روشن دماغ، عالی فہم اور سلیم الطبع ہوتے ہیں خود ہمارے پیغمبر ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی ایسے ذکی، مدبر، معاملہ فہم، سنجیدہ ذی شعور عالی دماغ تھے کہ اگر آپ ﷺ بالفرض اعلان نبوت نہ بھی کرتے تب بھی آپ ﷺ کی مبارک زندگی انسانی شرافت اور بلندی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی اور صبح قیامت تک آپ ﷺ کی ہستی قابل تقلید تھی حلف الفضول اور تحکیم بیت اللہ کا واقعہ اس کی روشن مثالیں ہیں نبوت تو سونے پر سہاگہ

ھا مگر اس کے برعکس مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی بچپن سے وفات تک نالائقیوں، جہالتوں، غلاظتوں اور انسانی تذلیل کے ایسے نمونوں سے مزین ہے کہ نبوت تو بہت دور کی بات ہے ایسے شخص کو عام انسانوں کی صف میں کھڑا دیکھ کر بھی وحشت سی ہوتی ہے۔ حتی کہ جانور کہتے ہوئے بھی جی ہچکچاتا ہے۔ آیئے مرزا کی زندگی کے ان گوشوں پر نظر کریں جن کا بظاہر نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ انسانیت کے حوالہ سے ان چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔

روٹی کھانے کا انداز: مرزائیوں کی ماں بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ بچپن میں مرزا نے "اپنی ماں سے روٹی کھانے کو کچھ مانگا انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو حضرت (مرزا) نے کہا یہ میں نہیں لیتا انہوں نے کوئی اور چیز بتائی حضرت صاحب (مرزا) نے اس پر بھی وہی جواب دیا وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں سختی سے کہنے لگیں جاو پھر راکھ سے روٹی کھالو حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر (کھانے) بیٹھ گئے۔"

(سیرت المہدی ج ا ص ۲۴۵، عکسی حوالہ نمبر ۴)

کوئی نبی بھی ایسا بے عقل نہیں ہوتا کہ روٹی پر راکھ ڈال کر کھانے لگے ذرا مزید یہ منظر بھی دیکھیے نبوت میں کامیابی تو "ہنوز دلی دور است" کا مصداق ہے ہی ذرا سکول کے زمانہ طالبعلمی کی قابلیت بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا کا بیٹا اپنے باپ کی سیرت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے چونکہ "مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔" (سیرت المہدی ج ا ص ۱۵۶، عکسی حوالہ نمبر ۵)

انتقامی مزاج: "تمام انبیاء کرام علیہم السلام بڑے حلیم الطبع اور معاف کرنے والے ہوتے ہیں خادم رسول حضرت انسؓ دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں رہے مگر آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا مگر قادیان کا دہقان کس قدر شورہ پست اور انتقامی مزاج کا مالک تھا مندرجہ ذیل واقعہ اس کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ مرزا قادیانی گرم پانی سے

استنجاء کرنے کا عادی تھا ایک دن کسی خادمہ سے کہا کہ پاخانہ میں گرم پانی کا لوٹا رکھ دے اس نے غلطی سے تیز گرم پانی کا لوٹا رکھ دیا جب مسیح موعود (مرزا قادیانی) فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ لوٹا کس نے رکھا تھا؟ جب بتایا گیا کہ فلاں خادمہ نے رکھا ہے تو اسے بلا کر اسے اپنا ہاتھ آگے کرنے کو کہا اور پھر اس کے ہاتھ پر آپ نے اس لوٹے کا بچا ہوا (گرم) پانی بہا دیا تا کہ اسے احساس ہو کہ یہ پانی اتنا گرم ہے۔" (سیرت المہدی ج۳ص ۲۴۳، عکسی حوالہ نمبر ۶)

حالانکہ یہی مرزا صاحب ہیں جو اپنی امت کو یہ درس دیتے ہیں کہ "بدی کا بدلہ بدی سے نہ دو، نہ قول سے نہ فعل سے۔"

(روحانی خزائن ج۱۹ص ۳۶۵، نسیم دعوت، عکسی حوالہ نمبر ۷)

قول و فعل میں کھلا تضاد ان کی غیر معقول شخصیت کا آئینہ دار ہے۔

پیشہ وارانہ نبوت: تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ان کا عظیم الشان منصب ہوتا ہے مگر جب سچے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آپ ﷺ پر ختم ہو گیا تو اب آپ ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق جھوٹی نبوتوں کا سلسلہ چل نکلا اور یہ منصب نبوت کے بند ہونے کے بعد بحیثیت پیشہ اختیار کی گئی نبوتیں تھیں مرزا کی خود ساختہ نبوت بھی ایک پیشہ تھی جو دنیا کمانے کے لیے ایک ڈھونگ رچایا گیا تھا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں، مرزا کا صحابی مفتی محمد صادق جو علمی طور پر مفتی نہیں تھا بلکہ کشمیر میں پائی جانے والی مفتی قوم کا ایک فرد ہونے کے باعث مفتی مشہور رہا ایک اسکول ٹیچر تھا اپنے جھوٹے پیغمبر کی مدح بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "۱۸ جنوری ۱۹۰۵ء کو جب میں قادیان کے ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھا میں حضرت مسیح موعود کی خدمت بابرکت میں ایک رقعہ لکھا تھا جس کا اصل بمعہ جواب درج کرنا مناسب ہے امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔

رقعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صاحبزادہ مرزا محمود احمد کا نام برائے امتحان مڈل آج ارسال کیا جائے گا جس فارم کی خانہ پری آج کرنی ہے اس میں ایک خانہ ہے کہ اس لڑکے کا باپ کیا کام کرتا ہے میں نے وہاں لفظ نبوت لکھا ہے۔

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نبوت کوئی کام نہیں، یہ لکھ دیں کہ فرقہ احمدیہ جو تین لاکھ کے قریب ہے اس کے پیشواء اور امام ہیں اصلاح قوم کا کام ہے۔ غلام احمد عفی عنہ

(ذکر حبیب ص ۲۴۴، ۲۴۵، عکسی حوالہ نمبر ۸)

صحابی نبوت کو پیشہ کہہ رہا ہے اور خود ساختہ نبی کی عقل ملاحظہ ہو کہ نبوت کوئی کام نہیں، اصلاح قوم کام ہے تو کیا نبوت فساد قوم کے لیے ہوتی ہے؟ تف ہے ایسے نبی کی عقل و دانش پر اور ہزار تف ہے اس کے بے عقل متبعین پر:

مدعی نبوت لعنتی ہے: مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو لعنتی کہا ہے اور باضابطہ لعنت کی رسم کا اجراء کیا ہے۔ مرزا خود کہتا ہے کہ "جو شخص بھی شریعت محمدیہ میں کمی وبیشی کرے گا یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے گا اس پر خدا کی اور خدا کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"

(مکتوب احمد، روحانی خزائن، جلد ۱۱، ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، عکسی حوالہ نمبر ۹)

اسی طرح دیگر کئی مقامات پر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کو کفر کہا ہے اور منکر ختم نبوت کو لعنتی اور کافر کہا ہے پھر نہ جانے کیسے دماغ گھوما کہ ساری لعنتوں کا خود کو حقدار ٹھہراتے ہوئے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا دعویٰ نبوت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔" (روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۱ ع، کسی حوالہ نمبر ۱۰)

اور مزید کہتا ہے۔ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(روحانی خزائن ج۱۸ص۲۳۱، عکسی حوالہ نمبر۱۱)

اور مرزا کا خلیفہ ثانی بشیر الدین محمود اپنی حد سے بڑی ہوئی بغاوت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔ آپ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔"

(انوار العلوم ج۳ص۱۲۷، عکسی حوالہ نمبر۱۲)

مرزا غلام احمد قادیانی بے شمار متضاد دعاوی، اکاذیب، ہفوات، کفریات کی باقیات سیات چھوڑ کر ۱۹۰۸ء میں بمرض ہیضہ انتہائی ذلت کی موت سے واصل جہنم ہوا اور آخر دم تک زندگی بھی غلیظ گزاری اور مرا بھی غلاظت میں۔(سیرت المہدی ج۱ص۱۱، عکسی حوالہ نمبر۱۳)

مرزا کی موت نے مرزا کے نبی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مرزائی امت کو متردّد کر دیا پہلے پیدائش پر مسئلہ بنا کہ اسے سچا کہیں یا جھوٹا اور اب وفات پر بھی وہی الجھن دوبارہ پیش آگئی اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔"مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ" (جامع وسنن ترمذی رقم الحدیث۱۰۱۸)

کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی جان وہاں قبض کرتا ہے جہاں نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے۔

اور مرزا غلام قادیانی کا فرمان ہے۔"اگر میں دغاباز، حرام خور، مکار، فریبی اور جھوٹ بولنے والا ہوں تو اس نجاست خور کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔" (مفہوم ملفوظات ج۸ص۴۲۸)

اب امت مرزائیہ عجیب مخمصے کا شکار تھی مرنے والی جگہ پر یعنی لیٹرین میں مرزا کو دفن کرتے تو لوگ کہتے " پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" اور مرزا کا اپنا فرمان سچا ہو جاتا کہ جھوٹ بولنے والا گندہ نجاست خور کیڑا گندگی ہی میں مرتا ہے اور اگر دوسری جگہ دفن کریں تو انبیاء کی صف سے نکالنا پڑے گا پس جس طرح مرزائیوں نے تاریخ پیدائش پر مرزا کی تکذیب کی اسی طرح بعد از مرگ مقام تدفین میں بھی مرزا کی تکذیب کی۔

غالب نے کیا خوب کہا!

ہوئے ہم جو مر کر رسواء کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

سبق نمبر۱ ، تمہیدی رسالہ نمبر۱

﴿۱۴۶﴾

نمبر۱۱ عبداللہ آتھم صاحب کو ایک ہزار انعام کا وعدہ دیا گیا تھا شرطیہ طور پر (تسلیم کیا گیا)۔ نمبر۱۲ عبداللہ آتھم صاحب کو دو ہزار روپیہ کے انعام کا وعدہ دیا گیا۔ نمبر۱۳ ایضاً تین ہزار ایضاً۔ نمبر۱۴ ایضاً چار ہزار ایضاً۔ نمبر۱۵ انجام آتھم شائع کیا گیا (تسلیم ہوا) نمبر۱۶ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ ۹۴ مولوی اور ۶۸ چھاپہ والے اگر ہمارے پر ایمان نہیں لاویں گے تو مر جائیں گے (مرزا صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا)۔ نمبر۱۷ اس پیشگوئی میں لیکھرام کے مرنے کی بابت وہ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ مباہلہ کریں (تسلیم کیا گیا)۔ نمبر۱۸ گنگا بشن کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا) نمبر۱۹ مولوی محمد حسین بٹالوی کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۰ رائے جندر سنگھ کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۱ پیشگوئی بابت مرنے لیکھرام کی۔ (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۲ نسبت

بقیہ حاشیہ

سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بجلد وے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر، کمشنر اُن کے مکان پر آ کر ان کی ملاقات کرتے تھے۔ یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے☆ اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و بردت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش

﴿۱۴۶﴾

حاشیہ در حاشیہ

☆ نوٹ:۔ میں توام پیدا ہوا تھا ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی وہ چند دنوں کے بعد فوت ہوگئی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔ منہ

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۲

۷۶

تاریخ مع سن عیسوی	تاریخ چاند مع سن ہجری	دن	تاریخ ہندی مہینہ مع سن بکرمی
۱۹ر فروری ۱۸۳۶ء	۲۰ر ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ	جمعہ	۷ر پھاگن سمت ۱۸۹۲ بکرم
یکم فروری ۱۸۳۷ء	۲۵ر ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ	جمعہ	۲۳ر پھاگن سمت ۱۸۹۳ بکرم
۲۱ر فروری ۱۸۳۸ء	۲۶ر ذی الحجہ ۱۲۵۳ھ	جمعہ	۱۴ر پھاگن سمت ۱۸۹۴ بکرم

(اس کے لئے دیکھو توفیقات الہامیہ مصری اور تقویم عمری ہندی)

اس نقشہ کی رُو سے ۱۸۳۶ء عیسوی کی تاریخ بھی درست سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر دوسرے قرائن کو جن میں سے بعض اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور بعض آگے بیان کئے جائیں گے صحیح یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ۱۸۳۵ء عیسوی میں ہوئی تھی۔ پس ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء عیسوی مطابق ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ ہجری بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے۔ اور اس حساب کی رُو سے وفات کے وقت جو ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ہجری (اخبار الحکم ضمیمہ مورخہ ۲۸ر مئی ۱۹۰۸ء) میں ہوئی۔ آپ کی عمر پورے ۷۵ سال ۳ ماہ اور دس دن کی بنتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کی تاریخ معین طور پر معلوم ہو گئی ہے۔ ہمارے احباب اپنی تحریر و تقریر میں ہمیشہ اسی تاریخ کو بیان کیا کریں گے۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کے متعلق کوئی ابہام اور اشتباہ کی صورت نہ رہے اور ہم لوگ اس بارہ میں ایک معین بنیاد پر قائم ہو جائیں۔

اس نوٹ کے ختم کرنے سے قبل یہ ذکر بھی ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام الٰہی میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ آپ کی عمر اسی یا اس سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ ہو گی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶) اگر اس الہام الٰہی کے لفظی معنے لئے جائیں۔ تو آپ کی عمر چھہتر پچھتر، یا اسی یا چوراسی پچاسی سال کی ہونی چاہیئے۔ بلکہ اگر اس الہام کے معنے کرنے میں زیادہ لفظی پابندی اختیار کی جائے تو آپ کی عمر پورے ساڑھے پچھتر (۷۵½) یا اسی یا ساڑھے چوراسی (۸۴½) سال کی ہونی چاہیئے۔ اور یہ ایک عجیب تقدیری منافی ہے کہ مندرجہ بالا تحقیق کی رُو سے آپ کی عمر پورے ساڑھے پچھتر (۷۵½) سال کی بنتی ہے۔

اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل نوٹ ہے۔ کہ ایک دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پیدائش کے متعلق بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم سے لیکر ہزار ششم میں سے ابھی گیارہ سال باقی رہتے تھے کہ میری ولادت ہوئی۔ اور اسی جگہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۳

جس پر بکمال وتمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ اب یاد رہے کہ اس بندۂ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی ہوئی۔ یعنی مَیں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا۔ اور یہ الہام کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّة جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنّت تھا اور یہ لڑکی صرف ﴿۱۵۷﴾ سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانونِ قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہلِ کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ آخری مہدی جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا خدا سے براہِ راست

سبق نمبر ا، عکسی حوالہ نمبر ۴

تھی اُسدن گھر میں یہ بھی ایک لطیفہ ہو گیا۔

(۲۴۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ بعض بڈھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کیساتھ کچھ کھانے کو مانگا انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا نہیں یہ میں نہیں لیتا۔ انہوں نے کوئی اور چیز بتائی۔ حضرت صاحب نے اُسپر بھی وہی جواب دیا وہ اسوقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔ سختی سے کہنے لگیں۔ کہ جاؤ پھر راکھ کر روٹی کھا لو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈالکر بیٹھ گئے اور گھر میں ایک لطیفہ ہو گیا۔ یہ حضرت صاحب کا بالکل بچپن کا واقعہ ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ سُنا کر کہا کہ جسوقت اُس عورت نے مجھے یہ بات سُنائی تھی۔ اسوقت حضرت صاحب بھی پاس تھے۔ مگر آپ خاموش رہے۔

(۲۴۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مولوی ذوالفقار علیخان صاحب نے کہ جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین کا مقدمہ تھا ایک دن حضرت صاحب کچہری کی طرف تشریف لے جانے لگے اور حسب معمول پہلے دُعا کے لیئے اُس کمرہ میں گئے جو اس غرض کے لیئے پہلے مخصوص کر لیا تھا۔ میں اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ باہر انتظار میں کھڑے تھے اور مولوی صاحب کے ہاتھ میں اسوقت حضرت صاحب کی چھڑی تھی۔ حضرت صاحب دُعا کر کے باہر نکلے تو مولوی صاحب نے آپ کو چھڑی دی حضرت صاحب نے چھڑی ہاتھ میں لے کر اُسے دیکھا اور فرمایا۔ یہ کس کی چھڑی ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہی کی ہے جو حضور اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ یہ میری نہیں ہے۔ خان صاحب کہتے ہیں۔ کہ وہ چھڑی مدت سے آپکے ہاتھ میں رہتی تھی۔ مگر محویت کا یہ عالم تھا۔ کہ کبھی اُسکی شکل کو غور سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ کہ پہچان سکیں۔ خان صاحب کہتے ہیں کہ اسی طرح ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ اسوقت حضرت صاحب مسجد کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر کسی افغان کو رخصت کر رہے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ آپ اُس وقت خوش نہ تھے۔ کیونکہ وہ شخص افغانستان میں جا کر تبلیغ کرنے سے ڈرتا تھا۔ خیر میں جا کر حضور سے ملا۔ اور

سبق نمبر۱، عکسی حوالہ نمبر۵

۱۵۶

پادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ تو پادری صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنیکو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا ہوں اسواسطے ان سے آخری ملاقات کرونگا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کرکے چلے گئے۔

چونکہ مرزا صاحب پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو بہت پسند کرتے تھے اسواسطے مرزا شکستہ تخلص نے جو بعد ازاں موحد تخلص کیا کرتے تھے اور مراد بیگ نام جالندھر کے رہنے والے تھے۔ مرزا صاحب کو کہا۔ کہ سید احمد خان صاحب نے تورات و انجیل کی تفسیر لکھی ہے آپ ان سے خط و کتابت کریں اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملیگی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کو عربی میں خط لکھا۔

کچہری کے منشیوں سے شیخ الہ داد صاحب مرحوم سابق محافظ دفتر سے بہت انس تھا اور نہایت پکی اور سچی محبت تھی۔ شہر کے بزرگوں سے ایک مولوی صاحب محبوب عالم نام سے جو عزلت گزین اور بڑے عابد و پارسا اور نقشبندی طریق کے صوفی تھے مرزا صاحب کو دلی محبت تھی۔

چونکہ جس بیٹھک میں مرزا صاحب حکیم منصب علی کے جو اس زمانہ میں وثیقہ نویس تھے رہتے تھے۔ اور وہ سر بازار تھی۔ اور اس دوکان کے بہت قریب تھی۔ جس میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سامان دواسازی اور دوا فروشی اور مطب رکھتے تھے اس سبب سے حکیم صاحب اور مرزا صاحب میں تعارف ہو گیا۔ چنانچہ حکیم صاحب نے مرزا صاحب سے قانونچہ اور موجز کا بھی کچھ حصہ پڑھا۔

چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اسواسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی طیاری شروع کردی۔ اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے۔ وہ دنیوی اشغال کے لیئے بنائے نہیں گئے تھے۔ سچ ہے۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۶

سیرۃ المہدی حصہ سوم ۲۴۳

درجہ کا فرق ہے یعنی اصل اقسام دو ہی ہیں۔ ایک فطرتی احتلام جو کسی طبعی تقاضے کا نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرے شیطانی احتلام جو گندے خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۴۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیشاب کر کے ہمیشہ پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کبھی ڈھیلہ کرتے نہیں دیکھا۔

۸۴۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندھیرے میں نہیں سویا کرتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ رات کو اپنے کمرہ میں لالٹین روشن رکھا کرتے تھے اور تصنیف کے وقت تو دس پندرہ موم بتیاں اکٹھی جلا لیا کرتے تھے۔

۸۴۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتاب قادیان کے آریہ اور ہم کی نظم لکھ رہے تھے جس کے آخر میں دُعا ہی ہے۔ وفا ہی ہے وغیرہ آتا ہے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بڑی بیوی مولویانی مرحومہ کسی کام کی غرض سے حضرت صاحب کے پاس آئیں حضرت صاحب نے ان سے فرمایا کہ میں ایک نظم لکھ رہا ہوں۔ جس میں یہ یہ قافیہ ہے آپ بھی کوئی قافیہ بتائیں۔ مولویانی مرحومہ نے کہا۔ ہمیں کسی نے پڑھایا ہی نہیں۔ تو میں بتاؤں کیا۔ حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے بتا تو دیا ہے۔ اور پھر بھی آپ شکایت کرتی ہیں کہ کسی نے پڑھایا نہیں مطلب حضرت صاحب کا یہ تھا کہ پڑھایا نہیں کے الفاظ میں جو پڑھا کا لفظ ہے اسی میں قافیہ آگیا ہے چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک شعر میں اس قافیہ کو استعمال کر لیا۔

۸۴۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً گرم پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے اور ٹھنڈے پانی کو استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے کسی خادمہ سے فرمایا۔ کہ آپ کے لئے پاخانہ میں لوٹا رکھدے۔ اس نے غلطی سے تیز گرم پانی کا لوٹا رکھدیا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا کہ لوٹا کس نے رکھا تھا۔ جب بتایا گیا کہ فلاں خادمہ نے رکھا تھا۔ تو آپ نے اُسے بلوایا۔ اور اُسے اپنا ہاتھ آگے کرنے کو کہا۔ اور پھر اس کے ہاتھ پر اپنے اس لوٹے کا بچا ہوا پانی بہا دیا۔ تاکہ اُسے احساس ہو کہ یہ پانی اتنا گرم ہے کہ طہارت میں استعمال

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۷

روحانی خزائن جلد ۱۹ ۳۶۵ نسیم دعوت

{۲}

لکھا جاوے۔ تمہیں چاہیے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو تا وہ بھی خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیاں نہ دیں کیونکہ ان کو معرفت نہیں دی گئی اس لئے وہ نہیں جانتے کہ کس کو گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم رُوح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہیے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام پر کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے۔ وہ ناپاک ہے۔ اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اُس کے منہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضائع کرنا ہے بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو۔ نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے اور چاہیے کہ دردمند دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے کیونکہ مُردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے۔ سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۸

۲۴۵

جس فارم کی خانہ پُری کرنی ہے۔ اس میں ایک خانہ ہے۔ کہ اِس لڑکے کا باپ کیا کام کرتا ہے۔ مَیں نے وہاں لفظ نبوت لکھا ہے۔

کان بن طنین ہوتا ہے۔ گولیوں کا کھانا اگر مناسب ہو، تو ارسال فرمائیں حضورؑ کو بار بار تکلیف دیتے بھی شرم آتی ہے۔ اگر مناسب ہو، تو اس کا نسخہ تحریر فرمائیں۔ مَیں خود بنالوں۔ والسلام

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ ۱۸۔ جنوری ۱۹۰۵ء

جواب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ:-

نبوت کوئی کام نہیں، یہ لکھ دیں۔ کہ فرقہ احمدیہ جو تین لاکھ کے قریب ہے۔ اس کے پیشوا اور امام ہیں۔ اِصلاح قوم کام ہے۔ غلام احمدؐ عفی عنہ

پس مَیں نے اُس فارم پر حضرتؑ کا نام یوں لکھا:-

National Reformation and leadership of Ahmadiyya is it (3 lakh members.)

پُورانی نوٹ بک ۱۹۰۵ء

ساری اُمّت عیسیٰ بن جائے

فرمایا "آج کل کے مسلمان عیسیٰ کو اُمتی بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہم ساری اُمت کو عیسےٰ بنانا چاہتے ہیں۔ یہی فرق ہم میں اور اُن میں ہے۔"

نوٹ۔ ۔ ایک دفعہ مَیں بیمار ہوگیا تھا۔ معدہ میں کچھ خرابی تھی۔ بخار ہو جاتا تھا۔ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایک نسخہ کے تازہ اجزاء ہریرہ وغیرہ منگواکر ایک گولی اپنے دست مبارک سے بناکر مجھے بھیجتے تھے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دی۔ اِسکے اجزاء مجھے اس وقت معلوم نہ تھے۔ بعد میں حضرت صاحبؑ نے مجھے بتلا دیئے تھے۔ (صادق)

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۹

﴿۱۴۳﴾ وَمکث عندی إلی مدة، فیکشف اللّٰه عَلَیه سِرّی فی صحبتی، ویراہ[1] من بعض

وتا مدتے درصحبت من بماند۔ پس خدا تعالیٰ برو راز من خواہد کشود واز بعض نشانہا

آیاتٍ و عجائبٍ لإراءة منزلتی، إلا الذین یجیئوننی غافلین منافقین، وَ لا

وعجائب ہا اورا خواہد نمود۔ تا شناسائے رتبہ من گردد۔ مگر آنانکہ بصورت غافلان ومنافقان می آیند و

یطلبون الحق کالخاشعین التّائبین، فأولئک الذین بعدُوا مِنّی وَ

حق راہیچو خاشعان وتائبان نمی جویند۔ پس اینان از من دور ہستند اگرچہ نزدیکان

لو کانوا قریبین. رَضُوا بالبُعد والحِرمان، وَمَا أرادوا أن یُعطَوا حظًّا من العرفان،

باشند ایشان بدوری ومحرومی راضی شدہ اند۔ ونمی خواہند کہ حظے از معرفت ایشان را

وما حملهم علی ذٰلک إلا فساد نیّاتهم، وَقِلّة مُبالاتهم، وغفلتهم فی أمر الدین.

حاصل گردد۔ وہیچ چیزے بجز فساد نیت ولا پروائی وغفلت دینیہ برین امر ایشان را آمادہ نہ کردہ۔

والحق والحق أقول، إنّ أحدًا من الناس لا یرانی، إلا بعد ترک الأهواء

وراست ست وراست میگویم کہ مراہمان کس خواہد دید کہ از ہوا و ہوس وآرزوہا

والأمانی، وَلَیس مِنّی من یقول: ”أبنائی ونسوانی، وبیتی وبُستانی“، وَإنّه من

دست بردار گردد۔ وآن کسے ازمن نیست کہ میگوید پسران من وزنان من۔ وخانہ من وباغ من۔ بلکہ اواز

المحجوبین. وَإنّی جئت قومی لأمنعهم من مساوی الأخلاق وشُعب النفاق،

محجوبان ست۔ ومن برائے این آمدم کہ از اخلاق بد منع کنم وطریق اخلاص وتوحید بنمائم۔

واراهم[2] طریق المخلصین الموحّدین. ولا دینَ لنا إلّا دین الإسلام، ولا کتاب لنا

وہیچ دینے نداریم بجز دین الاسلام وہیچ کتابے نداریم

﴿۱۴۴﴾ إلّا الفرقان کتاب اللّٰه العَلّام، ولا نبیّ لنا إلّا مُحمّدٌ خاتم النبیّین صَلّی اللّٰه عَلَیه وسلم

بجز قرآن شریف وہیچ پیغمبرے نداریم بجز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء

[1] سہو کتابت ہے درست یُریه ہے۔ (ناشر) [2] سہو کتابت ہے درست أُریهم ہے۔ (ناشر)

سبق نمبر ا، عکسی حوالہ نمبر ۹

روحانی خزائن جلد ۱۱ — ۱۴۴ — مکتوب احمد

وبـارَکَ وَجَـعَـلَ أعـداءه مـن الـمـلـعـونـيـن. اشهـدوا أنّـا نتـمسّـك
است خدا برو درودہا فرستاد وبرکت نازل کرد وبر دشمنان او لعنت فرود آورد۔ گواہ باشید کہ ما
بـكتاب الـلّٰه الـقـرآن، وَنتّبع أقوال رسول الـلّٰه منبعِ الحق والعرفان، ونقبَل
بکتاب الٰہی کہ قرآن شریف است پنجہ می زنیم۔ وسخنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ چشمہ حق ومعرفت است
مـا انـعـقـد عـلـيـه الإجـمـاع بـذٰلك الـزمـان، لا نـزيد عليها ولا ننقص منها،
پیروی مے کنیم وہمہ آن امور را قبول مے کنیم کہ درآن زمانہ باجماع صحابہ صحیح قرار یافتند۔ نہ بران امور
وعـليهـا نـحـيـا وعـليهـا نموت، وَمَن زاد على هذه الشريعة مثقال ذرّة أو نقص
زیادہ می کنیم ونہ از آنہا کم میسازیم۔ وبرآنہا زندہ خواہیم ماند وبرآنہا خواہیم مرد۔ وہر کہ بمقدار یک ذرہ برین شریعت
مـنهـا، أو كـفـر بـعـقـيـدة إجماعيّة، فعليه لعنة اللّٰه والملائكة والناس أجمعين.
زیادہ کرد یا کم نمود یا انکار عقیدہ اجماعیہ کرد۔ پس برو لعنت خدا ولعنت فرشتگان وہمہ آدمیان ست۔
هٰذا اِعتِقادِىْ، وَهُـو مَـقْـصُـودى ومـرادى، ولا أخـالف
این اعتقاد من است وہمین مقصود من است ومراد من۔ ومن
قـومـي فـي الأصـول الإجـمـاعية، وَمَـا جـئـتُ بـمـحـدَثاتٍ كالفِرق المبتدعة،
باقوم خود در اصول اجماعیہ اختلافے ندارم۔ وہیچو بدعتیان چیزہائے نو پیدا نیاوردہ ام۔
بيـد أنـي أُرسِـلـتُ لتجديد الدّين وإصلاح الأمّة، على رأس هذه المائة، فأذكّرهم
مگر این ست کہ من برائے **تازہ کردن** دین واصلاح امت بر سر این صدی فرستادہ شدہ ام۔ پس ایشان را
بـعـض مـا نـسـوا مِن العُلوم الحكمية. والواقعات الصّحيحة الأصلية. وَجَعَلني
بعض آن امور از علوم حکمیہ وواقعات صحیحہ یادمی دہانم کہ آن را فراموش کردہ بودند ومرا پروردگار من
رَبّي عيسى ابـن مريم على طريق البروزات الروحانية لمصلحةٍ أراد لنفع العامة،
بطریق بروزات روحانیہ عیسیٰ بن مریم گردانید۔ برائے مصلحتے کہ بغرض افادہ مخلوقات

سبق نمبر۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ

''من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب''

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مُہر نہیں ٹوٹتی☆ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی

☆ یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیّین کی پیشگوئی کی مُہر ٹوٹی اور نہ اُمت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ[1] کے مطابق ہے محروم رہے مگر حضرت عیسٰیؑ کو دوبارہ اُتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیّین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ[2]۔ منه

[1] الجنّ: ۲۷ [2] الشعراء: ۲۲۸

سبق نمبر ۱۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۱

تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو
چاہیئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا
کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور اُن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو
چاہیئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش ﴿۱۱﴾
اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی
نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبد الجبار اور عبد الحق شہر
امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دلی ہے اس لئے مناسب ہے کہ
نذیر حسین اور محمد حسین دلی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس
طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں

سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی
خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور
عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور
ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام
ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت اَمَّنْ
یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ [۱] لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی اُمید کی ہے۔ یہ اُمید صحیح
نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ
ہوں نہ سزا کے طور پر لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق
نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے
وقت میں قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے اُن قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور

۱ النمل: ۶۳

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

سخت ہتک ہے جس کو ہم کسی مخالفت کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ تو مخالفت سے ڈراتے ہیں لیکن اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی شان ہی ایسی ہے کہ آپ کے ذریعہ سے نبوت حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے رحمۃ للعالمین ہو کر رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اس لئے اب ایک انسان ایسا نبی ہو سکتا ہے جو کئی پہلے انبیاءؑ سے بھی بڑا ہو مگر اس صورت میں کہ آنحضرت ﷺ کا غلام ہو۔

ہمارے لئے کتنی عزت کی بات ہے کہ قیامت کے دن تمام نبی اپنی اپنی امتوں کو لے کر کھڑے ہوں گے اور ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی کی وہ شان ہے کہ آپ کا غلام ہی ہمارا نبی ہے۔ لیکن مسلمان کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی مسیحؑ آئے گا جو بنی اسرائیل کے لئے آیا تھا۔ اگر وہی آیا تو یہ قیامت کے دن کیا کہیں گے کہ ہمارے نبی آنحضرت ﷺ کی وہ شان ہے کہ آپ کی امت کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کا ہی ایک نبی آیا تھا۔ اس بات کو سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت ﷺ کی ہتک تم کر رہے ہو یا ہم۔ آنحضرت ﷺ کی اسی میں عزت ہے کہ آپ کی امت میں سے کسی کو نبی کا درجہ ملے نہ کہ بنی اسرائیل کا کوئی نبی آپ کی امت کی اصلاح کے لئے آئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی لئے فرمایا کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

یعنی ابن مریم کا تم کیوں انتظار کر رہے ہو مجھے دیکھو کہ میں احمدؐ کا غلام ہو کر اس سے بڑھ کر ہوں۔ کوئی کہے کہ اس شعر میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں غلام احمد ہوں اس لئے آپ کا یہی نام ہوا۔ میں کہتا ہوں کون مسلمان ہے جو اپنے آپ کو غلام احمد نہیں کہتا۔ ہر ایک سچا مسلمان اور مؤمن یہی کہے گا کہ میں احمدؐ کا غلام ہوں۔ اسی طرح حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

اب اس شعر سے کوئی احمق ہی یہ نتیجہ نکالے گا کہ جس شخص کا نام غلام محمدؐ ہو وہ کرامت دکھا سکتا ہے۔ پس پہلے شعر میں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک غلام مسیح سے بہتر ہو سکتا ہے۔

سبق نمبر ۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۴

۱۱

لاہوری نے آپکی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی۔ جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی۔ مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا۔ بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا۔ کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا۔ حتٰی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اللھم صل علیہ وعلٰی مطاعہ محمد و بارك وسلم۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا ذکر آیا۔ تو والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اسکے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے۔ اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔ اور میں بھی سو گئی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لیئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے اسکے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا۔ تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اُٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپکے پاؤں دبانے کے لیئے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا۔ نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپکو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اسقدر ضعف تھا۔ کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔ اسلیئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اسکے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے۔ تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے۔ اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:۲

باب:۱،ایمانیات:

نبوت ورسالت

نبی اور رسول ان برگزیدہ ہستیوں کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔

نبی کی تعریف: علامہ عبد القاہر البغدادیؒ نبی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"النبي كل من نزل عليه الوحي من الله تعالي علي لسان ملك من الملئكة وكان مؤيدا بنوع من الكرامات الناقضة للعادات" (تفسیر قرطبي ج۱۲،ص۸۰،وعلام النبوة للماوردي ص۳۸)

نبی اسے کہتے ہیں جس پر اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ وحی نازل ہو اور خرق عادت معجزات اور کرامات کی اسے تائید حاصل ہو۔

نبی کہتے ہیں کسی عظیم الشان خبر دینے والے کو، جو خبر اسے اللہ کی طرف سے دی گئی ہو اور وہ اسے بندوں تک پہنچائے۔

رسول کی تعریف: اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفارت کا فریضہ انجام دینے والے کو رسول کہتے ہیں۔

رسول نبی سے خاص ہوتا ہے اور نبی عام ہے چاہے اسے نئی شریعت دے کر مبعوث کیا جائے یا کسی سابقہ نبی کی شریعت ہی کی تجدید و احیاء کے لیے مبعوث کیا جائے۔

انبیاء کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ کے قریب ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں اس کی صراحت ہے۔ جس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ سنن کبریٰ بیہقی میں رقم الحدیث ۱۸۱۶۶ کے تحت لائے ہیں اور دیگر محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ انبیاء ورسل، اللہ کی انتخاب کردہ ہستیاں ہوتی ہیں یعنی نبوت خالصتاً عطیہ خداوندی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے فضل سے اسے نبوت عطاء فرمادیتے ہیں۔ نبوت کے ملنے کا آدمی کی استعداد اور کسب سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ مرزاغلام احمد قادیانی اور اس کے ہمنوا سمجھتے ہیں وہ نبوت کو محض انسانی کوششوں کا ثمرہ اور ذہنی اختراع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر اسرار نبوت سے جہالت اور خدائی احکام سے بغاوت ہے نبوت و رسالت کے متعلق مندرجہ ذیل عقائد کا اختیار کرنا ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

۱: تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں مبعوث فرمائے ہیں، اور انسانوں ہی کی جنس سے مبعوث کیے اور روشن نورانی صفات رکھنے کے باوجود بھی وہ تمام انبیاء علیہم السلام نوع انسان سے ہیں۔

۲: سارے انبیاء علیہم السلام مرد تھے کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت سے سرفراز نہیں فرمایا اس لیے کہ نبی اپنے علم اور اپنے حسن ظاہری میں اپنی امت سے بڑھ کر عالم و حسین ہوتا ہے۔ اگر عورت کو نبیہ بنایا جاتا تو اس پر ایمان لانے والے صحابہ پر لوگ انگلی اٹھاتے کہ حسن کے دیوانے ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ اس لیے تو نبوت کا دعویٰ کرنے والی سجاح نامی عورت جب مسیلمہ کذاب سے مقابلے میں نبوت تو کیا؟ اپنی عزت بھی نہ بچا سکی اور سر اٹھا کر مسیلمہ کے خیمے میں داخل ہونے والی مارے شرم کے سر جھکا کر نکلی تو اس کے ایک صحابی عطارد بن حاجب نے انتہائی خجالت سے کہا۔

"أَمْسَتْ نَبِيَّتُنَا أُنْثَى نَطُوْفُ بِهَا ... وَلَمْ تَزِلْ أَنْبِيَاءُ اللهِ ذُكْرَانَا"

الکامل فی التاریخ ج ۲، ص ۲۱۲، حاشیہ الشہاب علی تفسیر البیضاوی ج ۵، ص ۲۱۰، روح البیان

ج ۴، ص ۳۳۲، روح المعانی ج ۳، ص ۲۶۷، الدر منثور فی طبقات ربات الخذور ج ۱، ص ۲۴۱)

ہماری پیغمبر عورت ہے جسے ہم ساتھ لیے پھرتے ہیں حالانکہ اور لوگوں کے پیغمبر مرد ہوتے ہیں۔

۳: انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی پیغمبر سے بلا ارادہ کوئی خطاء سرزد ہو بھی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس خطاء پر باقی نہیں رہنے دیتے اور اصلاح فرما دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی امت کے لیے نمونہ عمل بن سکے اس لیے کہ گناہ روحانی بیماری کی علامت ہے اور نبی روح کے معالج ہوتے ہیں اگر وہ خود ہی گناہوں میں مبتلاء ہو گا تو امت کا کیا علاج کرے گا؟ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دادا کی پنشن چوری کر کے گھر سے بھاگ گیا لاہور سے خالص ولائتی شراب منگواتا تھا اور خود بے دریغ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔ تو ایسے شخص کو تو شریف انسان بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ نبوت جیسا پاکیزہ منصب اسے تفویض کر دیا جائے۔

۴: نبوت وہبی چیز ہے، خالص خدا کے فضل سے ملتی ہے کوئی ریاضت اور محنت شاقہ اسے نبی نہیں بنا سکتی جن لوگوں نے نبوت کو انسانی محنت کا ثمرہ قرار دیا ہے وہ جہالت و سفاہت کی وادی تیہ میں بھٹکنے والے گمراہ لوگ ہیں جنہیں نشان منزل نہیں مل سکا۔

۵: انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام علم خدا سے ملتا ہے انسانوں میں سے کوئی کسی نبی کا استاد نہیں ہوتا اس لیے کہ استاد افضل ہوتا ہے اور شاگرد مفضول اور نبی سے افضل امت میں کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے نبی کو تمام علوم شریعت اللہ تعالیٰ یا تو براہ راست عطاء فرماتے ہیں یا باواسطہ جبرائیل امین علیہ السلام، مرزا قادیانی کی طرح فضل الٰہی، فضل احمد اور گل علی شاہ سے علم حاصل کر کے پھر دعویٰ کرے کہ میں مادرزاد نبی ہوں میرا کوئی استاد اور مرشد نہیں ہے ایک دیوانے کی بڑ سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

۶: نبوت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں مگر درجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اللہ نے کسی کو کسی پر فضیلت دی ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام

انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے کہ آپ ﷺ کو امام الانبیاء کا منصب عطاء فرمایا ہے۔

۷: بعض نبیوں کو نبوت کے ساتھ ساتھ مقام رسالت سے بھی نوازا گیا ہے یہ لوگ احکام الٰہیہ کو آگے پہنچانے پر مامور ہیں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

۸: تمام انبیاء علیہم السلام کا ادب و احترام فرض ہے کسی بھی نبی کی ادنیٰ سی توہین یا گستاخی کفر ہے اور مومن ہونے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے کسی ایک کا انکار گویا سب کا انکار ہے جس سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

۹: پیغمبروں کو جو معجزات اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے ہیں وہ برحق ہیں ان کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے چاہے کتنے ہی عقلی دلائل سے وہ حقیقت کو جھٹلائے۔

۱۰: سلسلہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گیا اب کسی بھی شکل میں کوئی نیا نبی نہیں آسکتا جو بھی آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ کافر و مرتد ہے البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ نئے نبی نہیں بلکہ سابقہ نبی ہیں آپ ﷺ کی امت میں امتی کی حیثیت سے قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور آپ ﷺ کی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔

باب:۲، اسلامیات:

نماز

نماز دین اسلام کا سب سے اہم رکن اور امت مسلمہ کا شعار ہے ایمان کے بعد تمام فرائض و احکام میں اس کی اہمیت زیادہ ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہےحتیٰ کہ آخری وقت میں بھی امت کو نماز کی تلقین فرمائی ہے۔ مسلمانوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض

ہے اور عشاء کی نماز کے بعد نماز وتر پڑھنا واجب ہے۔

ارکان و شرائط: شرائط و ارکان کا نماز میں پایا جانا فرض ہے کسی ایک رکن یا شرط کے فوت ہو جانے کی صورت میں نماز اداء نہیں ہو گی۔

ارکان: ۱: نیت کے وقت اللہ اکبر کہنا۔ ۲: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ۳: قراءت کرنا۔ ۴: رکوع کرنا۔ ۵: سجدہ کرنا۔ ۶: قعدہ اخیرہ کرنا۔

شرائط: ۱: بدن کا پاک ہونا۔ ۲: جگہ کا پاک ہونا۔ ۳: کپڑوں کا پاک ہونا۔ ۴: ستر کا چھپانا۔ ۵: وقت کے اندر نماز کا پڑھنا۔ ۶: قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا۔ ۷: نماز کی نیت کرنا۔

واجبات نماز: ۱: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعات کو قراءت کے لیے خاص کرنا۔ ۲: فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔ ۳: فاتحہ کے بعد کسی سورۃ کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل، سنت اور واجب کی ہر رکعت میں۔ ۴: سورہ فاتحہ کو پہلے پڑھنا اور ساتھ دوسری سورہ کو بعد میں پڑھنا۔ ۵: ترتیب قائم رکھنا۔ ۶: قومہ یعنی رکوع سے کھڑا ہونا۔ ۷: جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ ۸: تعدیل ارکان۔ ۹: قعدہ اولیٰ۔ ۱۰: تشہد۔ ۱۱: جہری نمازوں میں باآواز بلند تلاوت کرنا اور سری نمازوں میں آہستہ۔ ۱۲: لفظ سلام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونا۔ ۱۳: وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

اہم مسئلہ: مندرجہ بالا واجبات میں سے اگر کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر سہواً چھوٹ گیا تو سجدہ سہو کرنا واجب ہو جائے گا۔

نماز کی سنتیں: ۱: نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو صرف ایک بار کانوں تک اٹھانا یعنی نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا۔ ۲: تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور قبلہ رخ رکھنا۔ ۳: تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو سیدھا رکھنا۔ ۴: تمام تکبیرات بقدر ضرورت بلند آواز سے کہنا۔ ۵: دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے

باندھنا۔ ۶: ثناء پڑھنا۔ ۷: تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔ ۸: تسمیہ یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنا۔ ۹: فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔ ۱۰: ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین کو آہستہ کہنا۔ ۱۱: رکوع اور سجدے میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔ ۱۲: رکوع میں سر اور پیٹھ کو سیدھا رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔ ۱۳: رکوع سے اٹھتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ" اور ربنا لک الحمد کہنا۔ ۱۴: سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ اور پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ ۱۵: جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھنا اس حالت میں کہ سیدھا پاؤں کھڑا ہو۔ ۱۶: اشہدان لا الٰہ الا اللہ پر شہادت کی انگلی سے ایک بار اشارہ کرنا اور اسے دوبارہ بار بار حرکت نہ دینا۔ ۱۷: قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔ ۱۸: درود شریف کے بعد دعا پڑھنا۔ ۱۹: پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

مفسدات نماز: ۱: نماز میں کسی سے بات کرنا۔ ۲: کسی کو سلام کرنا یا کسی کے سلام کا جواب دینا۔ ۳: اچھی خبر پر سبحان اللہ یا بری خبر پر انا للہ کہنا۔ ۴: درد کی وجہ سے آہ یا اف کرنا۔ ۵: کسی دوسرے امام کو لقمہ دینا جس کی اقتداء نہ کر رہا ہو۔ ۶: قرآن شریف دیکھ کر قراءت کرنا۔ ۷: قرآن مجید کی تلاوت میں ایسی فحش غلطی کرنا کہ معنٰی ہی بدل جائے۔ ۸: عمل کثیر کرنا۔ ۹: کھانا پینا۔ ۱۰: دو صفوں کی مقدار چلنا۔ ۱۱: قبلہ سے سینہ پھیر لینا۔ ۱۲: ناپاک جگہ سجدہ کرنا۔ ۱۳: ستر کھل جانا۔ ۱۴: دعا میں ایسی چیزیں مانگنا جو عام آدمیوں سے مانگی جاتی ہیں مثلاً یا اللہ مجھے آئس کریم دے دے۔ ۱۵: بالغ آدمی کا قہقہہ لگانا یا آواز سے ہنسنا۔ ۱۶: امام سے آگے بڑھ جانا وغیرہ۔

مکروہات نماز: وہ افعال جن سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ یعنی نماز میں ایسے افعال کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

۱: چادر سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا دینا یا اس طرح قمیص پہننا کہ ہاتھ آستینوں میں نہ ہوں۔ ۲: کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لیے ہاتھ سے کپڑوں کو سمیٹنا۔

۳:اپنے کپڑوں یا بدن سے کھیلنا۔۴: ایسا معمولی لباس زیب تن کر کے نماز پڑھنا جس لباس میں عوام کی مجالس میں شرکت نہ کرتا ہو۔۵: منہ میں کوئی چیز مثلاً ٹافی یا الائچی وغیرہ رکھ کر نماز پڑھنا۔٦: سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔۷: پائخانہ یا پیشاب کی حاجت کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا۔۸: نماز میں انگلیاں چٹخانا۔۹: کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔۱۰: دائیں بائیں جھانکنا۔۱۱: کتے کی طرح بیٹھنا یعنی رانوں کو پیٹ اور گھٹنوں کو سینے سے لگالینا اور کہنیاں زمین پر رکھنا۔۱۲: سجدے میں مرد کا اپنی کہنیاں زمین پر بچھالینا۔۱۳: ایسے آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا یا لیٹا ہوا ہو۔۱۴: ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔۱۵: بلا عذر چار زانوں یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔۱٦: قصداً جمائی لینا یا جمائی روکنے کی کوشش نہ کرنا۔۱۷: نماز میں آنکھیں بند کرنا۔۱۸: امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا۔۱۹: ایسی صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا جس میں جگہ خالی ہو۔۲۰: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔۲۱: سامنے یا سجدہ کی جگہ یا دائیں بائیں تصویر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔۲۲: آیتیں، سورتیں یا تسبیحات انگلیوں پر شمار کرنا۔۲۳: چادر اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ بوقت ضرورت جلدی ہاتھ نہ نکل سکیں۔۲۴: نماز میں انگڑائی لینا۔۲۵: نماز میں کوئی خلاف سنت کام کرنا۔

باب:۳۰،اخلاقیات:

صلہ رحمی

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ" (جامع معمر بن راشد رقم الحدیث ۲۰۲۳۷)

آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں دنیا و آخرت کے اعتبار سے بہترین اخلاق نہ بتاوں؟ جو قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کرو جو تمہیں محروم کرے اسے عطاء کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے معاشرتی زندگی کا ایک رہنما اصول بیان فرمایا ہے اگر مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کے ان زریں ارشاد کو اپنی زندگی کا معمول بنالیں تو ہماری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین اخلاق یہ ہیں کہ تم قطع تعلقی کرنے والے سے صلہ رحمی کرو، یعنی جو تم سے رشتہ توڑنے پر مصر ہے تم اس سے رشتہ جوڑ کر رکھو یعنی ہر حال میں رشتوں کو نبھانے کی کوشش کرو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر عزیز واقارب سے دست وگریباں نہ ہوا کرو اس لیے کہ اللہ کو جھگڑالو انسان ناپسند ہے اور جو تمہیں تمہارے جائز حق سے محروم کرے تم انتقاماً اسے محروم نہ کرو بلکہ اسے اس کا حق ادا کرو۔ محروم کرنے والے کو عطاء کرنا اللہ کی سنت ہے کہ مشرکین کے اوپر خدا کا حق تھا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے اور اس کی بندگی کرتے، مگر ان ظالموں نے خدا کا حق مخلوقات کو دے دیا مگر پھر بھی خدا نے ان سے ان کا رزق نہیں چھینا۔ اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو آج ہم اپنے معاشرے میں ہر ظلم کا بدلہ ظلم سے لیتے ہیں اور اپنا حق وصول کرنا فرض سمجھتے ہیں مگر ظلم کرنے والے کو قدرت ہونے کے باوجود معاف کردینا یہ انسانیت کی معراج ہے اس لیے کہ معافی سزا سے بڑی ہوتی ہے لہذا اخلاقی بلندی کا تقاضا ہے ہم لوگوں کی زیادتیوں پر انہیں معاف کرنا سیکھیں۔

قطع رحمی

"قالَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ"

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۹۸۴)

آپ ﷺ نے فرمایا قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

اس حدیث مبارکہ میں اس شخص کو جنت سے محرومی کی سزا سنائی گئی ہے جو رشتوں کو قطع کرتا ہے آپس کے معاملات کو بگاڑتا ہے اور باہم رشتہ داریوں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا اس لیے کہ خدا کے بندوں میں نفرت کے بیج بونا رشتہ داروں میں پھوٹ ڈالنا خدا کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "فلایقبل عمل قاطع رحم" (مسند احمد رقم الحدیث ۱۰۲۷۲)

قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوتا۔

اللہ ہمیں صلہ رحمی کرنے اور رشتوں کو جوڑنے والا بنائے اور قطع رحمی کی منحوس لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۲] مرادِ رسول سیدنا عمر فاروقؓ

سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح، اسلامی تاریخ کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جنہیں مرادِ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن خطابؓ کے ذریعے عزت عطاء فرما: "اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ ابْنِ ھَشَامَ اَوْ بِعُمَرَ بْنَ الخطاب" (سنن ترمذي رقم ۳۶۸۳،مسند احمد رقم ۵۶۹۶)

سو یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت زمانے میں ازل سے جاری و ساری ہے کہ کبھی کبھی گمراہی کی انتہاء کو ہدایت کی ابتداء بنا دیتے ہیں اسی طرح کا معاملہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے ساتھ پیش آیا جب مشرکین مکہ کے سرغنہ ابو جہل نے اعلان کیا کہ جو شخص معاذ اللہ محمد ﷺ کا سر مبارک کاٹ کر لائے گا اسے ایک سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام میں دی جائے گی۔ یہ اعلان سن کر حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھائی اور چراغ نبوت کو بجھانے کے لیے چل پڑے مگر تقدیر مسکرا رہی تھی کہ عمر کی تلوار سے پہلے آقا ﷺ کی دعا کارگر ہو چکی تھی، قاتل آج قتیل محبت بن جائے گا پس راستے میں اپنے بہنوئی اور بہن کے ایمان لانے کی خبر ملی تو بے ساختہ ان کے گھر گئے اور انہیں مارنا شروع کر دیا مگر جیسے مارنے والا خطاب کا بیٹا تھا مار

کھانے والی بھی تو خطاب کی بیٹی تھی۔ دین اسلام کا نشہ کسی ترشی سے نہیں اترتا لہذا حضرت عمرؓ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اپنی بہن سے کہا کہ مجھے بھی آقا ﷺ کے پاس لے چلو، سو حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور جراءت و شجاعت کی تاریخ میں پہلا باب یہ رقم کیا کہ اب عبادت چھپ کر نہیں ہو گی سر عام کعبہ میں عبادت کریں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی جلالت شان مصفا قلب کو دیکھ کر ہی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "لو کان بعدی نبی لکان عمر" (ترمذی رقم الحدیث ۳۶۸۶)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو سیدنا حضرت عمرؓ ہوتے۔

مگر سلسلہ نبوت چونکہ بند ہو چکا ہے اس لیے حضرت عمر فاروقؓ پیغمبرانہ صفات رکھنے کے باوجود منصب نبوت پر فائز نہ ہو سکے مگر تف ہے قادیان کے دہقان پر جس کی شکل نہ عقل اور چلا نبی بننے۔

سعادت کی زندگی شہادت کی موت: حضرت عمر فاروقؓ وہ جلیل القدر انسان ہیں جنہیں ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی ایسی رفاقت نصیب ہوئی کہ تمام غزوات میں شریک رہے ان کی آراء مقدس پر وحی تائید لاتی رہی ایسی سعادت کی زندگی اور پھر مصلیٰ رسول پر شہادت کی موت واہ عمرؓ تیرے کیا کہنے۔

۲۶ ذی الحج ۲۵ھ کو حضرت مغیرہؓ کے فیروز نامی پارسی غلام نے کسی رنجش کی بنیاد پر خنجر کا وار کر کے شہید کر دیا آپؓ تین دن اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ یکم محرم الحرام ۲۶ھ کو دار آخرت کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؓ کا زمانہ خلافت دس سال اور چھ ماہ پر مشتمل ہے۔

دینی و قومی خدمات و اعزازات:

- حضرت عمرؓ وہ صحابی ہیں جن کے ایمان لانے کے لیے آپ ﷺ نے خصوصیت سے دعا مانگی۔
- دربار نبوی ﷺ سے آپؓ کو فاروق کا اعزاز و لقب ملا۔
- آپؓ نہایت ہی فصیح و بلیغ خطیب و مقرر تھے۔

- آپؓ کا زمانہ خلافت، فتوحات کا زمانہ ہے۔
- آپؓ کو پیغمبر ﷺ کا خسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- عشرہ مبشرہ میں شمولیت کے اعزاز سے نوازے گئے۔
- فوجی چھاؤنیوں کا قیام آپؓ کی عسکری سوچ کا امین ہے۔
- آپؓ نے نہری نظام کو متعارف کروایا۔
- ڈاک کا سلسلہ آپؓ کی فکر رساء کی خبر دیتا ہے۔
- مجاہدین، ائمہ مساجد، علماء اور مؤذنین کے وظائف مقرر کیے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ کے اقوال زرین:

- جس نے اپنا راز پوشیدہ رکھا اس نے سلامتی کو قبضے میں رکھا۔
- سخی اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اگرچہ فاسق ہو اور بخیل اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے اگرچہ زاہد ہو۔
- طمع کرنا مفلسی ہے اور بے نیازی مالداری ہے۔
- طالب دنیا کو علم سکھانا ڈاکو کے ہاتھ تلوار بیچنا ہے۔
- اچھی خصلت بغیر توفیق رب کے حاصل نہیں ہوتی۔
- سلامتی گمنامی میں ہے یا پھر خلوت میں۔
- آدمی کے نماز، روزہ کو نہیں اس کی دانائی اور راسبازی کو دیکھنا چاہیے۔
- تہمت کی جگہ بیٹھ کر ملامت کرنے والے کو برا مت کہو۔
- کسی کے اخلاق پر بھروسہ نہ کرو جب تک اسے غصہ کی حالت میں نہ دیکھ لو۔
- کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت ہے۔ کم سونا عبادت ہے اور کم بولنا عافیت ہے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

[پیدائش: ۱۲۴۸ھ وفات: ۱۲۹۷ھ]

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بمقام نانوتہ یوپی میں ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ گیارہ برس کی عمر میں مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ہمراہ دہلی چلے گئے اور وہاں حضرت مولانا عبد الغنی محدث دہلویؒ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی جودت طبع اور عالی دماغ کی وجہ سے بہت جلد جلیل القدر، ذکی علماء میں ان کا شمار ہونے لگا اور ۱۸٦۷ء میں جب ہندوستان سے مسلمانوں کی تہذیب کے نشان چن چن کر مٹائے جارہے تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا انتقام لیا جارہا تھا حضرت نانوتویؒ اور دیگر اصحاب خیر نے دیوبند کی بستی میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی حضرت نانوتویؒ اس مدرسہ کے اوّلین بانیان میں سے ہیں۔ علم کلام میں یعنی علم مناظرہ میں اللہ نے ان کو وہ درک عطاء فرمایا تھا کہ بڑے بڑے عیسائی پادری ان کے سامنے عاجز آگئے ان کی تصانیف آج بھی کوزے میں بند سمندر کا حقیقی مصداق ہیں۔ آقا ﷺ سے والہانہ عشق تھا اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ان کی علمی خدمات پوری امت کے لیے مشعل راہ ہیں آپ ہی وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے ختم نبوت کی تمام اقسام ختم نبوت مکانی، زمانی اور ختم نبوت رتبی والا فلسفہ امت کے سامنے ایسے احسن انداز سے کھولا کہ چوروں کے نقب لگانے کے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہاں البتہ سپرہ چشم لوگوں کی کوتاہ فہمی ان کے علوم کو نہ سمجھ سکی اور "الناس اعداء لما جاہلون" کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔

حضرت نانوتویؒ کا مسئلہ ختم نبوت پر فتویٰ: "اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کے کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اسے کافر کہتا ہوں۔"

(مکتوبات مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۱۰۳)

لہٰذا حضرت نانوتویؒ اور علماء حق سے خدا واسطے کا بیر رکھنے والے اگر تھوڑا سا بھی خوف خدا رکھتے ہیں تو حضرت نانوتویؒ کے بارے میں الزام تراشی سے باز آجائیں۔

باب:٦، اذکار یومیہ:

نیند سے بیدار ہونے کی دعا: الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ"

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۶۳۱۲)

"تمام تعریفات اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

رات کو سوتے وقت کی دعا: أَللّٰھم بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا" (صحیح بخاری رقم الحدیث ۶۳۱۲)

"اے اللہ تیرے ہی نام کے ساتھ میں مرتا اور جیتا ہوں۔"

باب:۷،لوح مرزا:

ارکان اسلام اور مرزائی مذہب

دین اسلام روشن اور ابدی سچائیوں پر مشتمل ایک حقیقت کا نام ہے جس کی راتیں بھی دن سے زیادہ روشن ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ" (مسند احمد رقم الحدیث ۱۷۱۴۲)

میں تمہیں ایسی واضح چمکدار شریعت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اب اس سے وہ ہی بھٹکے گا ہلاکت جس کا مقدر بن چکی ہو گی۔

اسلامی تاریخ میں بہت سے ایسے سپرہ چشم گزرے ہیں جنہوں نے دن کے اجالے میں بھی اپنا دیپ جلانے کی حماقت کی اور ضلالت کی گھاٹی میں جا گرے ان میں سے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے حقیقت کے مقابلے میں مجاز و تشبیہ و تمثیل کا ایسا گورکھ دھندا برپا کیا کہ نہارہا کلیلہا کا مصداق بن کر امت مرزائیہ کے دنوں کو بھی راتوں سے زیادہ تاریک کر دیا اس شخص نے دعویٰ تو یہ کیا کہ میں آپ ﷺ کی کامل تابعداری سے اس منصب تک پہنچا ہوں لیکن کیا مرزا آپ ﷺ کا واقعی فرمانبردار تھا؟

اس سوال پر مرزائیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اگر ان میں شرم ہو تو دین کے بنیادی مسائل میں مرزا کا دین اسلام سے اختلاف ملاحظہ کرتے ہیں۔ آقا ﷺ کا دامن رحمت چھوڑ کر مرزائیت کس وادی تیہ میں حیران و سرگردان گھوم پھر رہی ہے۔

ارکان اسلام اور مرزائیت

۱: کلمہ

اسلام کا کلمہ: لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

مرزائیت کا کلمہ: "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔"

(سیرت المہدی حصہ سوم ص ۳۰۵، عکسی حوالہ نمبر ۱)

۲: نماز

دین اسلام کا دوسرا اور اہم بنیادی رکن نماز ہے قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے اور بالخصوص نماز باجماعت کے بارے میں تو اسلام کا موقف بے لچک ہے آپ ﷺ نے نماز باجماعت پڑھنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی نماز: اسلام میں باجماعت نماز پڑھنے کی افادیت کو واضح کرنے اور امت کو اس اہم فریضہ پر متنبہ کرنے کے لیے آپ ﷺ کے ارشاد مبارک کا مفہوم ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے مصلے پر کسی اور کو کھڑا کر دوں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز باجماعت اداء نہیں کرتے" عن ابی ہریرۃؓ قال، قال النبی ﷺ لقد هممت ان آمر باالصلاۃ فتقام ثم آمر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق معی برجال معهم حزم من حطب الی قوم لا یشهدون الصلاۃ فاحرق علیهم بیوتهم بالنار" (مسلم شریف حدیث نمبر ۱۵۱۴)

مگر اسلامی نماز کے برعکس مرزائی نماز کا نقشہ کچھ یوں ہے۔

مرزائی نماز: مرزا غلام احمد قادیانی نے دوران چلہ کشی اپنے مرید حامد سنوری صاحب سے کہا تم نیچے نماز پڑھ لیا کرو میں اوپر اکیلا نماز پڑھ لیا کروں گا، مرزا کا بیٹا اپنے باپ کی نماز کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:"مرزا غلام احمد قادیانی نے ہوشیارپور میں شیخ مہر علی کے مکان پر ۱۸۸۶ء میں بالا خانے میں چلہ کیا اور اپنے خدام عبد اللہ سنوری حامد علی اور فتح خان سے کہا تم نیچے پڑھ لیا کرو اور اپنے بارے میں کہا نماز میں اوپر پڑھ لیا کروں گا۔"

(سیرت المہدی ج ا ص ۷۰، عکسی حوالہ نمبر ۲)

اب یہ کون سی شریعت ہے کہ چلہ کشی کی بناء پر خدا کے عائد کردہ فریضے سے سستی اختیار کی جائے؟ بلکہ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نماز سے جان چھڑانے کے لیے بس بہانہ ڈھونڈتے ہیں مندرجہ ذیل واقعہ مرزائی نبوت میں جو نماز کی حیثیت ہے اسے واضح کر رہا ہے مرزائی مورخ مرزا کی سیرت لکھتے ہوئے کہتا ہے:"صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے مرض الموت کے ایام میں ایک جمعہ کے دن حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) حسب معمول کپڑے بدل کر عصاء ہاتھ میں لے کر جامع مسجد کو جانے کے واسطے تیار ہوئے جب صاحبزادہ صاحب کی چارپائی کے پاس سے گزرتے ہوئے ذرا کھڑے ہوگئے تو صاحبزادہ نے حضرت مسیح موعود کا دامن پکڑ لیا اور اپنی چارپائی پر بٹھا دیا اور اٹھنے نہ دیا صاحبزادہ صاحب کی خاطر حضور بیٹھے رہے اور جب دیکھا کہ بچہ اٹھنے نہیں دیتا نماز جمعہ کے وقت میں دیر ہو رہی ہے تو حضور نے کہلا بھیجا کہ جمعہ پڑھ لو اور حضور کا انتظار نہ کریں۔"

(ذکر حبیب ص ۱۷۲، عکسی حوالہ نمبر ۳)

یہ ہے نماز کی اہمیت کہ بچے کی فرمائش پر فرض نماز چھوڑ دی؟ ایسی کھلی بد عملی پر بھی دعویٰ کامل اتباع کا الوکورات کا شہباز کہنے کی جسارت ہے۔

۳: روزہ

کلمہ و نماز کے بعد تیسرا اہم رکن روزہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے روزہ کے مسئلہ

پر بھی اپنی شریعت آپ ﷺ سے جدا کر لی اور امت مسلمہ کے ساتھ چلنا گوارا نہیں کیا شریعت اسلام میں روزہ ایک بدنی عبادت ہے صبح صادق سے غروب آفات تک کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ کی نیت سے رکنا روزہ کہلاتا ہے۔ اور رمضان المبارک کے فرض روزوں کی تو بہت تاکید ہے بلاوجہ یا کسی معمولی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے تاکہ کہیں یہ عبادت جو کہ خالصتا تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے تماشہ نہ بن جائے مگر مرزا صاحب جس طرح معمولی سے عذر پر نماز سے ہاتھ اٹھالیتے ہیں بعینہ اسی طرح ذراسی بات پر روزے کو بھی چھٹی دے دیتے ہیں۔ چند واقعات شریعت مرزائیہ کے ملاحظہ ہوں۔

ا: "ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا درد ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا آپ ہمیشہ شریعت میں سہل کا راستہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔" (گھر کی شریعت جو تھی)

(سیرت المہدی ج۳ص ۱۳۱، عکسی حوالہ نمبر ۴)

۲: دوسرا دلخراش واقعہ اور روزہ سے مرزا کا مذاق ملاحظہ فرمائیں: "ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع ناشتہ کے ان سے ملنے کے لیے مسجد میں تشریف لائے ان دوستوں نے عرض کیا ہم سب روزے سے ہیں آپ نے فرمایا سفر میں روزہ ٹھیک نہیں، اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کر لینا چاہیے چنانچہ ان کو ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوادیئے۔" (سیرت المہدی ج۲ص ۵۹، عکسی حوالی نمبر ۵)

۴: زکوۃ

مرزا غالب نے اپنے محبوب کی بے رخی و بے اعتنائی کا شکوہ کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

کھلے گا کس طرح مضمون میرے مکتوب کا یا رب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

بالکل اسی طرح مرزا صاحب نے بھی آپ ﷺ کی شریعت کی ہر حال میں مخالفت کی قسم کھائی ہے زکوۃ کے بارے میں اسلام کا نقطہ ہائے نظر بڑا واضح اور شفاف ہے کہ "مال نامی "بڑھنے والے مال پر سال گزر جائے اور بندہ صاحب نصاب بھی ہو تو اس پر اپنے مال کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ اداء کرنا فرض ہے۔ اسی طرح فطرانہ بھی سال میں ایک دفعہ یعنی رمضان المبارک میں ہے اور عشر بھی سال میں ایک دفعہ ہے جب زمین سے فصل اٹھاتے ہیں تو ہر فصل کی باری سال میں ایک دفعہ آتی ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ اتنی رعائیت فرماتے ہیں مگر مرزا قادیانی کے نظام زکوۃ و صدقات اسلام سے جدا ہے یہ سالانہ زکوۃ پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ماہواری چندہ کو فرض قرار دیتے ہیں۔ اس لئے امت مرزائیہ سے مرزا صاحب خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں" سو ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ فرض حتمی کے طور پر اس قدر ماہوری چندہ بھیج سکتا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۴۶۹، عکسی حوالہ نمبر۶)

ماہواری سے مرزا صاحب کو جو نسبتیں ہیں وہ مرزائیت سے واقف کاروں پر مخفی نہیں ہیں یہ مرزائیت کا ماہواری نظام زکوۃ ہے جو فرض حتمی کا درجہ رکھتا ہے اور اسلام کا مخالف نظام ہے۔

ج :۵

ارکان اسلام میں سے پانچواں اہم رکن حج ہے مرزائیت نے دین اسلام کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اگر خدانخواستہ یہ حج بیت اللہ کرتے رہتے تو لوگوں کو اہل قبلہ کے شبہ میں مبتلاء کر کے گمراہ کرتے رہتے مگر اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو اس کے عقائد واعمال کی بہترین جزاء دے جو جزاء (بدلہ) بنتی ہے کہ اس نے قبلہ بیت اللہ کا بھی انکار کر دیا اور اپنے لیے قادیان کو قبلہ تجویز کر لیا اور مکہ و مدینہ کو سوکھی ہوئی دودھ کی چھاتیوں سے تشبیہ دے کر لوگوں کو قادیان آنے کی دعوت دی مرزا قادیانی قادیان کے بارے میں حرمین شریفین کی توہین کرتے ہوئے کہتا ہے: "جو یہاں (قادیان) نہیں آئے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا کاٹا جائے گا تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے پھر تازہ دودھ بھی کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔" (حقیقت الرویا از مرزا محمود ص ۴۶، عکسی حوالہ نمبر ۷)

مزید میر محمد اسماعیل صاحب نے مرزا کی دینداری کا پول اس طرح کھولا ہے کہ: "حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا اعتکاف نہیں کیا زکوۃ نہیں دی تسبیح نہیں رکھی۔"

(سیرت المہدی ج۳ ص ۱۱۹، عکسی حوالہ نمبر ۸)

حج اعتکاف زکوۃ یہ سب باتیں مسلمانوں کی شعار ہیں مرزائیت کا نبی ان سے دور ہے خود مرزائیت کا حال کیا ہو گا۔

٦: جہاد

اسلام کا چھٹا اور اہم رکن جسے اسلام کی چوٹی کہا گیا ہے وہ جہاد ہے اور جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دنیا سے ظلم و فتنہ کا خاتمہ نہیں ہو جاتا جہاد کا فیصلہ اسلامی مملکت کے حکمران کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ "کہ اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور غالب دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

مگر اس کے برعکس برطانوی استعمار کے نظریہ ضرورت کے تحت تیار کی جانے والی پیشہ وارانہ نبوت مرزائیت نے سرکار انگلینڈ کی خوشنودی کے لیے جہاد کو حرام کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب درثمین میں لکھتا ہے:۔

اب چھوڑ دو جہا دکا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

(درثمین ص۵۹، عکسی حوالہ نمبر ۹)

مزید انگریزی گورنمنٹ کو اپنی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے: "میری ان کتابوں کی اشاعت سے لاکھوں مسلمانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے ہیں جو نافہم ملاوں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔"

(روحانی خزائن ج۱۵ ص۱۱۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

سبق نمبر۲، عکسی حوالہ نمبر۱

کلام کا خلاصہ تھا، اور تقویٰ اور اصلاح نفس کا خلاصہ ہے۔ مگر آجکل وفات مسیح سے بحث کا میدان بدل کر دوسری طرف منتقل ہو گیا ہے۔

۹۶۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہو گئی تھی ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہونچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "ابا چِنی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھڑی میں جاتے۔ شکر نکال کر ان کو دیتے، اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہونچ جاتے۔ اور کہتے "ابا چِنی" (چِنی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا۔ اور مراد یہ تھی کہ چٹے رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحب پھر اٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی، مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے۔ بلکہ ہر دفعہ ان کے کام کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ ۱۸۹۶ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری پیدائش اپریل ۱۸۹۳ء کی ہے۔

۹۶۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اصل میں عربی زبان کی ستائیس لاکھ لغت ہے جس میں سے قرآن مجید میں صرف دس ہزار کے قریب استعمال ہوئی ہے۔ جو عربی میں ہزار نام تو صرف اونٹ کا ہے اور چار سو نام شہد کا۔

۹۶۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

۹۶۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے۔ یعنی:-

آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو۔ چشم پوشی۔ فیاضی۔ دیانت۔ خاکساری۔ صبر۔ شکر۔ استغنا۔ حیا۔ غض بصر۔ عفت۔ محنت۔ قناعت۔ وفاداری۔ بے تکلفی

سبق نمبر ۲، عکسی حوالہ نمبر ۲

پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ سو ہم نے حضور کی یہ بات سرسری
طور پر سنی مگر جب فتح خان مرتد ہوا تو مجھے حضرت کی یہ بات یاد آئی۔ غرض ہم راستہ میں فتح خان
کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے دوسرے دن پونے بارہ بجے پہنچے۔ وہاں جاتے ہی حضرت صاحب
نے طویلہ کے بالاخانہ میں قیام فرمایا اور اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں
کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خان کی
یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے۔ شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا
کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعود
نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں۔
اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گذرنے کے بعد میں یہاں
بیس دن اور ٹھیروں گا ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں۔ دعوت کا ارادہ رکھنے والے
دعوت کر سکتے ہیں۔ اور سوال و جواب کرنیوالے سوال جواب کر لیں۔ اور حضرت صاحب
نے ہمکو بھی حکم دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص
مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ
ضروری ہے اور نہ اوپر بالاخانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے
مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھا لوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لیجایا کریں۔
نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا۔ تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ
کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو قصبہ کے ایک طرف ہو جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں
چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی وہاں جمعہ کے
دن حضور تشریف لیجایا کرتے تھے اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے
میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے
کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضور مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دیدیتا تھا۔ ایک دفعہ
حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے
فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے

سبق نمبر ۲، عکسی حوالہ نمبر ۳

۱۷۲

بچوں کو مارنا نہیں چاہیئے

مدرسہ تعلیم الاسلام کے اساتذہ کو ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم بھیجا۔ کہ آئندہ جو استاد کسی لڑکے کو مارے گا۔ اُسے فوراً موقوف کر دیا جائے گا۔ حضورؑ اس امر کے بہت مخالف تھے۔ کہ استاد بچوں کو ماریں اور جبر کا کریں۔

چاند کیواسطے عینک

پہلی شب کے چاند دیکھنے کے واسطے عموماً حضرت صاحبؑ میری عینک لیا کرتے تھے۔ اگر میں اس وقت مسجد میں موجود نہ ہوتا۔ تو میرے گھر آدمی بھیجکر منگوایا کرتے تھے۔ لیکن ایک دفعہ جب عینک سے دیکھ لیتے تھے۔ کہ چاند کہاں ہے۔ تو پھر بغیر عینک کے بھی آپ کو چاند نظر آتا تھا۔

مبارک احمدؐ مرحوم کی خاطر نماز جمعہ میں نہیں گئے

صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؐ صاحب مرحوم کی مرض الموت کے ایام میں ایک جمعہ کے دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول کپڑے بدل کر عصا ہاتھ میں لیکر جامعہ مسجد کو جانے کے واسطے طیار ہوئے۔ جب صاحبزادہ کی چارپائی کے پاس سے گذرتے ہوئے ذرا کھڑے ہو گئے۔ تو صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنی چارپائی پر بٹھا دیا اور اُٹھنے نہ دیا۔ صاحبزادہ صاحب کی خاطر حضور بیٹھے رہے۔ اور جب دیکھا۔ کہ بچہ اُٹھنے نہیں دیتا اور نماز جمعہ کیوقت میں دیر ہوتی ہے۔ تو حضورؑ نے کہلا بھیجا کہ جمعہ پڑھ لیں۔ اور حضورؑ کا انتظار نہ کریں۔

بال بڑھانے کی دوائی

آخری عمر میں حضورؑ کے سر کے بال بہت پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے۔ چونکہ یہ حاجز

سبق نمبر ۲، عکسی حوالہ نمبر ۴

کرتا ہے۔ کہ عدالت کے ان سوالوں کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جوابات دیئے ہیں وہ سب کے سب اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ اور آپ کے جوابات سے نبوت اور افضلیت بر مسیح ناصری وغیرہ کے مسائل بھی خوب واضح ہو جاتے ہیں۔

۶۹۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بارہا دیکھا کہ گھر میں نماز پڑھاتے تو حضرت اُم المومنینؓ کو اپنے دائیں جانب بطور مقتدی کے کھڑا کر لیتے۔ حالانکہ مشہور فقہی مسئلہ یہ ہے۔ کہ خواہ عورت اکیلی ہی مقتدی ہو تب بھی اُسے مرد کے ساتھ نہیں بلکہ الگ پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔ ہاں اکیلا مرد مقتدی ہو۔ تو اسے امام کے ساتھ دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔ میں نے حضرت اُم المومنینؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ حضرت صاحب نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے بعض اوقات کھڑے ہو کر چکر آجایا کرتا ہے۔ اس لئے تم میرے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیا کرو۔

۶۹۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا۔ مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ آپ ہمیشہ شریعت میں سہل راستہ کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حدیث میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے آنحضرت صلعم کے متعلق بھی یہی ذکر آتا ہے کہ آپ ہمیشہ دو جائز رستوں میں سے سہل رستہ کو پسند فرماتے تھے۔

۶۹۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ وہ کتابیں جو اکثر حضرت صاحب کی زیر نظر رہتی تھیں۔ نیز تصنیف کے تمام کاغذات بستوں میں بندھے رہتے تھے ایک ایک وقت میں اس قسم کے تین تین بستے جمع ہو جاتے تھے۔ عموماً دو بستے تو ضرور رہتے تھے یہ بستے سلے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ صرف ایک چورس کپڑا ہوتا تھا جس میں کاغذ اور کتابیں رکھ کر دونوں طرف سے گانٹھیں دے لیا کرتے تھے۔ تصنیف کے وقت آپ کا سارا دفتر آپ کا پلنگ ہوتا تھا اسی واسطے ہمیشہ بڑے پلنگ پر سویا کرتے تھے۔

سبق نمبر۲، عکسی حوالہ نمبر۵

۵۹

(۳۷۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کے ایک حصہ میں بالا خانہ میں رہا کرتے تھے اور جب تک ان کی شادی اور خانہ داری کا انتظام نہیں ہوا حضرت صاحب خود ان کے لئے صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے تھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مہمانوں کی بہت خاطر منظور ہوتی تھی اور پھر جو لوگ دینی مشاغل میں مصروف ہوں ان کو تو آپ بڑی قدر اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(۳۷۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے۔ حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع کچھ ناشتہ کے ان سے ملنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ ان دوستوں نے عرض کیا کہ ہم سب روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سفر میں روزہ ٹھیک نہیں اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان کو ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوا دیئے۔

(۳۷۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صفائی کا بہت خیال ہوتا تھا خصوصاً طاعون کے ایام میں اتنا خیال ہوتا تھا کہ فینائل لوٹے میں حل کر کے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے پاخانوں اور نالیوں میں جا کر ڈالتے تھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں ایندھن کا بڑا ڈھیر لگوا کر آگ بھی جلوایا کرتے تھے تاکہ ضرر رساں جراثیم مر جاویں اور آپ نے ایک بہت بڑی آہنی انگیٹھی بھی منگوائی ہوئی تھی۔ جسے کوئلے ڈال کر اور گندھک وغیرہ رکھ کر کمروں کے اندر جلایا جاتا تھا اور اس وقت دروازے بند کر دیئے جاتے تھے۔ اس کی اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جب انگیٹھی کے ٹھنڈا ہو جانے کے ایک عرصہ بعد بھی کمرہ کھولا جاتا تھا تو پھر بھی وہ اندر سے بھٹی کی طرح تپتا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاء کی عجیب شان ہوتی ہے کہ وہ ایک طرف تو اسباب کی اتنی رعایت کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کی نظریں اپنی اسباب کے ہاتھ میں سارا قضا و قدر کا معاملہ ہے اور اگر ان کی رعایت نہ کی گئی تو پھر کام نہیں بن سکتا اور دوسری طرف ان کو خدا کی ذات پر اس درجہ توکل ہوتا ہے کہ اسباب کو وہ ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتے ہیں اور ایک سطحی نظر رکھنے والا انسان

سبق نمبر۲، عکسی حوالہ نمبر۶

۴۵۹

اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ سو انہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔ اب چاہیئے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی اور دروغ گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیئے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلا اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے، وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اُس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

میرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ۵ مارچ ۱۹۰۲ء

● تقسیم اشتہارات کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک شہر میں چند اشتہار ایک آدمی کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ پس ہر ایک صاحب کہ جس کے پاس ان اشتہارات کا پیکٹ پہنچے لازم ہے کہ وہ اپنے شہر اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کو جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں اس اشتہار کا مضمون بخوبی سمجھا کر از سر نو ان سے عہد اس چندہ کا لیوے۔ پھر ان تمام لوگوں کے نام کی ایک فہرست مرتب کر کے بھیج دے۔ اگر وہ لوگ خواندہ ہوں تو ان کے دستخط بھی کرا دے۔ منہ

سبق نمبر ۲، عکسی حوالہ نمبر ۷

۴۶

آپ لوگ شاید یہ کہیں کہ ہم سالانہ جلسہ پر جو آیا کرتے ہیں ہمارا یہی آنا کافی ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایسے موقعہ پر اجمالی باتیں بتائی جاتی ہیں اور ہر کام کرنے کی تاکید کی جاتی ہے نہ کہ کچھ پڑھنے اور سیکھنے کی فرصت ہوتی ہے۔ اس کے لئے جلسہ کے ایام کے علاوہ بھی موقعہ ہوتا ہے۔ اس لئے جلسے کے علاوہ اور بھی وقتوں میں بھی آنا چاہئے۔ جو دوست اور دنوں میں آتے ہیں۔ انہوں نے یہ تو سمجھ لیا ہے کہ تازہ اور ڈبوں کے دودھ میں کیا فرق ہے۔ اس لئے وہ کوئی چھٹی اور کوئی موقعہ ایسا نہیں جانے دیتے کہ یہاں نہیں آجاتے۔ خرچ کی تنگی برداشت کرتے ہیں۔ گھر کے آرام و آسائش کو ترک کرتے ہیں۔ بیوی بچوں سے جدا رہتے ہیں مگر آتے ضرور ہیں۔ اور انہیں فائدہ بھی بہت پہنچتا ہے۔ ان کا بار بار آنا ہی بتاتا ہے کہ انہیں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ وہ کیوں آئیں۔ تو یہاں آنا نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھیگا۔ وہ کاٹا جائیگا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہیگا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔ اسی طرح ایک وہ وقت بھی آئیگا جب ہماری اولادوں اور ان کی اولادوں کی اولادوں سے بھی پرے اسے پھینک دے۔ جبکہ یہ دودھ سوکھ جائیگا۔ لیکن یہ وقت آئیگا ضرور۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اس دودھ کو پیو۔ تاکہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ سال میں صرف ایک دفعہ تمہارا آنا کوئی زیادہ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس طرف خیال نہیں کرتے۔ پھر پوری اور فائدہ بخش تعلیم استاد سے ہی وقت دے سکتا ہے۔ جب کہ طالب علم سے اچھی طرح واقفیت بھی رکھتا ہو۔ اور اس کی عادات کو خوب جانتا ہو۔ مگر صرف جلسہ کے موقعہ پر آنے والے دوستوں سے ہمیں ایسی واقفیت نہیں ہو سکتی بیسیوں لوگ ہونگے جو مجھے چاروں جلسوں پر ملے ہونگے۔ اور انہوں نے اپنے نام بھی بتلائے ہونگے لیکن پھر بھی میں انہیں نہیں پہچان سکتا۔ کیونکہ اس قدر ہجوم میں کوئی پتہ نہیں رہتا۔ اور تعلیم بغیر پوری واقفیت کے دی نہیں جا سکتی۔ اور واقفیت اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ دوست بار بار آئیں اور جلسہ کے ایام کے علاوہ اوقات میں آئیں۔ ایسی صورت میں معلوم ہو سکیگا۔ کہ فلاں کو کس طریق سے پڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور فلاں کو کس علم کی حاجت۔ پھر اسی کے مطابق اس کی تعلیم کا انتظام کیا جائیگا۔ جو دوست یہاں آتے رہتے ہیں۔ ان کو کسی نہ کسی رنگ میں تعلیم دی جاتی ہے اور انہیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے پاس حضرت مسیح موعود کی کتابیں جو موجود ہیں

سبق نمبر ۲، عکسی حوالہ نمبر ۸

لیکن میں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے حضرت صاحب سے قدیم تعلقات تھے جو غالباً حضرت خلیفہ اول کے واسطہ سے قائم ہوئے تھے۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے بیعت کچھ عرصہ بعد کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کے بہترین مقررین میں سے تھے۔ اور آواز کی غیر معمولی بلندی اور خوش الحانی کے علاوہ ان کی زبان میں غیر معمولی فصاحت اور طاقت تھی جو سامعین کو مسحور کر لیتی تھی۔

۶۷۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ تسبیح نہیں رکھی۔ میرے سامنے ضب یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا۔ صدقہ نہیں کھایا۔ زکوٰۃ نہیں کھائی۔ صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ پیروں کی طرح مصلیٰ اور خرقہ نہیں رکھا۔ مروج الوقت درود و وظائف مثلاً پنجسورہ۔ دعا گنج العرش۔ درود تاج۔ حزب البحر۔ دعائے سریانی وغیرہ نہیں پڑھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کے لئے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا۔ کیونکہ ساری جائداد وغیرہ اوائل میں ہمارے دادا صاحب کے ہاتھ میں تھی اور بعد میں تایا صاحب کا انتظام رہا۔ اور اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ایک تو آپ جہاد کے کام میں ہمہ تن منہمک رہے دوسرے آپ کے لئے حج کا راستہ بھی مخدوش تھا۔ تاہم آپ کی خواہش رہتی تھی کہ حج کریں۔ چنانچہ حضرت والدہ صاحبہ نے آپ کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کروا دیا۔ اعتکاف ماموریت کے زمانہ سے قبل غالباً بیٹھے ہونگے مگر ماموریت کے بعد بوجہ دینی جہاد اور دیگر مصروفیت کے نہیں بیٹھ سکے کیونکہ یہ نیکیاں اعتکاف سے مقدم ہیں۔ اور زکوٰۃ اس لئے نہیں دی۔ کہ آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے۔ البتہ حضرت والدہ صاحبہ زیور پر زکوٰۃ دیتی رہی ہیں۔ اور تسبیح اور رسمی وظائف وغیرہ کے آپ قائل ہی نہیں تھے۔

۶۷۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی اوپیا تھا۔ اسی وجہ سے پہلی رات کا چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ مگر نزدیک سے آخر تک باریک حروف بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور عینک کی حاجت محسوس نہیں کی۔ اور دانستہ آنکھوں کی یہ حالت

سبق نمبر۲، عکسی حوالہ نمبر۹

اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

اب چھوڑ دو جہاد★ کا اے دوستو خیال — دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الحَرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا — جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند — کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا — بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا — وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے — کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء

★ یہاں جہاد سے مراد اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلانا ہے جو کہ غیر اسلامی نظریہ ہے۔ (ناشر)

سبق نمبر۲، عکسی حوالہ نمبر۱۰

مدد دینے کو تیار تھے۔ غرض اس طرح ان کی زندگی گذری۔ اور پھر اُن کے انتقال کے بعد یہ عاجز دنیا کے شغلوں سے بکلی علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس

دولت کا شکر گذار اور دعا گو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو فارسی۔ عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں۔ اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن

تھا اشاعت کر دی گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ

سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا اور میں اس قدر خدمت کر کے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا کیونکہ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ اس بابرکت گورنمنٹ کے آنے سے ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے ایک لوہے کے جلتے ہوئے تنور سے نجات پائی ہے اس لئے میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ یا الٰہی اس مبارکہ قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر گاہ تک ہمارے سروں پر سلامت رکھ اور اس کے ہر ایک قدم کے ساتھ اپنی مدد کا سایہ شامل حال فرما اور اس کے اقبال کے دن بہت لمبے کر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:۳

باب:۱، ایمانیات:

عقیدہ ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی اصلاح و ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ شروع فرمایا اس سلسلہ کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخر نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ بقیہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثتیں خاص اقوام یا خاص علاقوں تک محدود تھیں جب کہ سرکار دوعالم ﷺ کی ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے بعثت عامہ نصیب فرمائی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "ارسلت الی الخلق کافۃ" (سنن ترمذی رقم ۱۵۵۳، صحیح مسلم رقم ۶۴) کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے بقیہ انبیاء علیہم السلام کو مختلف ادوار میں مختلف شرائع تو ملتی رہیں مگر تکمیل دین کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے صرف ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو عطاء فرمایا ہے اس لیے تو ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا آیۃٌ فِیْ کِتَابِکُمْ تَقْرَؤُنَهَا لَوْ عَلَیْنَا مَعْشَرَ الْیَهُوْدِ نُزِلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِکَ الْیَوْمَ عِیْدًا (صحیح البخاری رقم ۴۵، سنن نسائی رقم ۵۰۲۷، صحیح مسلم رقم ۲۳۹) کہ تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے اگر یہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے جس دن یہ آیت نازل ہوئی ہوتی اور وہ آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" ہے۔

اس امت کی بقاء بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ہے اس لیے کہ کوئی بھی امت ہو وہ تب تک باقی رہتی ہے کہ جب تک ان کا میر کارواں ایک ہو اس قوم کا دستور و ضابطہ حیات بھی ایک ہو اور مرکز وحدت بھی ایک ہو۔

نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ تینوں نعمتیں نصیب فرمائی ہیں پوری امت آپس میں لاکھوں اختلافات کے باوجود اپنا امیر و رہنما صرف نبی کریم ﷺ کو سمجھتی ہے اور امت کا اجتماعی ضمیر شعوری یالاشعوری طور پر کبھی بھی کسی نئے نبی کی تلاش کا خواہاں نہیں ہوا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد تیس کذاب و دجال آئیں گے ان میں سے ہر ایک یہ سمجھے گا کہ وہ نبی ہے مگر یاد رکھو کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ اتنا واضح ہے کہ منکر ختم نبوت اور مدعی نبوت سے اس کی نبوت پر دلیل طلب کرنے والے کو بھی امام اعظم فی الفقہاء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعیؒ نے کافر کہا ہے۔ اس ختم نبوت کے حصار نے امت کا شیرازہ بکھرنے سے محفوظ رکھا ہے ورنہ ہر روز نیا نبی، اس کی نئی احادیث، پھر نئی شروحات سامنے آتیں نئے نئے فقہاء اور نئے نئے محدثین جنم لیتے اور ہر امت دوسرے نبی کے اعلان نبوت کے بعد دم توڑ دیتی، عقیدہ ختم نبوت نے امت کو ہمیشہ متحد اور زندہ رکھا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی دوسری نعمت وحدت دستور ہے جو کتاب اللہ قرآن پاک کی شکل میں موجود ہے جس کو تحریف و تبدیلی سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیا ہے اور صبح قیامت تک لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں گے اور اس سے ہدایت پاتے رہیں گے یہ امت کا مشترکہ لائحہ عمل اور یہ دستور ختم نبوت کی برکت سے ملا، وگرنہ ہر آنے والا نبی نئے قرآن کا دعویٰ کرتا پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی نبوت کا دعویٰ تو کر لیتا لیکن اپنی جہالت کی وجہ سے نازل ہونے والی وحی کو نہ سمجھ سکتا جیسے مسیلمہ پنجاب پر ان زبانوں میں بھی وحی اترتی رہی جو زبانیں مرزا قادیانی جانتا تک نہیں تھا۔ اور خود ایسی وحی اور اس طرح کے الہامات کو نامعقول اور بے ہودہ ہونے کا الزام دیتا رہا، مگر امت مسلمہ خوش قسمت ہے کہ انہیں ایک ہی کتاب دے کر روز روز گھڑے ہوئے صحیفوں سے بچا لیا گیا۔

اور تیسری نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو آپ ﷺ کی ختم نبوت کے صدقے میں نصیب فرمائی ہے وہ وحدت مرکز ہے کہ پوری امت کا قبلہ ایک ہے جہاں پہنچ کر ملک و قوم رنگ و نسل ذات پات اور فرقہ و جماعت کے سب امتیازات مٹ جاتے ہیں اور سب ایک ہی لباس میں اس خدائے بزرگ وبرتر کی حمد و ثناء میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہوتا اور ہر روز کوئی نیا نبی منظر عام پر جلوہ نمائی کرتا رہتا تو وحدت امت پارہ پارہ ہو جاتی جیسے مسیلمہ پنجاب غلام احمد قادیانی نے مکہ و مدینہ کو چھوڑ کر قادیان کو ارض حرم اور محترم قرار دیا ہے۔ ایسے ہی ہر نبی کا قبلہ جدا ہوتا بالکل اسی طرح جیسے ہندوؤں کے ہر فرد کا اپنا خدا علیحدہ ہوتا ہے ہر گھرانے نے پوجا کے لیے علیحدہ مورتی بنائی ہوئی ہے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ نبوت جدید کا دروازہ اب بند ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے مگر کوئی نئے نبی نہیں ہیں بلکہ پہلے سے نبی ہیں اب بحیثیت امتی تشریف لائیں گے اور اسی ختم نبوت پر امت کا اجماع ہے اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ متواترات میں سے ہے الیواقیت والجواہر میں یہ صراحتاً لکھا ہے اِعْلَمْ اَنَّ الاِجْمَاعَ قَدْ انْعَقَدَ عَلَي اَنَّه خَتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ كَمَا اَنَّه خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (الیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۳۷) آپ ﷺ کی ختم نبوت کے متواتر ہونے کے بارے میں علامہ ابو جعفر الکتانی فرماتے ہیں "لَهٗ ذَكَّاءٌ عَلَيْهِ السَّلَام خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّه لَا نَبِيَّ بَعْدَه ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّهَا ثَابِتَةٌ بِالتَّوَاتُرِ----

باب:۲، اسلامیات:

روزہ

صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع کو چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ارکان اسلام میں سے اہم رکن ہیں ان کی فرضیت سے انکار کرنے والا کافر اور بغیر کسی عذر کے روزہ چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق

ہے۔

شرائط روزہ: ا: مسلمان ہونا۔ ۲: عاقل ہونا۔ ۳: بالغ ہونا۔ ۴: نیت کرنا

اقسام روزہ: روزہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔

ا: فرض معیّن! جیسے رمضان المبارک کے روزے۔ ۲: فرض غیر معیّن! جیسے رمضان المبارک کے قضاء روزے۔ ۳: واجب معیّن! جیسے نذر معیّن کسی خاص دن کے روزے کی منت کی ماننا۔ ۴: واجب غیر معیّن! جیسے کفاروں کے روزے اور نذز غیر معین کے روزے۔ ۵: سنت! جیسے عاشورہ کے روزے، عرفہ کے روزے اور ایام بیض کے روزے۔ ۶: نفل مستحب جیسے شوال کے چھ روزے، پندرہ شعبان کا روزہ اور پیر و جمعرات کا روزہ۔ ۷: مکروہ جیسے ہفتہ کے دن کا روزہ، صرف عاشورہ کا روزہ، سال کے پہلے دن یعنی نوروز کا روزہ اور عورت کا نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر۔ ۸: حرام! جیسے عید الفطر کا روزہ، عید الاضحیٰ کا روزہ اور ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ کا روزہ وغیرہ۔

روزے کے مستحبات: ا: سحری کھانا۔ ۲: رات سے نیت کرنا۔ ۳: آخری وقت میں سحری کھانا۔ ۴: افطار میں جلدی کرنا۔ ۵: غیبت، جھوٹ وغیرہ سے بچنا۔ ۶: چھوہارے یا کھجور سے یا پھر پانی سے افطار کرنا وغیرہ۔

وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ واجب نہیں: ا: سفر۔ ۲: مرض۔ ۳: بہت بڑھاپا۔ ۴: عورت کا حاملہ ہونا۔ ۵: عورت کا دودھ پلانا۔ ۶: بھوک پیاس کا غلبہ جس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ ۷: حیض و نفاس میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

مفسدات روزہ: (جن سے کفارہ اور قضاء دونوں واجب ہیں) ا: قصداً ایسی چیز کھالی جو غذا یا دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ ۲: قصداً صحبت کر لی۔

وہ مفسدات جن سے صرف قضاء واجب ہوتی ہے: ا: زبردستی روزہ دار کا روزہ تڑوا دیا جائے۔ ۲: قصداً منہ بھر کے قے کر لی۔ ۳: قے آئی اور قصداً حلق میں اتار دی۔ ۴: روزہ یاد

ہونے کے باوجود بغیر ارادے کے غلطی سے حلق میں پانی اتر جائے۔ ۵: کنکری، کاغذ وغیرہ قصداً نگل لیا۔ ۶: دانتوں میں رہی ہوئی چنے کے برابر چیز کھالینا۔ ۷: کان میں تیل ڈالنا۔ ۸: بھولے سے کھایا اور پھر یہ سوچ کر قصداً کھا لیا کہ اب روزہ تو نہیں رہا۔ ۹: وقت کے اندازے میں غلطی ہوئی اور صبح صادق کے بعد کھا لیا کہ شاید ابھی صبح صادق نہیں ہوئی۔ ۱۰: رمضان شریف کے علاوہ قصداً کسی اور دن کا روزہ توڑ دیا۔ ۱۱: بادل اور غبار کی وجہ سے غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے روزہ توڑ دیا۔ ۱۲: دانتوں میں لگے ہوئے خون کو نگل لیا جبکہ خون غالب ہو۔

مکروہات روزہ: ۱: دانتوں سے گوندھ چبانا یا اور کوئی چیز چیونگم وغیرہ منہ میں رکھے رکھنا۔ ۲: زبان سے کوئی چیز چکھنا البتہ خواتین کے لیے بقدر ضرورت اجازت ہے۔ ۳: کلی یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ ۴: منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگلنا۔ ۵: غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالی گلوچ کرنا۔ ۶: بیقراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا۔ ۷: نہانے کی حاجت ہو جائے تو قصداً غسل کو صبح صادق کے بعد تک مؤخر کرنا۔ ۸: کوئلہ یا منجن سے دانت صاف کرنا۔

وہ چیزیں جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا: ۱: سرمہ لگانا۔ ۲: بدن پر تیل ملنا یا سر میں تیل لگانا۔ ۳: ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا۔ ۴: مسواک کرنا اگرچہ تازہ ہی کیوں نہ ہو۔ ۵: خوشبو لگانا یا سونگھنا۔ ۶: بھولے سے کچھ کھا پی لینا۔ ۷: بلا قصد خود بخود قے ہو جانا۔ ۸: اپنا تھوک نگلنا۔ ۹: بلا قصد مکھی یا دھوئیں کا حلق سے اتر جانا وغیرہ۔

باب:۳، اخلاقیات:

سخاوت و بخل

سخاوت: یہ وہ نعمت ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور یہ ایسی بیش قیمت نعمت ہے

جس سے آدمی بیک وقت خالق اور مخلوق دونوں کو خوش رکھ سکتا ہے خود نبی کریم ﷺ نے سخاوت کی اور ان حضرات کی جو سخاوت کرتے ہیں ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ سب سے بڑا سخی کون ہے سخیوں میں سے؟ تو یاد رکھو کہ سب سے بڑا سخی خود اللہ تعالیٰ ہے پھر اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت سے نوازا اور وہ علم پھیلانے میں مصروف ہے۔۔۔الخ اتحاف الخیرۃ ۱ ۱۳۸/۵ ج ۱ ص ۲۰۹)

یعنی ایک عالم دین کا اپنے علم کے مقتضاء پر عمل کرتے ہوئے علم پھیلانا بھی اعلیٰ درجہ کی سخاوت ہے اور ایمان والوں کی صفات میں سے عمدہ ترین صفت سخاوت ہے کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ بندے کے ساتھ لوگوں کی ضرورت کا متعلق ہونا بندے پر رب کے فضل کی دلیل ہے کہ اس نے لوگوں کی ضرورتیں اسکے ہاتھ سے پوری کروادی ہیں ورنہ وہ یہ کام کسی اور سے بھی تو لے سکتا ہے اور سخاوت کی ضد بخل ہے۔

بخل: بخل در حقیقت حب دنیا اور حب مال کا نتیجہ ہے کیونکہ بخیل کو جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتی ہے وہ اس کی مال سے محبت ہے اور جب بخیل آدمی کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ مال کی محبت کی وجہ سے مرنا اور اپنے رب سے ملنا پسند نہیں کرتا اور ایسا شخص جو اپنے رب سے ملنا پسند نہ کرے اللہ بھی ایسے شخص سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ تو اس شخص کی بربادی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ جس کا رب ہی اسے منہ لگانا پسند نہ کرے۔ سخی آدمی جس نے رب کے لیے مال خرچ کیا ہوگا وہ تو بہت خوشی سے مرے گا کہ اب جو اللہ تعالیٰ کے پاس مال جمع کروایا تھا اسے وصول کرنے کا وقت آگیا ہے مگر بخیل نے تو ساری زندگی دنیا ہی میں جوڑ جوڑ کر رکھا تھا اس کے پاس سوائے شرمندگی اور ندامت کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

بخل کے دو علاج: بخل کے دو علاج ہیں، ایک تو علمی ہے کہ بخل کے نقصانات پر غور کرے اور اس سے ہونے والی ذلت ورسوائی پر دھیان دے اور معاشرے میں بخیل لوگوں کو جو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا مشاہدہ کرے اور ساتھ یہ بھی سوچے کہ بخیل کی شریعت میں کیا حیثیت ہے، اس سے دماغ بخل کے خلاف اور سخاوت کی طرف آمادہ ہو گا اور ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ لینا چاہیے کہ جتنا بھی مال جمع کر رہا ہوں کل جب موت آئے گی تو سب دھرے کا دھرا رہ جائے گا بعد والے مزے اڑائیں گے اگر وہ نیک ہوئے تو اللہ ان کی ضرورتوں کا خود کفیل ہے تمہیں ان کے لیے مر مر کر جینے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ بدکردار اولاد ہو گی تو تمہارے جمع کیے ہوئے مال سے حرام کاری کرے گی جس کا وبال الٹا تم پر ہو گا اس لیے بخل سے بچ کر سخاوت والی زندگی اختیار کرنا ضروری ہے۔

اور بخل سے بچنے کا دوسرا علاج عملی ہے۔ وہ یہ کہ اپنے نفس پر جبر کر کے خیر کے کاموں میں مال خرچ کرے۔ دل پریشان بھی ہو گا اور مغموم بھی مگر نیکی کی حرارت سے وہ غم ڈھل جائے گا اور آہستہ آہستہ سے بخل کی جگہ سخاوت لے لے گی۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۳] سیدنا عثمان بن عفانؓ

حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

عبد مناف پر جا کر حضرت عثمان غنیؓ کا شجرہ نسب آپ ﷺ کے مبارک شجرہ نسب سے مل جاتا ہے اس لیے حضرت علیؓ کے بعد آپ ﷺ سے قریب ترین رشتہ حضرت عثمان غنیؓ ہی کا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ میانے قد کے انتہائی حسین و جمیل انسان تھے اور خاندان بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے جو کہ خاندان قریش سے ہے سپہ سالاری اور عسکری مہارت اس خاندان کا امتیازی وصف ہے اور آپؓ ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن کو سابقین فی الاسلام کا شرف حاصل ہے بعثت کے پہلے سال اپنے دوست سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا حضرت عثمانؓ عمر میں آپ ﷺ سے چھ سال چھوٹے تھے۔

بیعت رضوان اور عظمت عثمان بن عفانؓ: جب آپ ﷺ نے عمرہ کی غرض سے اپنے کم و بیش چودہ صد صحابہؓ کے ساتھ مکہ کا سفر فرمایا تو مشرکین آڑے آئے اور اسے اپنے اوپر حملہ متصور کیا آپ ﷺ نے معاملات کو سلجھانے اور مشرکین کو یہ بات بتانے کے لیے ہمارا مقصد صرف عمرہ ہے حضرت عثمان بن عبفاکوؓ اپنا سفیر بنا کر مکہ میں بھیجا ادھر افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان بن عبفاکوؓ شہید کر دیا گیا ہے آپ ﷺ اس قتل ناحق پر شدید خفاء ہوئے اور آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دم عثمان کا قصاص لینے کا کہا سب صحابہؓ نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان بن عفارکاؓ ہاتھ قرار دیا اور اللہ کو آپ ﷺ اور صحابہؓ کی یہ اداء اس قدر پسند آئی کہ اس بیعت کا تذکرہ قرآن پاک میں فرمایا اور صحابہؓ کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ قرار دیا۔

سعادت شہادت: حضرت عثمان بن عفانؓ کو آپ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں شہادت کی خبر دے دی تھی کہ آپ کو ظلماً شہید کیا جائے گا لہذا اس سعادت کا حاصل ہونا یقینی تھا۔ سبائی جو کہ ظاہراً مسلمان اور باطناً یہودی تھے انہوں نے ایک منظم سازش کے تحت مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عثمان غنیؓ سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا مگر حضرت عثمان غنیؓ نے آپ ﷺ کی وصیت کی وجہ سے خلافت کی قمیص نہ اتاری اور دستبرداری سے انکار کر دیا، انہوں نے حملہ کیا۔ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ نے ان بلوائیوں سے جہاد کی اجازت مانگی مگر حضرت عثمان غنیؓ نے بعض وجوہ سے اجازت نہ دی۔

- آپؓ کو اپنی شہادت کا کامل یقین تھا اس لیے آپؓ نہیں چاہتے تھے کہ میری خاطر کسی کا خون بہے۔
- شہر رسول ﷺ کو اپنی وجہ سے خون سے رنگین نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔
- آپؓ نہیں چاہتے تھے کہ امت کا پہلا شخص میں ہوں جس کی وجہ سے امت میں تلوار چلانے کی رسم چل نکلے سو آپؓ نے ان وجوہات سے صحابہؓ کو جہاد کی اجازت نہ دی۔

اعزازات و خدمات:

- حضرت عثمانؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ پیغمبر ﷺ کی دو نور نظر صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپؓ کے نکاح میں آئیں اس لیے انہیں ذی النورین کہا جاتا ہے۔
- حضرت عثمان غنیؓ کو دوہری ہجرت کرنے کا دوہرا اجر ملا، ایک دفعہ ہجرت حبشہ کا اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کا۔
- تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے شہادت کا درجہ صرف آپؓ کو ملا۔
- آپؓ نے جیش عسرہ میں اتنا مال دیا کہ اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ بہت مسرور ہوئے۔
- مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا یہ وہی کنواں ہیں جس کا آخر میں آپؓ کو پانی پینا بھی نصیب نہیں ہوا اور بلوائیوں نے پانی روک دیا تھا۔
- آپؓ کو جامع القرآن ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- آپؓ سے بغض رکھنے والے کا جنازہ پڑھنے سے آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔
- اسلامی بحری بیڑا آپؓ کے حکم سے تیار ہوا اور اسلامی فتوحات میں اضافہ ہوا۔
- افریقہ کی جنگ جسے حضرت عمرو بن العاصؓ جیسے جرنیل بھی فی الحال نقصان قرار دے رہے تھے آپؓ نے محض جذبہ ایمانی اور عسکری فراست سے افریقہ کو فتح کیا۔
- تمام جنگوں میں آپ ﷺ کے شانہ بشانہ شریک ہوئے ماسوائے جنگ بدر کے اس میں اپنی بیوی جو کہ آپ ﷺ کی بیٹی تھی، کی تیمارداری میں مصروف تھے مگر آپ ﷺ نے انہیں

جنگ میں شریک قرار دیا اور مال غنیمت سے ان کا حصہ مقرر کیا۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے اقوال زریں:

۱: گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے۔

۲: ایسی بات نہ کہو جو لوگوں کی سمجھ سے باہر ہو۔

۳: علماء کرام کی مالداروں سے دوستی ریاکاری کی دلیل ہے۔

۴: ہر وہ کام دنیا ہے جس سے آخرت مقصود نہ ہو۔

۵: جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا اس قدر ہی اس سے بے رغبت ہوا۔

۶: اپنا بوجھ لوگوں پر نہ ڈالو چاہے کم ہو یا زیادہ۔

۷: امراء (مالداروں) کی تعریف سے پرہیز کرو اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

۸: فقر پر صبر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراخی نصیب ہوتی ہے۔

۹: غلط جگہ پر مال خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔

۱۰: آہستہ بولنا نیچی نگاہ رکھنا اور میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۱۸۱۸ء میں نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظمؓ سے جا ملتا ہے۔ سات برس کی عمر میں یتیم ہو گئے پھر اپنی مدد آپ کے تحت ذاتی شوق سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی اور دہلی میں جا کر وقت کے عظیم فقہاء و علماء سے علم حاصل کیا۔ آپؒ علم تصوف میں امام وقت تھے اور صاحب کشف و

کرامات بزرگ تھے۔ آپؒ کے متبعین اور فیض یافتگان میں سے برصغیر پاک وہند کے اجل علماء کرام تھے جن کی عظمت کا سورج آج بھی نصف النہار پر مسکرا رہا ہے وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے در کی چاکری کرتے تھے۔ مثلاً حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، وغیرہ اور دیگر خواص وعام حضرات۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی استعمار کے خلاف بھرپور جہاد میں شرکت کے باعث برطانوی حکومت کے معتوب ٹھہرے آپؒ نے ۱۸۵۹ء میں ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اس لیے مہاجر مکی کے لقب سے معروف ہوئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ہندوستان میں برپا ہونے والی تین عظیم الشان تحریکوں کے بلواسطہ یا براہ راست سرپرست تھے۔

مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے ۱۸۶۷ء میں دیوبند میں قائم ہونے والا دارالعلوم جو آج ایک تناور درخت بن کر پوری دنیا میں دین اسلام کے پیروکاروں کے لیے شجر سایہ دار بن چکا ہے وہ حضرت ہی کے مریدین مولانا یعقوب نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ کی مساعی کا نتیجہ ہے۔

باطنی اصلاح کی دوسری اہم تحریک جسے تبلیغی جماعت کہتے ہیں جس نے شرق تا غرب ہر جگہ احیاء سنت کا ڈنکا بجایا ہے اور آج یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد اس جیسی منظم اصلاحی جماعت زمین پر آسمان نے نہیں دیکھی۔ اس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے واسطے سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مستفیدین میں سے تھے۔

اور تیسری اہم تحریک جو آزادی وطن کے نام سے موسوم ہے جس میں مسلمانوں

نے انگریز کے پنجہ استبداد سے اپنا ملک واپس چھینا اس تحریک کے سرخیل حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید تھے اور پاکستان میں سب سے پہلے آزادی وطن کا پرچم لہرانے والے شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ڈھاکہ میں پرچم لہرانے والے حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ یہ حضرات بھی بلواسطہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ہی فیض یافتگان میں سے تھے۔

فتنہ مرزائیت اور حضرت حاجی صاحبؒ کی نگاہ دور بین: جب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ فریضہ حج کے لیے حرم گئے اور وہاں جا کر سکونت کا ارادہ فرمایا تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پیر صاحب آپ واپس چلے جائیں کہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ نمودار ہو گا آپ اگر ہندوستان میں خاموشی سے بھی رہے تو آپ کی برکت سے وہ فتنہ ترقی نہیں کر سکے گا حاجی صاحبؒ کے کشف نے فتنہ مرزائیت کی تخم ریزی دیکھ لی تھی اس لیے اپنے خلیفہ پیر مہر علی شاہؒ کو ہندوستان بھیج دیا اور انہوں نے آ کر پھر اس فتنہ کی ایسی شاندار سرکوبی کی کہ آج بھی پیر مہر علی شاہؒ کا نام مرزائیت کے سامنے آجائے تو مرزائیت کے اوسان خطاء ہو جاتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی تمام زندگی خدمت دین مبین میں گزار کر ۱۸۹۹ء کو مکہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں دفن ہوئے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

باب:۶، اذکار مسنونہ:

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعاء: جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو بیت الخلاء کے دروازے پر یہ دعا پڑھے۔ "بسم الله اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۴۲)

اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ طلب

کرتا ہوں۔}

بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت کی دعاء: "غفرانک" (سنن ابی داؤد ص ۳۰)

{اے اللہ میں تیری بخشش کا طلبگار ہوں۔}

باب:۷، لوح مرزا:

شریعت اسلام اور مرزائی شریعت

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کا پیغام یہود و نصاریٰ کے مشترکہ استعماری مقاصد کی کارستانی ہے۔ جو دین اسلام کی حقانیت اس کے اثر و رسوخ اور عالمی دنیا پر اس کے اثرات سے خوفزدہ دین اسلام کے باغیوں یہود و نصاریٰ کی برپا کردہ ہے دراصل یہ اسلام پر پیٹھ پیچھے سے کیا گیا وار ہے جس کی زہرناکی پوری شدت سے محسوس کی گئی مرزا غلام قادیانی نے جس طرح ارکان اسلام میں پیغمبر اسلام ﷺ کے مقابل نیا کلمہ، نئی نماز، نیا روزہ، نیا حج، نئی زکوۃ اور نیا جہاد بنا لیا تو اب اس بد بختی اور شقاوت جس میں اس نے قدم قدم پر آپ ﷺ کی مخالفت کی چند حوالے بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔ تاکہ ظلی صاحب کی ضلالت آشکارہ ہو سکے۔

۱: وفات موسیٰ علیہ السلام: آپ ﷺ نے فرمایا: "مررت علی موسی لیلۃ اسری بہ عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (مسلم شریف جلد ۲، ص۲۶۸)

{کہ معراج کی رات میں موسی علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔}

مرزائی شریعت: مرزا قادیانی اس کے برعکس کہتا ہے کہ: "حضرت موسی کلیم اللہ کی حیات تو قرآن کی نصوص سے ثابت ہے۔"

(حمامۃ البشری، روحانی خزائن، ج۷، ص، ۲۲۱، عکسی حوالہ نمبر ۱)

۲: بدی کا بدلہ بدی سے دینا: اسلام میں معاف کر دینے کی بہت اہمیت ہے اور شریعت

کی نظر میں معاف کرنا اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ویسے ہی بدلہ لینا چاہے تو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ میں اسے بھی جائز رکھا گیا ہے اس سے معاشرتی بگاڑ ختم ہوتا ہے اگر بدی کا بدلہ بعض اوقات بدی سے نہ دیا جائے تو مفسد لوگ سرکش ہو جاتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا"
(سورہ شوریٰ آیت ۴۰)

لیکن ظلی بروزی صاحب جو کہ عکس پیغمبر ہونے کے معاذاللہ مدعی ہیں وہ عکس صاحب اس کے برعکس یوں ارشاد فرماتے ہیں: "جو بدی کا بدی سے مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔" (خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن ج۱۶ ص ۲۹، عکسی حوالہ نمبر ۲)

اور قارئین کو یاد ہو گا کہ انتہائی گرم پانی سے استنجاء کرنے بعد جب مرزا کی ...(شرمگاہ) جل گئی تھی تو خود کس طرح انتقام لے کر خادمہ کے ہاتھ جلا دیئے تھے۔

۳: قوموں کی تفریق: ہمارے پیغمبر رحمت ﷺ کے لائے ہوئے دین میں انسانوں کی گروہ بندی اور ذات پات کی بنیاد پر ان کی تقسیم اعلیٰ اور ادنیٰ کے ساتھ نہیں کی گئی بلکہ قومیں اور قبیلے محض آپ کی پہچان کو برقرار رکھنے کے لیے بنائے گئے ہیں کسی قوم کو دوسری سے پنچ یا گھٹیا کہہ کر اس کی اہانت نہیں کی گئی ہاں البتہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے کو دوسروں سے ممتاز شمار کیا گیا ہے چاہے وہ کسی بھی قوم کا ہو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى" (مسند احمد رقم الحدیث ۲۳۴۸۹)

اس کے برعکس انگریز کے نظریہ (ڈیوائڈ اینڈ رول تقسیم کرو اور حکومت کرو) کی کوکھ سے جنم لینے والا نبی مرزا غلام قادیانی انسانوں کی تقسیم کرتے ہوئے کہتا ہے: "مثلاً ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کی خادم اور پنچ قومیں سمجھی جاتی ہیں جیسے

حجام، موچی، تیلی، ڈوم، سقے، قصائی، جولاہے، دھوبی اور نانبائی وغیرہ۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن ج۱۵ ص۲۷۷، عکسی حوالہ نمبر۳)

یہ تقسیم مرزائی اسلام کی ہے اللہ کے نازل کردہ اسلام کی نہیں۔

۴: وقوع قیامت کا علم: ہمارے پیغمبر ﷺ سے جب وقوع قیامت کا وقت معلوم کیا گیا تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی: "يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ" (سورہ الاعراف آیت ۱۸۷)

"وہ آپ ﷺ سے وقوع قیامت کا سوال کرتے ہیں آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے۔" اس کے برعکس مرزا غلام احمد قادیانی، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے ہوئے کہتا ہے: "یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن ج۲۰ ص۲۰۹، عکسی حوالہ نمبر۴)

۵: تکمیل دین: جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کا اعلان فرمایا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" "کہ آج کے دن تم پر دین کو مکمل کر کے اتمام نعمت کردیا ہے۔

اس مکمل دین میں کسی کافر گورنمنٹ کی ایسی وفاداری کا اشارہ تک نہ تھا جس فرمانبرداری میں ضمیر سے ہاتھ دھونے پڑیں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے: "سو میرا مذہب جس کا بار بار اعلان کرچکا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کریں اور دوسرا اس سلطنت کی جس نے ظالموں کے ہاتھوں سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہے سو وہ سلطنت برطانیہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن ج۶ ص۳۸۰، عکسی حوالہ نمبر۵)

۶: شرعی پردہ اور غیرت مرزا: اسلام ایک باحیاء اور غیور دین ہے جس کی مثال پیش

کرنے سے دنیا عاجز ہے اور غیرت ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں غیور ہوں میرا اللہ مجھ سے بھی غیور ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ "اتعجبون من غیرۃ سعد انا اغیر من سعد واللہ اغیر منی"

(سنن دارمی، حدیث نمبر ۲۲۸۲)

لیکن اس کے برعکس مرزا غلام احمد قادیانی کی غیرت ملاحظہ فرمائیں کہ ایک دفعہ جب مرزا اپنی اہلیہ کے ساتھ ریلوے سٹیشن پر گاڑی کا انتظام کر رہا تھا اس وقت آنے جانے والے مرزا کی اہلیہ کو دیکھ رہے تھے مرزا کا ایک صحابی عبدالکریم جو کچھ غیور تھا اس نے مرزا سے کہا کہ یہاں لوگوں کی آمد و رفت ہے آپ ذرا اہلیہ کو پردے میں بٹھا دیجیے اس پر مرزا کی بے غیرتی نے جوش مارا اور بولا: "جاو میاں میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔"

(سیرت المہدی ج ۱ ص ۶۳، عکسی حوالہ نمبر ۶)

۷: دعاء: دنیا میں انسان کو اپنی ضروریات کے لیے اپنے رب سے رجوع کرنا پڑتا ہے اس خدا سے مانگنے والے عمل کو دعاء کہتے ہیں۔ دعاء کی اصل تو یہ ہے کہ پوری عاجزی اور دلجمعی کے ساتھ کی جائے اور جس طرح مسلمان اپنے لیے دعا کرتے ہیں ایسے ہی بغیر کسی دنیاوی غرض کے اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور حدیث مبارکہ میں اپنے کسی بھائی کے لیے دعا کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ إِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ" (سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۵۳۵)

"سب سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب آدمی کسی غائب کیلئے کرے یعنی غائبانہ ایک دوسرے کو دعا دینا۔"

دعا جیسی خدا کی نعمت کو کمائی کا ذریعہ بنانا۔

مرزا قادیانی کی حرص طبعی کا نتیجہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی سے کسی نے دعا کے

لیے عرض کیا تو" مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ایک لاکھ دو پھر دعا کروں گا۔"

(سیرت المہدی ۲۵۷، عکسی حوالہ نمبر ۷)

مرزائیت میں ہر چیز کی سیل لگی ہوئی ہے ضمیر غیرت حیاء اور دعاء سب برائے فروخت ہیں مرزا کی نبوت خالصتاً کسبی نبوت ہے اور کسبیوں کے کوٹھے پر مرزا صاحب اپنی نبوت کو لے کر بیٹھے ہیں فرق ہو گا تو صرف دام کا یا نیلام عام کا۔

۸: زمینوں و آسمان کس کیلئے بنائے گئے ؟: امت مسلمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ زمین و آسمان آپ ﷺ کے لئے بنائے گئے جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے: "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ"

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص ۵۲۵، طبع چہارم، از مرزا قادیانی، عکسی حوالہ نمبر ۸)

"(اے مرزا) اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔"

۹: افضل آپ ﷺ یا مرزا قادیانی: پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ پوری کائنات سے اشرف وافضل ہیں مگر مرزا قادیانی اپنے آپ کو آپ ﷺ سے افضل گردانتا ہے اور اپنی دانست میں اپنی آمد کو چھٹے ہزار سال کے آخر میں آپ ﷺ کا ظہور ثانی بلکہ اصل سے بہتر نقل کو قرار دیتا ہے مرزا اپنی عظمت کا اعلان یوں کرتا ہے:

"جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی ہے پس اس نے حق کا اور نص قرآنی کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔"

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۲، مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۶، ص ۲۷۱، ۲۷۲، عکسی حوالہ نمبر ۹)

۱۰: آخری اینٹ: آپ ﷺ نے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قصر نبوت کی مثال ایک محل کی سی ہے جس میں ایک اینٹ کی کمی تھی ہر دیکھنے والا اس پر تعجب کرتا تھا۔اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے قصر نبوت کی وضاحت اس انداز سے فرمائی کہ خود کو آخری اینٹ سے تشبیہ دی اور خود کو عمارت مکمل کرنے والا بتایا مگر مرزا قادیانی اس کے برعکس "خود کو آخری اینٹ قرار دیا" اور آپ ﷺ کی تکذیب کی۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن ج۱۶، ص۱۷۸، عکسی حوالہ نمبر۱۰)

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۱

السماء . وأنت تعلم أن جسمه العنصری مدفون فی المدینة، فما معنی هذا الحدیث إلا الحیاة الروحانی والرفع الروحانی الذی هو سُنّة اللّٰه بأصفیائه بعدما توفاهم؟ کما قال: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ [1]، وما معنی قول :اِرْجِعِی إِلٰی رَبِّکِ إلّا المعنی الذی یُفهم من قول : رَافِعُکَ إِلَیَّ ' فإن الرجوع إلی اللّٰه راضیة مرضیة والرفعُ إلی اللّٰه أمرٌ واحد، وقد جرت عادة اللّٰه تعالٰی أنه یرفع إلیه عباده الصالحین بعد موتهم، ویؤویهم فی السماوات بحسب مراتبهم، ولأجل ذلک لقی نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم کل نبی خلا من قبله فی لیلة المعراج فی السماوات، فوجد آدم فی السماء الدنیا، ووجد عیسی وابن خالته یحیٰی فی السماء الثانیة، ووجد موسٰی فی السماء الخامسة. وهذه الأحادیث صحیحة تجدها فی البخاری وغیره من الصحاح، ثم الذین لا یریدون الحق یتعامون وینسون رفع الأنبیاء کلهم، ویصرون علی حیاة عیسٰی ورفعه، ویقرأون حدیث المعراج ثم ینسونه، ویضیعون أعمارهم غافلین.

أ عیسٰی حیٌّ ومات المصطفٰی تلک إذًا قسمة ضیزی! اعدلوا هو أقرب للتقویٰ. وإذا ثبت أن الأنبیاء کلهم أحیاء فی السماوات، فأیّ خصوصیة ثابتة لحیاة المسیح أهو یأکل ویشرب وهم لا یأکلون ولا یشربون؟ بل حیاة کلیم اللّٰه ثابت بنصّ القرآن الکریم.. ألا تقرأ فی القرآن ما قال اللّٰه تعالٰی عزّ و جلّ: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ [2]، وأنت تعلم أن هذه الآیة نزلت فی موسی، فهی دلیل صریح علی حیاة موسٰی علیه السلام، لأنه لقی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، والأموات لا یلاقون الأحیاء . ولا تجد مثل هذه الآیات فی شأن عیسی علیه السلام، نعمْ

[1] الفجر:۲۸،۲۹ [2] السجدة:۲۴

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۲

تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اُسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے۔ اِس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے گئے۔ لہٰذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔ جو شخص ایک شخص کو اس غرض سے تلخ دوا دیتا ہے کہ تا وہ اچھا ہو جائے وہ اس سے نیکی کرتا ہے ایسے آدمی کی نسبت ہم نہیں کہتے کہ اُس نے بدی کا بدی سے مقابلہ کیا۔ ہر ایک نیکی اور بدی نیت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ تمہاری نیت کبھی ناپاک نہ ہو تا تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ۔

یہ اشتہار منارہ کے بننے کے لئے لکھا گیا ہے مگر یاد رہے کہ مسجد کی بعض جگہ کی عمارات بھی ابھی نادرست ہیں اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ جو کچھ منارۃ المسیح کے مصارف میں سے بچے گا وہ مسجد کی دوسری عمارت پر لگا دیا جائے گا۔ یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔ یہ روپیہ بہت سی برکتیں ساتھ لے کر پھر آپ لوگوں کی طرف واپس آئے گا میں اِس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ اور ختم کرتا ہوں اور خدا کے سپرد۔

سبق نمبر۳، عکسی حوالہ نمبر۳

﴿۶۶﴾

وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔(۱) ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے بلکہ اُن کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور اُن کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر دم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتّی الوسع خدا تعالیٰ کی ادقّ سے ادقّ رضامندی کی راہوں پر چلتے اور اُس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں اور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم میں سے ہوں جو علو نسب اور شرافت اور نجابت اور امارت اور ریاست کا خاندان ہو بلکہ حسب آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[۱]☆ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ سقّے۔ قصائی۔ جولاہے۔ کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑ بھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ تمام لوگ توبہ نصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور فیضان کی موجیں بڑے جوش سے جاری ہیں اور اُس قدوس ابدی کے دریائے محبت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے اُن تمام میلوں سے پاک ہو سکتے ہیں جو عرف اور عادت کے طور پر اُن پر لگائے جاتے ہیں۔ اور پھر بعد اس کے کہ وہ اُس خدائے قدوس سے مل گئے۔ اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اور اس کی رضا میں کھوئے گئے سخت بدذاتی ہوتی ہے کہ اُن کی کسی نیچ ذات کا ذکر بھی کیا جائے کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا اور خدا میں جا ملے اور اِس لائق ہو گئے کہ

☆ ترجمہ۔ تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ کی راہوں پر چلتا ہے۔ منہ

[۱] الحجرات: ۱۴

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۴

روحانی خزائن جلد ۲۰ ۲۰۹ لیکچر سیالکوٹ

مشابہت سے خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے اخیر میں پیدا کیا۔ گویا وہ بھی دن کی آخری گھڑی ہے اور چونکہ اوّل اور آخر میں ایک نسبت ہوتی ہے اس لئے مسیح موعود کو خدا نے آدم کے رنگ پر پیدا کیا۔ آدم جوڑا پیدا ہوا تھا اور بروز جمعہ پیدا ہوا تھا۔ اِسی طرح یہ عاجز بھی جو مسیح موعود ہے جوڑا پیدا ہوا اور بروز جمعہ پیدا ہوا۔ اور اِس طرح پیدائش تھی کہ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر اس کے عقب میں یہ عاجز پیدا ہوا۔ اِس طرح کی پیدائش ختم ولایت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ غرض یہ تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے سر پر آئے گا۔ اِسی وجہ سے گذشتہ سالوں میں عیسائی صاحبوں میں بہت شور اٹھا تھا اور امریکہ میں اس مضمون پر کئی رسالے شائع ہوئے تھے کہ مسیح موعود نے اِسی زمانہ میں ظاہر ہونا تھا کیا وجہ کہ وہ ظاہر نہ ہوا۔ بعض نے ماتمی رنگ میں یہ جواب دیا تھا کہ اب وقت گذر گیا۔ کلیسیا کو ہی اس کے قائم مقام سمجھ لو۔ القصہ میری سچائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ مَیں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہوا ہوں اور اگر اَور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کے لئے کافی تھی کیونکہ اگر اس کو ردّ کر دیا جائے تو خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں باطل ہوتی ہیں جن کو الٰہی کتابوں کا علم ہے اور جو اُن میں غور کرتے ہیں اُن کے لئے یہ ایک ایسی دلیل ہے جیسا کہ ایک روزِ روشن۔ اِس دلیل کے ردّ کرنے سے تمام نبوتیں ردّ ہوتی ہیں اور تمام حساب درہم برہم ہو جاتا ہے اور الٰہی تقسیم کا شیرازہ بگڑ جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔ پھر آدم سے اخیر تک سات ہزار سال کیونکر مقرر کر دیئے جائیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں صحیح طور پر فکر نہیں کیا۔ مَیں نے آج یہ حساب مقرر نہیں کیا یہ تو قدیم سے محققین اہل کتاب میں مسلّم چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی فاضل بھی اس کے قائل رہے ہیں اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی

﴿۸﴾

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۵

روحانی خزائن جلد ۶ — ۳۸۰ — شہادۃ القرآن

میں تو دلوں کو اندر ہی اندر دے دی ہے بہرحال جبکہ ہمارے نظام بدنی اور امور دینوی میں خدا تعالیٰ نے اس قوم میں سے ہمارے لئے گورنمنٹ قائم کی اور ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں اس لئے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح کہ ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر یک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسری کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال اُن کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اُس سے جہاد کیسا۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو مَیں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دُوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلاف مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے جو انھوں نے پسند کی ہیں۔ لیکن ان مذہبی امور کو رعیت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

Published in 2008

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۶

پر زندہ رنگا باسپرنگ بن بیٹھ دیکھا کہ وہی شیر ہے۔ [illegible] اور [illegible] اس وقت بہت بچو دہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے ملاقات رکھتا تھا۔

(۶۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعود کے متعلق کہا کرتے تھے کہ جب تو آپ کے منہ سے ہوتے تھے ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے [illegible] معلوم ہوتا تھا [illegible] [illegible] بڑے غصہ [illegible] [illegible] مسیح موعود [illegible] [illegible] [illegible] میں [illegible] [illegible]

(۶۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر سے واپس آ رہے تھے سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے؟

(۶۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن دنوں میں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا ایک دفعہ حضرت مسیح موعود نے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کو اسکے دیکھنے کے لئے گھر میں بلایا اس وقت آپ صحن میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ مولوی صاحب آتے ہی آپ کی

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۷

۲۵۶

کو بھی ان دنوں میں خارش کی تکلیف ہو گئی تھی۔

(۲۴۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ کا نام نصرت جہاں بیگم ہے اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ان کا مہر میر صاحب کی تجویز پر گیارہ سو روپیہ مقرر ہوا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہماری نانا جان صاحب کا نام میر ناصر نواب ہے۔ میر صاحب خواجہ میر درد صاحب دہلوی کے خاندان سے ہیں اور پنجاب کے محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ اور قریباً عرصہ پچیس سال کا ہوا پنشن پر ہیں۔ شروع شروع میں میر صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کچھ مخالفت کی تھی لیکن جلد ہی تائب ہو کر بیعت میں شامل ہو گئے۔

(۲۴۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبدالعزیز صاحب ہوتے تھے۔ جو کرم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا۔ سو لاکھوں روپے کا مالک تھا مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ جو اس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبدالعزیز نے مجھے بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں۔ تم قادیان جاؤ اور مرزا صاحب سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کیلئے کہا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک تقریر فرمائی۔ جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے جب آدمی کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے یا تو اس شخص کیساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ جس کی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے۔ جو دعا کے لئے ضروری ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کے لئے دعا نکلے۔ مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کے لئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کیلئے دعا کریں گے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دیدیگا۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دیدیا۔ مگر وہ خاموش ہو گیا اور آخر وہ شخص لاولد ہی مر گیا اور اس کی جائداد اس کے دور نزدیک کے رشتہ داروں میں کئی جھگڑوں اور مقدموں کے بعد تقسیم ہوئی۔

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۸

۴ مئی ۱۹۰۶ء "اِنِّیْ مَعَ الْاَکْرَامِ۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔"[1]

(بدر جلد ۲ نمبر ۱۹ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۵ مئی ۱۹۰۶ء رؤیا۔ "ایک شخص نے ایک دوائی کو لاوائن کی ایک بوتل دی جو سرخ رنگ کی دوائی ہے اور بوتل بند کی ہوئی ہے اور اس پر رسّیاں لپیٹی ہوئی ہیں۔ ظاہر دیکھنے میں تو بوتل ہی نظر آتی ہے مگر جس شخص نے دی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب دیتا ہوں۔ دیکھنے میں تو بوتل ہی نظر آتی تھی لیکن کہنے میں وہ شخص اس کا نام کتاب رکھتا ہے۔ اس وقت مَیں کہتا ہوں کہ اس کا وقت آگیا ہے۔ اس کو نوکر رکھا جائے۔ اور مَیں نے اس کتاب پر دستخط کر دیئے ہیں۔ پھر الہام ہوا۔

یہ میری کتاب ہے اس کو کوئی ہاتھ نہ لگاوے مگر وہی جو میرے خاص خدمت گار ہیں۔

پھر الہام ہوا۔

اَللّٰہُ یُعْلِیْنَا وَلَا نُعْلٰی[2]

فرمایا۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ ہم دشمنوں پر غالب ہوں گے اور دشمن سے مغلوب نہ ہوں گے۔"

(بدر جلد ۲ نمبر ۱۹ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۵ مئی ۱۹۰۶ء "پھر بہار آئی، تو آئے ثلج کے آنے کے دن"

ثلج کا لفظ عربی ہے۔ اِس کے ایک تو یہ معنے ہیں کہ وہ برف جو آسمان سے پڑتی ہے اور شدّتِ سردی کا موجب ہو جاتی ہے اور بارش اس کے لوازم سے ہوتی ہے۔ اس کو عربی میں ثلج کہتے ہیں۔

اِن معنوں کی بناء پر اِس پیشگوئی کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ بہار کے دنوں میں آسمان سے ہمارے ملک میں خدا تعالیٰ غیر معمولی طور پر یہ آفتیں نازل کرے گا اور برف اور اس کے لوازم سے شدّتِ سردی اور کثرتِ بارش ظہور میں آئے گی۔ اور دوسرے معنے اس کے عربی میں اطمینانِ قلب حاصل کرنا ہے یعنی انسان کو کسی امر پر ایسے دلائل اور شواہد میسّر آجاویں جس سے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ اِسی وجہ سے کہتے ہیں کہ فلاں تقریر موجبِ ثلجِ قلب ہوگئی یعنی ایسے دلائلِ قاطعہ بیان کئے گئے جن سے کُلّی اطمینان ہوگئی۔ اور یہ لفظ کبھی خوشی اور راحت پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو اطمینانِ قلب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب انسان کا دِل کسی

---

[1] (ترجمہ) تحقیق مَیں بزرگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر تو نہ ہوتا تو مَیں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

[2] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہمیں اُونچا کرے گا ہم نیچے نہیں کئے جائیں گے۔

سبق نمبر۳، عکسی حوالہ نمبر۹

روحانی خزائن جلد۱۶ ۲۷۲ خطبہ الھامیہ

السّلام كان في آخر الألف السادس أعني في

در آخر ہزار ششم یعنی

چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی

هذه الأيام أشدّ وأقوٰى وأكملَ من تلك

دریں ایام نسبت بآں سالہا اکمل و اقویٰ و اشد است

اِن دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔

الأعوام، بل كالبدر التامّ، ولذالك لا نحتاج

بلکہ مانند بدر کامل است۔ ازیجاست کہ ما احتیاج

بلکہ چودہویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اور اس لئے ہم

إلى الحُسام، ولا إلى حزبٍ من محاربين، و

بشمشیر و گروہ رزم آوراں نداریم و

تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں اور

لأجل ذالك اختار اللّه سبحانه لبعث المسيح

بجہت ہمیں معنی است کہ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ برائے بعثت مسیح موعود

اسی لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے

الموعود عِدّةً من المئات كعِدّة ليلةِ البدر من

شمار صدہا را مانند شمار شب بدر از

صدیوں کے شمار کو رسول کریم کی ہجرت کے بدر کی راتوں

هجرة سيدنا خير الكائنات لتدلّ تلك العِدّة

ہجرت رسول کریم اختیار فرمود تا آں شمار بر مرتبہ کہ

کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تا وہ شمار اس مرتبہ پر

﴿۱۸۲﴾

Published-in 2008

سبق نمبر ۳، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

فأراد اللّه أن يُتمّ النبأ ويُكمِل البناء باللبنة

پس خدا ارادہ کرد کہ پیشگوئی را بکمال رساند و بخشت آخری بنا را

پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ

الأخيرة، فأنا تلك اللبنة أيها الناظرون .وكان

تمام کند۔ پس من ہماں خشت ہستم و چنانچہ

بنا کو کمال تک پہنچا دے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں اور

عيسى علمًا لبنى إسرائيل وأنا عَلَمٌ لكم أيها

عیسیٰ نشانے برائے بنی اسرائیل بود ہمچناں من برائے شما اے تبہ کاران

جیسا کہ عیسیٰ بنی اسرائیل کے لئے نشان تھا ایسا ہی میں تمہارے لئے اے تبہ کارو

المفرطون .فسارِعوا إلى التوبة أيها الغافلون .

یک نشان ہستم پس اے غافلان بسوئے توبہ بشتابید

ایک نشان ہوں۔ پس اے غافلو! توبہ کی طرف جلدی کرو۔

وإنّى جُعِلْتُ فردًا أكمَلَ من الذين أُنعِمَ عليهم فى

و من از گروہ منعم علیہم فرد اکمل کردہ شدم

اور میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں

آخر الزمان، ولا فخر ولا رياء ، واللّهُ فعَل كيف

و ایں از فخر و ریا نیست و خدا چنانکہ

اور یہ فخر اور ریا نہیں۔ خدا نے جیسا

أراد وشاء ، فهل أنتم تحاربون اللّه وتزاحمون .

خواست کرد پس آیا شما باخدا جنگ و پیکار مے کنید

چاہا کیا۔ پس کیا تم خدا کے ساتھ لڑتے ہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:۴

باب:۱،ایمانیات:

حضرات صحابہ کرامؓ

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے ان جانثاروں کی جماعت جنہوں نے حالت ایمان میں آپ ﷺ کی زیارت کی یا آپ ﷺ کی صحبت پائی اور ایمان کی ہی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے انہیں صحابہ کرامؓ کہا جاتا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضل ترین انسان حضرات صحابہ کرامؓ ہیں اور پھر صحابہ کرامؓ میں بھی فرق مراتب ہے کہ بعض صحابہ، بعض سے افضل ہیں، یہ افضلیت صحابی کو صحابی کے اعتبار سے ہوگی نہ کہ بقیہ امت کے اعتبار سے اس لیے کہ تمام امت کے صلحاء و فقہاء مل کر بھی کسی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

امت میں سب سے افضل سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں پھر سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ہیں پھر سیدنا حضرت عثمان غنیؓ اور پھر سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ پھر عشرہ مبشرہ میں سے بقیہ چھ صحابہ جو مذکورہ بالا چار صحابہ کے علاوہ ہیں پھر اصحاب بدر افضل ہیں پھر اصحاب احد پھر بیعت رضوان والے اور پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے اور غزوات میں شریک ہونے والے افضل ہیں۔

تمام صحابہ کرامؓ معیار حق اور تنقید سے محفوظ ہیں یعنی کسی کی تنقید سے ان کی عظمت شان متاثر نہیں ہو سکتی اور کسی صحابیؓ کو اس کے کسی عمل کی وجہ سے مطعون نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سب سیات اور خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور مواخذہ

اخروی سے محفوظ فرما دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہمارے مذہب دین اسلام کے ہیروز ہیں کسی تاریخی ناول یا افسانے کا مرکزی کردار نہیں ہیں اس لیے تاریخ کے اندر صحابہ کرامؓ کے بارے میں پائے جانے والی قابل اعتراض تحریرات کی بنیاد پر صحابہؓ سے بدگمان ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا ایمان سے محرومی کا ذریعہ ہے۔ صحابہؓ کو ہمیشہ قرآن وسنت کی نظر سے دیکھنا چاہیے بغض و عناد کے حامل مؤرخین کی گھڑی ہوئی تواریخ کی نگاہ سے مقام صحابہؓ کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

تمام صحابہؓ عادل ہیں کسی صحابیؓ پر جرح نہیں کی جائے گی: صحابہؓ کا اجماع معصوم ہے جس بات پر صحابہؓ کا اتفاق ہو جائے وہ بات اسلام کی قطعیات میں سے ہو گی جیسے جمع قرآن اور تراویح کی جماعت۔

صحابہ کرامؓ کی کرامات حق ہیں ان کرامات اور دیگر اولیاء امت کی کرامات کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ بالکل برحق اور سچ ہیں ان میں بظاہر ہمیں ہاتھ صحابی یا ولی کا نظر آتا ہے مگر درحقیقت وہ خدا کا فعل ہوتا ہے خدا چاہے تو ظاہر کرے اور اگر خدا نہ چاہے تو نہ ظاہر کرے۔

امت مسلمہ کے اندر پیدا ہونے والی فرقہ واریت میں طائفہ منصورہ اور اہل حق جماعت وہ ہو گی جو نبی کریم ﷺ کے راستے پر صحابہؓ کے طریقے سے چلے اور صحابہؓ کے راستے سے اعراض کرنے والا یا ان سے بدگمانی رکھنے والا راہ راست پر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ پیغمبر ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ ہیں۔ صحابہؓ پر بداعتمادی درحقیقت پیغمبر ﷺ کی تربیت پر بداعتمادی ہے جو کفر ہے۔ صحابہ کرامؓ کا شرف صحابیت ان کے علم و عمل یا تقویٰ کی وجہ سے نہیں ہے اگرچہ اس صفت میں بھی وہ پوری امت سے فائق تر ہیں مگر ان کو عزت و شرف پیغمبر ﷺ کی صحبت کی وجہ سے ملا ہے۔ اور مقام صحابیت میں سب برابر ہیں۔

مشاجرات صحابہؓ یعنی صحابہ کرامؓ کے جو باہمی تنازعے ہوئے وہ محض امت کی خیر خواہی پر مبنی تھے ہم ہر صحابیؓ کو حق پر سمجھتے ہیں اس لیے کہ اگر خدانخواستہ صحابہ کرامؓ باہمی

تنازعوں میں غلطی پر بھی تھے تو ہمیں یہ منصب حاصل نہیں کہ ہم ان میں غلط و صحیح کا فیصلہ کریں۔

صحابہ و اہل بیتؓ دونوں ایمان کی آنکھیں ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بدگمانی محرومی و ناکامی اور سراسر گمراہی ہے۔

صحابہؓ کے بارے میں لکھی گئی کتب کا مطالعہ جید اکابرین سے مشورہ کر کے کرنا چاہیے اس لیے کہ بعض وہ لوگ جو بغض صحابہ کو حُبِّ اہل بیت کے لبادے میں یا بغض اہل بیت کو حُبِّ صحابہ کے لبادے میں چھپائے پھرتے ہیں انہوں نے تاریخی روایات کو جمع کر کے صحابہ و اہل بیت کی شخصیات کو مجروح کیا ہے لہٰذا سانپوں کے ساتھ کھیلنے سے پہلے تریاق کھا لینا چاہیے تا کہ کہیں مطالعہ و تحقیق کے شوق میں ایمان سے محروم نہ ہو جائیں اس لیے حضرات صحابہ واہل بیت کے باہمی اخوت بھرے تعلق اور صحابہ کرامؓ کی صحیح اور مستند سیرت کے مطالعے کیلئے عصر حاضر کے عظیم محقق مولانا محمد نافع صاحبؒ کی تصنیف "رحماء بیہ ھم" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

باب:۲، اسلامیات:

طریقہ حج و عمرہ

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جو مخصوص وقت، مخصوص جگہ اور خاص طریقے سے اداء کی جاتی ہے تمام امت کا اس فرضیت پر اجماع ہے یہ در حقیقت خدائے لم یزل کے دربار میں ایک عاشقانہ حاضری ہے جب تمام زینت کو ترک کر کے "لبیک اللھم لبیک" کہتے ہوئے کفن کی چادریں پہنے وہاں حاضری ہوتی ہے۔
صاحب استطاعت پر فرض ہے کہ وہ یہ سفر کرے ورنہ یہ سراسر محرومی و کوتاہی اور خدا کی نافرمانی ہو گی۔

عمرہ کا طریقہ: ا: غسل کریں یا وضو کریں۔ ۲: احرام باندھیں۔ ۳: دو رکعت نماز

نفل ادا کریں۔ ۴: عمرہ کرنے کی نیت کریں۔ ۵: تلبیہ پڑھیں۔ ۶: مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھیں۔ ۷: جب بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑے تو دعا کریں۔ ۸: عمرہ کا طواف کریں۔ ۹: دو رکعت نماز نفل مقام ابراہیم کے قریب ادا کریں۔ ۱۰: آب زمزم سیر ہو کر پیئیں۔ ۱۱: صفاو مروہ کی سعی کریں۔ ۱۲: حلق یا قصر کروائیں۔ (خواتین تقریباً ایک انچ بال کاٹیں) ۱۳: اب احرام کھول دیں۔ ۱۴: آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا۔

شرائط حج: ہر مسلمان مرد و عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فریضہ حج اداء کرنا فرض ہے جب کہ اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔ ۱: مسلمان ہونا۔ ۲: بالغ ہونا۔ ۳: عاقل ہونا۔ ۴: آزاد ہونا۔ ۵: صاحب استطاعت ہونا۔

وجوب اداء کی شرائط: ۱: بدن صحیح سالم ہو۔ ۲: خود قیدی نہ ہو اور اسے حکومت کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہو اگر ایسا ہو تو حج فرض نہیں ہے۔ ۳: راستہ پر امن ہو ورنہ حج فرض نہیں۔ ۴: عورت کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ ۵: عورت عدت میں نہ ہو۔

حج کے ارکان: حج کے دو رکن ہیں۔ ۱: وقوف عرفہ، نویں تاریخ کے زوال سے یوم النحر کی فجر تک کسی بھی وقت۔ ۲: طواف زیارت، وقوف عرفہ کے بعد کعبہ کے سات چکر لگانا۔

حج کے واجبات: ۱: میقات سے احرام باندھنا۔ ۲: مزدلفہ میں وقوف کرنا۔ ۳: طواف زیارت ایام نحر میں کرنا۔ ۴: صفاء و مروہ کے درمیان میں سعی کرنا۔ ۵: طواف صدر یعنی طواف وداع کرنا۔ ۶: ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔ ۷: ایام نحر میں تین جمرات کو کنکر مارنا۔ ۸: بال کٹوانا یا کم کروانا حرم اور ایام نحر میں۔ ۹: طواف اور سعی کرتے ہوئے حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا۔ ۱۰: تمام ممنوعات احرام سے بچنا۔

طریقہ حج: ۸/ذی الحجہ، پہلا دن: ۱: غسل کریں یا وضو کریں۔ ۲: منیٰ میں جانے سے قبل حج کا احرام باندھیں۔ ۳: دو رکعت نفل بنیت احرام پڑھیں۔ ۴: حج کرنے کی نیت کریں۔ ۵:

تین بار تلبیہ پڑھیں۔ ۶: اب آپ پر احرام کی پابندیاں لاگو ہیں۔ ۷: ظہر سے پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ ۸: تلبیہ کثرت سے پڑھیں۔ ۹: منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کریں۔ ۱۰: منیٰ میں تمام رات قیام کریں۔ حج کا پہلا دن مکمل ہو گیا۔

۹/ذی الحجہ، دوسرا دن: آپ منیٰ میں ہیں۔

۱۱: بعد نماز فجر آپ عرفات جائیں۔ ۱۲: وقوف عرفات (ظہر اور عصر ایک ساتھ مل کر ادا کریں) ۱۳: سورج غروب ہونے تک عرفات میں قیام کریں۔ ۱۴: عرفات میں مغرب ادا نہ کریں۔ ۱۵: سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ جائیں۔ ۱۶: مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر مزدلفہ میں ادا کریں۔ ۱۷: ۷۰ کنکریاں اکٹھی کریں۔ ۱۸: تمام رات مزدلفہ میں قیام کریں۔ حج کا دوسرا دن مکمل ہو گیا۔

۱۰/ذی الحجہ، تیسرا دن: آپ مزدلفہ میں ہیں۔

۱۹: وقوف مزدلفہ۔ ۲۰: سورج نکلنے کے بعد منیٰ جائیں۔ ۲۱: جمرۃ العقبیٰ پر سات کنکریاں ماریں۔ ۲۲: حج کی قربانی کریں (دم شکر) ۲۳: بال کٹوائیں۔ ۲۴: احرام کھول دیں۔ ۲۵: مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں جائیں۔ ۲۶: طواف زیارت کریں۔ ۲۷: دو رکعت مقام ابراہیم کے قریب (ممکن ہو تو ورنہ جہاں قریب جگہ ملے) ادا کریں۔ ۲۸: آب زمزم پئیں۔ ۲۹: صفا مروہ کی سعی کریں۔ ۳۰: مکہ مکرمہ میں قیام نہ کریں واپس منیٰ جائیں۔ حج کا تیسرا دن مکمل ہو گیا۔

۱۱/ذی الحجہ، چوتھا دن: آپ منیٰ میں ہیں۔

۳۱: زوال کے بعد تینوں جمرات پر جائیں۔ ۳۲: تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں۔ ۳۳: عبادت کے لیے منیٰ میں قیام کریں۔ ۳۴: حج کا چوتھا دن مکمل ہو گیا۔

۱۲/ذی الحجہ، پانچواں دن: آپ منیٰ میں ہیں۔

۳۵: زوال کے بعد تینوں جمرات پر جائیں۔ ۳۶: تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں۔ ۳۷: صبح صادق ہونے سے قبل مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ ۳۸: الوداعی طواف

کریں۔ ۳۹: مکہ سے روانہ ہو جائیں۔ حج مکمل ہو گیا۔

باب: ۳۰، اخلاقیات:

حسد اور غبطہ

برے اخلاق میں سے ایک چیز حسد ہے حسد کا معنٰی ہے کسی شخص کو خوشحال دیکھ کر یا کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے رہنا اور دل میں یہ تمنا کرنا کہ کسی طرح یہ نعمت زائل ہو جائے اور یہ شخص محروم ہو جائے ایسا سوچنا اور ایسی تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، حسد کرنے والا در حقیقت خدا تعالیٰ سے اظہار ناراضگی کر رہا ہے کہ اس نے ایسی تقسیم کیوں فرمائی کہ اسے یہ نعمت کیوں دی ہے اور یہ حسد ایسی بیماری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو جلا دیتی ہے البتہ ایسے شخص پر حسد کرنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اس کی نافرمانی میں خرچ کر رہا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کے مال کو شراب نوشی، زناکاری اور اپنی ویڈیوز اور تصاویر بنوانے میں خرچ کر رہا ہو یا اللہ کے نام پر ملنے والے اموال کو اپنا نام چمکانے کے لیے استعمال کر رہا ہو تو ایسے فاسق سے زوال نعمت کی تمنا کرنا جائز ہے لیکن اگر وہ شخص توبہ کرے اور راہ راست پر آ جائے تو پھر زوال نعمت کی تمنا جائز نہیں ہو گی۔

ولی کامل مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدّ ظلہ حسد کے علاج کے متعلق فرماتے ہیں کہ حسد کے دو علاج ہیں ایک علمی اور دوسرا عملی،

علمی علاج: بندہ حسد کے نقصانات کو سوچے کہ اس سے اللہ بھی ناراض ہوتے ہیں اور دوسرا ہماری نیکیاں بھی مفت میں محسود کے پاس جا رہی ہیں۔ اور نیکیوں کا مفت میں محسود کے پاس چلے جانا یہ تو دینی نقصان ہے، اور ہر وقت اس رنج و غم میں گھلتے رہنا کہ محسود کی نعمت زائل ہو جائے یہ دنیاوی نقصان ہے اس لیے حسد کا علمی علاج یہ ہے کہ حسد کے نقصانات پر غور کیا

جائے۔

عملی علاج: محسود کی لوگوں کے سامنے اچھائیاں بیان کرو اپنے نفس پر جبر کر کے اس کے لیے نعمتوں میں زیادتی کی دعا کرو یہ بات ابتداًءتو بہت بوجھ ہو گی مگر آہستہ آہستہ عداوت محبت میں بدل جائے گی اور حسد جاتا رہے گا۔

غبطہ: "حسد کے مقابلے میں غبطہ آتا ہے یعنی دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر رشک کرنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ یہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور مجھے بھی مل جائے۔ ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ غبطہ میں کسی کی نعمت کا زائل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس جیسی نعمت کے حاصل ہو جانے کی تمنا ہوتی ہے اور اس تمنا میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اپنے رب سے مانگنے میں کیا عار ہے جب رب ہمارا اپنا ہے تو جو کچھ بھی رب کا ہے وہ سب ہمارا ہی تو ہے بس مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہمیں ابھی اپنے رب سے لینے کا طریقہ نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلائی ہے۔ "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" اے اللہ مجھے دنیا بھی اچھی نصیب فرما اور آخرت بھی اچھی نصیب فرما اور مجھے آخرت میں آگ کے عذاب سے بچا۔"

ایک اللہ والے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہمیں اللہ سے دنیا نہیں بلکہ دنیا کی وہ چیز مانگنی چاہیے جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے ہمارے لیے اچھی ہو صرف خالی دنیا مانگنا بسا اوقات نقصان کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۴] سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ

آپ ﷺ کے چچازاد بھائی جن کا نام ان کے باپ نے اسد اور ماں نے حیدر رکھا

مگر آپ ﷺ نے ان کا نام سیدنا علی المرتضیٰؓ رکھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ نوعمر حضرات میں سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائے، رشتے میں آپ ﷺ کے سب سے قریبی صحابی تھے۔ یعنی آپ ﷺ کا دادا اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کا دادا ایک تھا۔ حضرت علیؓ کے والد کا نام ابوطالب ہے اور دادا عبدالمطلب اور آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہے۔ آپؓ نے آپ ﷺ کے گھر میں ہی پرورش پائی ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ آپ ﷺ سے حضرت علیؓ کے لیے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ مانگ لیا جائے پس یہ دونوں حضرات آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے لیے سیدہ حضرت فاطمہ زہراؓ کا رشتہ آپ ﷺ سے مانگا۔ آپ ﷺ نے حضرات شیخین کی سفارش کو قبول فرمایا۔ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے شادی کے اخراجات سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کو مہیا کیے اور یوں سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ داماد رسول ﷺ بنے۔ ان چاروں صحابہ کا آپ ﷺ سے کتنا پیارا رشتہ ہے دو بڑے حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت عمر فاروقؓ آپ ﷺ کے سسر ہیں اور یہ دو حضرات سیدنا حضرت عثمانؓ غنی اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ داماد ہیں۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ چونکہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اس لیے کتابت وحی کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کا مسودہ آپؓ ہی کے مبارک ہاتھوں سے لکھا گیا۔ آپؓ نامور جنگجو اور تجربہ کار جرنیل تھے فتح خیبر کا سہرہ بھی آپؓ کے ہی سر ہے۔ غزوہ خندق میں عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدودّ کو ایک ہی وار میں ہلاک کیا۔ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ مگر کمال درجہ کا علم و فراست اور فہم تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں ان کے مشیر و معاون خصوصی اور رازدار رہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ان کے مشوروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے

تھے اور اکثر اوقات سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے مشورہ پر فیصلہ فرماتے تھے۔ آپؓ کا زمانہ خلافت عمومی طور پر مسلمانوں کی خانہ جنگی کا زمانہ تھا ویسے بھی خیر کا زمانہ دور ہوتا جا رہا تھا اور شر کی طرف انسانیت بڑھ رہی تھی مگر پھر بھی آپؓ کی خداداد فراست نے بہت حد تک امت کی اجتماعیت کو منتشر ہونے سے بچائے رکھا خوارج اور روافض کی دسیسہ کاریوں کے باعث، جب ایک طرف روافض کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نادان دوست کا کردار ادا کر رہی تھی اور دوسری طرف خوارج کا کلیجہ بغض اہل بیت میں تندوری بینگن کی طرح پھٹ رہا تھا ان دگرگوں حالات میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ نے جس دانائی سے گلشن اسلام کی حفاظت کی اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔

خارجیوں کی جب سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کی مدبرانہ قیادت کے سامنے دال نہ گلی تو انہوں نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدنا حضرت امیر معاویہؓ اور سیدنا حضرت عمرو بن عاصؓ کو شہید کرنے کا پلان بنایا۔ اور حملے کا دن پندرہ رمضان المبارک متعین کیا خارجیوں کے وار سے سیدنا حضرت امیر معاویہؓ زخمی ہوئے مگر علاج کروانے سے ٹھیک ہو گئے اور سیدنا حضرت عمرو بن عاصؓ کسی عذر کی وجہ سے مسجد نہ جا سکے اور فجر کی نماز میں ان کی جگہ پر غلطی سے خارجہ نامی شخص کو خارجیوں نے شہید کر دیا البتہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ پر عبد الرحمٰن بن ملجم کا وار کاری پڑا اور آپؓ جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ اللہ عنہ نے اٹھارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں پسماندگان میں چھوڑے۔

خدمات و اعزازات:

1. آپؓ کو نبی کریم ﷺ نے عشرہ مبشرہ میں شمار فرمایا۔
2. آپؓ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔
3. فاتح خیبر کا عظیم الشان لقب آپؓ کو ہی ملا۔
4. آپؓ ان چھ صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جو مسند افتاء پر فائز تھے۔

5. ہجرت کی رات آپؓ کو بستر رسول ﷺ پر سونے کا شرف ملا۔

6. آپؓ ہی کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ ولکن لانبی بعدی، اے علیؓ آپ میرے لیے ایسے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہارون علیہ السلام تھے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو گا۔

7. رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کا شرف آپؓ کو ملا ہے۔

8. سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا خسر ہونے کا شرف بھی آپؓ کو حاصل ہے۔

9. خلفائے ثلاثہؓ کے دور میں چیف جسٹس یعنی قاضی القضاۃ اور مشیر خاص رہے۔

10. جس طرح پیغمبر ﷺ کی ختم نبوت نے آپ ﷺ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی نبوتوں اور شریعتوں کے درست ہونے پر مہر تصدیق لگا دی اسی طرح سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلیفہ رابع ہونے نے سابقہ خلفاء کی خلافت کے درست ہونے اور ان کے جاری کردہ تمام فیصلوں کے درست ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے زریں ارشادات:

- عقلمندی کا ایک نصف بردباری اور ایک نصف چشم پوشی ہے۔
- تواضع علم کا نتیجہ ہے۔
- خندہ روئی (اچھے اخلاق) سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔
- جو زیادہ ہنستا ہے اس کا وقار کم ہو جاتا ہے۔
- بے صبری صبر سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔
- سب سے بڑی مفلسی، حماقت ہے۔
- صدقے سے اپنے ایمان کی اور زکوۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو۔
- گناہ پر ندامت گناہ کو مٹا دیتی ہے اور نیکی پر غرور نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔

- ہمیشہ سچ بولو تاکہ قسم کھانے کی نوبت ہی نہ آئے۔
- سب سے بہتر لقمہ وہ ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا جائے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت گنگوہیؒ جن کی زندگی نوید انقلاب تھی اور ان کے شاگردوں نے دنیا میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا یہ عظیم الشان ہستی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ہے۔ آپؒ ۶/ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بمطابق ۱۸۲۹ء کو بستی گنگوہ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب میزبان رسول سیدنا حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم میاں جی قطب بخش صاحبؒ سے حاصل کی، اس کے بعد فارسی کی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا عنایت احمدؒ اور مولانا محمد نقی صاحبؒ سے پڑھیں۔ عربی پڑھنے کے لیے رامپور تشریف لے گئے اور مولانا اللہ بخش صاحبؒ سے عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر ۱۲۶۱ھ میں اپنے استاد کے حکم پر دہلی کا سفر کیا چونکہ اس دور میں دہلی علم و عرفان کا گھوارہ تھا، وہاں حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہم سبق دوست تھے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں علم کی تحریک برپا کی۔ جس کی ضیاء پاشیوں نے ظلمت کی شب کو سپیدہ صبح میں بدل دیا۔ حضرت گنگوہیؒ کو درس و تدریس میں اس قدر شغف تھا کہ تمام فنی درسی کتب پڑھانے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انچاس سال تک درس حدیث دیتے رہے ان کے درس میں بیٹھ کر حدیث سننے سے اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوتا تھا اس لیے کہ حضرت شیخ خود متبع سنت عالم دین تھے اور رائی کے دانے کے برابر بھی سنت رسول سے انحراف نہیں کرتے تھے۔

اسی دوران حضرتؒ نے اپنا روحانی تعلق شیخ وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے قائم کیا بس پھر کیا تھا کہ علوم ظاہری کو جب علوم باطنی کا ساتھ ملا تو نشہ دو آتشہ ہو گیا اور حضرت گنگوہیؒ کے قلب مضطر میں معرفت حق کی وہ شمع روشن ہوئی جس نے برصغیر پاک و ہند سے ظلمت و جہالت کی تاریکیوں کو دور کیا۔ جمود کی جگہ جہاد اور مصلحت کی جگہ عزیمت نے لے لی حضرت کے شاگردوں نے انقلاب کی وہ عظیم داستان رقم کی جسے دنیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ تحریک بظاہر ناکام ہوئی اور اس تحریک کے اصل سرکردہ حضرات جو انگریزی استعمار سے نبرد آزما تھے اور جن کی قیادت میں طبل جہاد بجایا گیا تھا وہ چار تھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا حافظ محمد ضامن شہیدؒ مقدم الذکر ان تینوں کے نام ورانٹ گرفتاری جاری کیے گئے حاجی صاحبؒ تو مکہ ہجرت فرما گئے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ روپوش ہو گئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو کسی مخبر کی اطلاع پر گرفتار کر لیا گیا اور سہارنپور کی کال کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا۔ اور پھر مظفر نگر جیل میں بھیج دیا گیا آزادی وطن کے لیے یہ حضرات اکابرین تھے جو قید بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے مگر آج قوم اپنے ان قومی محسنین کو فراموش کر چکی ہے اور فتح کے سہرے اوروں کے سر سجائے جا چکے ہیں۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

حضرتؒ نے کتب نویسی کی بجائے مردم سازی پر توجہ دے کر ایسے ایسے جلیل القدر افراد تصنیف کیے جنہیں دنیا مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے ناموں سے جانتی ہے لیکن پھر بھی احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کچھ کتب اور رسائل تالیف فرمائے۔ مثلاً: ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ لمناسک، قطوف دانیہ، سبیل الرشاد، رسالہ تراویح، لطائف رشیدیہ، صفیہ القلوب وغیرہ۔

آپؒ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃً

واسعۃً کاملۃً وافرۃً کافیۃً

باب:٦، اذکار مسنونہ:

مسجد میں داخل ہونے کی دعا: "اللہم افتح لی ابواب رحمتک"(سنن ابی داود رقم الحدیث ٤٦٦)

{اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔}

مسجد سے نکلنے کی دعا: "اللہم انی اسئلک من فضلک"

{اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔}

باب:٧، لوح مرزا:

کذب اور کذاب

جھوٹ بولنا عام معاشرے میں بھی ایک قبیح فعل ہے اور کسی بھی مہذب قوم میں جھوٹ بولنے کو اچھا نہیں سمجھا گیا شریعت اسلام میں جھوٹ کی انتہائی مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے علامت نفاق قرار دیا گیا ہے لیکن چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ابتداء سے ارتقاء اور پھر انتہاء تک ہر حال میں شریعت اسلام کی مخالفت کا عزم کیا ہوا تھا اس لیے قدم قدم پر جھوٹ بولنا جھوٹے دعاوے کرنا پہلے سے نازل شدہ آیات قرآنیہ کو ابھی ابھی نازل ہونے والا الہام قرار دینا کونسی ایسی بیہودہ حرکت تھی جو مرزا غلام قادیانی میں نہ پائی جاتی تھی؟ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اپنی زبان سے جھوٹ کی مذمت بھی کرتا تھا اور جھوٹے کو سوروں اور کتوں سے تشبیہ دیتا تھا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی جنگلی بھنگی کو جنگل میں آئینہ مل گیا زندگی میں پہلی مرتبہ اس میں اپنا منہ دیکھا تو ڈر گیا کہ شاید مالک آگیا ہے فوراً کہنے لگا یہ آئینہ آپ کا ہے میں سمجھا میرا ہے، یہی حال قادیان کے دہقان کا ہے جھوٹ بولنے والے کی ایسی قبیح منظر کشی کی کہ خدا کی پناہ مگر جب اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو پتہ چلا اس کی شکل کتنی قبیح ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ابن ملجم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بدتر غلام احمد ہے

جھوٹ بولنا کتنی بری بات ہے پہلے مرزا قادیانی ہی سے جھوٹ کے رذائل ومسائل سن لیں۔

۱: "جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتوں کا طریق ہے نہ کہ انسانوں کا۔"

(روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۴۳، عکسی حوالہ نمبر ۱)

۲: "جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی اور برا کام نہیں۔"

(روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۹، عکسی حوالہ نمبر ۲)

۳: "(جھوٹ بولنے والا انسان) کتوں اور سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔"

(روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۹۳، عکسی حوالہ نمبر ۳)

۴: "(جھوٹ بولنے والا) نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔ (اس لیے تو مرزا صاحب لیٹرین میں اپنے پاخانہ میں گر کر مرا تھا)" (روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۵۶، عکسی حوالہ نمبر ۴)

۵: "وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔"

(روحانی خزائن ج ۲ ص ۳۸۶، عکسی حوالہ نمبر ۵)

جھوٹ کی اس قدر برائی بیان کرنے والا جھوٹ بولنے والوں کو سوروں، کتوں اور ولد الزنا کنجروں سے بدتر قرار دینے کے بعد معلوم نہیں یہ سارے القابات خود اختیار کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اشعب لالچی کا واقعہ بہت مشہور ہے جس نے بچوں سے کہا جاؤ فلاں جگہ کھجوریں بانٹی جارہی ہیں لڑکے ادھر کو بھاگ گئے تو خود بھی ان کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا کہ شاید واقعی کھجوریں تقسیم ہورہی ہوں۔ اسی طرح جھوٹے کو سور، کتا، ولد الزنا اور حرامی کہنے کے بعد خود بھی مرزا صاحب نے جھوٹ بولنے شروع کر دیئے کہ شاید یہ کوئی اچھا منصب ہے۔ مرزا کی زندگی کا کوئی لمحہ و سیکنڈ بھی ایسا نہیں جو جھوٹ سے باہر ہو، دعویٰ مہدویت، مسیحیت و نبوت کے بعد تو ہر سانس اس کا جھوٹ سے وابستہ تھا جس طرح داڑھی

منڈانا ایسا گناہ ہے کہ جو کبھی بھی انسان کے وجود سے جدا نہیں ہوتا۔ سوتے، جاگتے، ہر حال میں بندہ گناہ گار ہوتا ہے جب تک کہ توبہ کر کے داڑھی نہ رکھ لے اسی طرح آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا ہر حال میں کذاب ہے، دجال ہے، چاہے کچھ بولے یا خاموش رہے۔ سوئے یا بیدار رہے جھوٹ کی لعنت ہمہ وقت اس پر برستی رہتی ہے جب تک صدق دل سے تائب ہو کر مسلمان نہ ہو جائے۔ آیئے مرزا کی اکاذیب سے بھرپور زندگی میں سے چند نمونے ملاحظہ کریں۔

جھوٹ ۱: "آپ ﷺ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔" (چشمہ معرفت، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۹۹، عکسی حوالہ نمبر ۶)

جھوٹ ۲: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو چھٹے دن بروز جمعہ بوقت عصر پیدا کیا توریت اور قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۶۰، عکسی حوالہ نمبر ۷)

جھوٹ ۳: "ائمہ اربعہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۶۴، عکسی حوالہ نمبر ۸)

جھوٹ ۴: "صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۶۵، عکسی حوالہ نمبر ۹)

جھوٹ ۵: "حدیثوں میں صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت محمد ﷺ بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

جھوٹ ۶: "حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال شیطان کا نام ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۲۹۶، عکسی حوالہ نمبر ۱۱)

جھوٹ ۷: "مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوئے۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۵۳، عکسی حوالہ نمبر ۱۲)

جھوٹ۸: "پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔"

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۴۶، عکسی حوالہ نمبر ۱۳)

جھوٹ۹: "مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے ۳۱۳/ اصحاب کا نام درج ہوگا۔"

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۴)

جھوٹ۱۰: "ہمارے نبی ﷺ کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۶۶، عکسی حوالہ نمبر ۱۵)

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱

روحانی خزائن جلد ۱۱ ۴۳ خدا کا فیصلہ

﴿۴۳﴾ آتھم کے مقدمہ میں دیکھ چکے ہو کہ باوجود اس کے بہت سے منصوبوں کے پھر آخر حق ظاہر ہو گیا۔ کیا تمہارے دل قبول نہیں کر گئے کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا اور نالش سے انکار کرنا اور حملوں کا ثبوت دینے سے انکار کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ اس نے ضرور الہامی شرط کے موافق حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ باجود اس کے کہ ملامتی اشتہاروں کی بہت ہی اس کو مار پڑی مگر وہ اس الزام سے اپنے تئیں بری نہ کر سکا جو اس کے اقرار خوف اور بے ثبوت ہونے عذر حملوں سے اس پر وارد ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس موت نے اس کو آ پکڑا جس سے وہ ڈرتا رہا اور ضرور تھا کہ وہ انکار کے بعد جلد مرتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی پاک پیش گوئیوں کے رو سے یہی سزا اس کے لئے ٹھہر چکی تھی۔ سو اس خدا سے خوف کرو جس نے آتھم کو بڑی سرگردانیوں کے گرداب میں ڈال کر آخر اپنے وعید کے موافق ہلاک کر دیا۔ خدا کی کھلی کھلی پیشگوئیوں سے منہ پھیرنا یہ بدطینتوں کا کام ہے نہ نیک لوگوں کا۔ اور جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا۔ یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ میاں حسام الدین عیسائی لکھتے ہیں کہ آتھم چار دن تک بے ہوش رہا۔ مگر وہ اس کا سرّ نہیں بیان کر سکے کہ کیوں چار دن تک بے ہوش رہا۔ سو جاننا چاہئے کہ یہ چار دن کی سخت جان کندن کے ان چار افتراؤں کی اسی دنیا میں اس کو سزا دی گئی۔ جو اس نے زہر خورانی کے اقدام کا افترا کیا۔ سانپ چھوڑنے کا افترا کیا۔ لودیانہ اور فیروز پور کے حملہ کا افترا کیا اور عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اصل وجہ خوف کو چھپایا۔ سو عیسائیوں کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی شرم کی جگہ نہیں کہ آتھم ان کے مذہب کے جھوٹا ہونے پر گواہی دے گیا۔ اب اگر آتھم کی گواہی پر اعتبار نہیں تو اس نئے طریق سے دوبارہ حجت اللہ کو پورا کرا لینا چاہئے۔ اور اس نئے طریق میں کوئی شرط بھی نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ اگر باہم دعا کرنے کے بعد جس کے ساتھ فریقین کی طرف سے آمین بھی ہو گی۔ میرے مقابل کا شخص ایک سال تک خدا تعالیٰ کے فوق العادت عذاب سے بچ گیا تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں تاوان مذکورہ بالا ادا کروں گا۔

اور میں حضرات پادری صاحبان کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اس طرح کا طریق دعا ان کے

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۲

خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اوراس کی تعبیر زیادت عمر ہوتی ہے یہ ہے حال اُن مولویوں کا جو بڑے دیانتدار کہلاتے ہیں۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔ ایسے جھوٹ کو خدا نے رِجس کے ساتھ مشابہت دی ہے مگر یہ لوگ رجس سے پرہیز نہیں کرتے ہم نے اس قدر وضاحت سے سعد اللہ کا مرنا پیشگوئی کے مطابق ثابت کر کے لکھا ہے مگر کیا مولوی ثناء اللہ صاحب مان لیں گے؟ نہیں بلکہ کوشش کریں گے کہ کسی طرح رد کریں ان لوگوں کا خدا تعالیٰ سے جنگ ہے۔ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو یہ برکات اس کے شامل حال نہ ہوتیں کیا کوئی ایماندار خدائے عزّ و جلّ کی نسبت ان افعال کو منسوب کر سکتا ہے کہ ایک شخص کو وہ دعوائے الہام کے بعد تیس بتیس برس کی مہلت دے اور دن بدن اس کے سلسلہ کو ترقی بخشے اور ایسے وقت میں جبکہ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا یہ بشارت اس کو دی کہ لاکھوں انسان تیرے سلسلہ میں داخل کئے جائیں گے اور کئی لاکھ روپیہ اور طرح طرح کے تحائف لوگ تجھے دیں گے اور دور دور سے ہزارہا لوگ تیرے پاس آئیں گے یہاں تک کہ وہ راہ گہرے ہو جائیں گے اور اُن میں گڑھے پڑ جائیں گے جن راہوں سے وہ آئیں گے تجھے چاہیئے کہ ان کی کثرت کی وجہ سے تو تھک نہ جائے اور ان سے بداخلاقی نہ کرے خدا تجھے تمام دنیا میں شہرت دے گا اور بڑے بڑے نشان تیرے لئے دکھلائے گا اور خدا تجھے نہیں چھوڑے گا جب تک وہ رُشد اور گمراہی میں فرق کر کے نہ دکھلاوے اور دشمن زور لگائیں گے اور طرح طرح کے مکر اور فریب اور منصوبے استعمال کریں گے مگر خدا انہیں نامراد رکھے گا۔ خدا ہر ایک قدم میں تیرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں تجھے فتح دے گا۔ اور تیرے ہاتھ پر اپنے نور کو پورا کرے گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اُٹھاؤں گا میں تجھے دشمنوں کے ہر ایک حملہ سے بچاؤں گا اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں۔ اگرچہ لوگ تیرے بچانے کی کچھ پروا نہ رکھیں مگر میں تجھے ضرور بچاؤں گا۔

یہ اُس زمانہ کے الہام ہیں جس پر تیس ۳۰ برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور یہ تمام الہام

﴿۲۷﴾

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۴

روحانی خزائن جلد ۱۷ — ۵۶ — ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

ہونے کا دعویٰ کر کے قوم کا مصلح قرار نہیں دیتا اور نہ نبوت اور رسالت کا مدعی بنتا ہے اور محض ہنسی کے طور پر یا لوگوں کو اپنا رسوخ جتانے کے لئے دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی اور یا الہام ہوا اور جھوٹ بولتا ہے یا اس میں جھوٹ ملاتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔ ایسا خبیث اس لائق نہیں کہ خدا اس کو یہ عزت دے کہ تُو نے اگر میرے پر افترا کیا تو میں تجھے ہلاک کر دوں گا بلکہ وہ بوجہ اپنی نہایت درجہ کی ذلّت کے قابل التفات نہیں کوئی شخص اُس کی پیروی نہیں کرتا کوئی اُس کو نبی یا رسول یا مامور من اللہ نہیں سمجھتا۔ ماسوا اس کے یہ بھی ثابت کرنا چاہئے کہ اِس مفتریانہ عادت پر برابر تیئیس برس گذر گئے۔ ہمیں حافظ محمد یوسف صاحب کی بہت کچھ واقفیت نہیں مگر یہ بھی امید نہیں۔ خدا اُن کے اندرونی اعمال بہتر جانتا ہے۔ اُن کے دو قول تو ہمیں یاد ہیں اور سُنا ہے کہ اب ان سے وہ انکار کرتے ہیں (۱) ایک یہ کہ چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ بڑے بڑے جلسوں میں انہوں نے بیان کیا تھا کہ مولوی عبداللہ غزنوی نے میرے پاس بیان کیا کہ آسمان سے ایک نور قادیاں پر گرا اور میری اولاد اس سے بے نصیب رہ گئی۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسانی تمثّل کے طور پر ظاہر ہو کر اُن کو کہا کہ مرزا غلام احمد حق پر ہے کیوں لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اب مجھے خیال آتا ہے کہ اگر حافظ صاحب ان دو واقعات سے اب انکار کرتے ہیں جن کو بار بار بہت سے لوگوں کے پاس بیان کر چکے ہیں تو نعوذ باللہ بے شک انہوں نے خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہے☆۔ کیونکہ جو شخص سچ کہتا ہے اگر وہ مر بھی جائے تب بھی انکار نہیں کرسکتا

﴿۱۳﴾

☆ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ حافظ صاحب ان ہر دو واقعات سے انکار کرتے ہیں۔ ان واقعات کا گواہ نہ صرف میں ہوں بلکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت گواہ ہے اور کتاب ''ازالہ اوہام'' میں ان کی زبانی مولوی عبداللہ صاحب کا کشف درج ہو چکا ہے۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں کہ حافظ صاحب ایسا کذب صریح ہرگز زبان پر نہیں لائیں گے گو قوم کی طرف سے ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اُن کے بھائی محمد یعقوب نے تو انکار نہیں کیا تو وہ کیونکر کریں گے۔ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ منہ

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۵

﴿۴۶﴾ عجیب قدرت دکھلاتا ہے کہ جب امام مذکور بحالت زار نزار گھر واپس آیا تو اثر الہام برعکس پایا یعنے لڑکے کے آثار رُو بصحت دیکھے غرض کہ مونہہ منحوس سے یہ کلمہ نکلنا ہی تھا کہ دم بدم لڑکے کو آرام ہونے لگا۔ جب لوگوں نے مجیبُ الدّعوات صاحب (یہ وہی لفظ ہندو کی لیاقت کا ہے) کی ہنسی اڑائی تو جواب دیا کہ الہام غلط نہیں ہوسکتا۔ دائم یہ بچہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ تمام ہوا قصہ پُر افترا آریہ کا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ کنجر جو ولدالزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی جس قوم میں اس جنس کے شریف وامین لوگ ہیں وہ کیا کچھ ترقیاں نہیں کریں گے۔ اب اس نیک ذات آریہ پر فرض ہے کہ ایک جلسہ کرا کر ہمارے روبرو اس بہتان کی تصدیق کرادے تا اصل راوی کو حلف سے پوچھا جائے اور اس بے اصل بہتان کے لئے نہ صرف ہم اس راوی کو حلف دیں گے بلکہ آپ بھی حلف اٹھائیں گے فریقین کے حلف کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر سچ سچ اپنے حافظہ کی پوری یادداشت سے بلا ذرہ کم وبیش میں نے بیان نہیں کیا تو اے خدائے قادر مطلق اور اے پرمیشر سرب شکتی مان ایک سال تک اپنے قہر عظیم سے ایسی میری بیخ کنی کر اور ایسا ہیبت ناک عذاب نازل فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور پھر اگر ایک سال تک آسمانی عذاب سے اصل راوی محفوظ رہا تو ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اشتہار دے دیں گے۔ کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسے بہتان صریح کو بے فیصلہ نہیں چھوڑے گا یہ تو ہمارے لئے اور ہر ایک ملہم من اللہ کے لئے ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے جو کوئی خواب یا الہام مشتبہ طور پر معلوم ہو جس کے احتمالی طور پر کئی معنے کئے جائیں گے مگر یہ افترا کہ قطعی طور پر ہمیں الہام ہوگیا کہ دین محمد جان محمد کا لڑکا اب مرے گا اس کی قبر کھودو

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۶

روحانی خزائن جلد ۲۳ ۲۹۹ چشمۂ معرفت

کامل تعشق تبھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے تعلقات میں وہ گرفتار ہو۔ بیویاں ہوں اولاد ہو
تجارت ہو زراعت ہو اور کئی قسم کے اُس پر بوجھ پڑے ہوئے ہوں اور پھر وہ ایسا ہو کہ گویا خدا کے
سوا کسی کے ساتھ بھی اُس کو تعلق نہیں یہی کامل انسانوں کے علامات ہیں۔ اگر ایک شخص ایک بن
میں بیٹھا ہے نہ اس کی کوئی جورو ہے نہ اولاد ہے نہ دوست ہیں اور نہ کوئی بوجھ کسی قسم کے تعلق کا
اُس کے دامن گیر ہے تو ہم کیونکر سمجھ سکتے ہیں کہ اس نے تمام اہل وعیال اور ملکیت اور مال پر خدا کو
مقدم کر لیا ہے بجز بے امتحان ہم اُس کے کیونکر قائل ہو سکتے ہیں اگر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بیویاں نہ کرتے تو ہمیں کیونکر سمجھ آسکتا کہ خدا کی راہ میں جاں فشانی کے موقع پر
آپ ایسے بے تعلق تھے کہ گویا آپ کی کوئی بھی بیوی نہیں تھی مگر آپ نے بہت سی بیویاں اپنے
نکاح میں لا کر صدہا امتحانوں کے موقعہ پر یہ ثابت کر دیا کہ آپ کو جسمانی لذات سے کچھ بھی غرض
نہیں اور آپ کی ایسی مجردانہ زندگی ہے کہ کوئی چیز آپ کو خدا سے روک نہیں سکتی۔ تاریخ دان لوگ ﴿۲۸۲﴾
جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے اور
آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں میں خدا کا ہوں
اور خدا کی طرف جاؤں گا۔ ہر ایک دفعہ اولاد کے مرنے میں جو لخت جگر ہوتے ہیں یہی منہ سے نکلتا
تھا کہ اے خدا ہر ایک چیز پر میں تجھے مقدم رکھتا ہوں مجھے اس اولاد سے کچھ تعلق نہیں کیا اس سے
ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بالکل دُنیا کی خواہشوں اور شہوات سے بے تعلق تھے اور خدا کی راہ میں ہر
ایک وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جنگ کے موقعہ پر آپ کی اُنگلی پر تلوار لگی
اور خون جاری ہو گیا۔ تب آپ نے اپنی اُنگلی کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اُنگلی تو کیا چیز ہے صرف
ایک اُنگلی ہے جو خدا کی راہ میں زخمی ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب
نہیں اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں تب عمر کو یہ

سبق نمبر۴، عکسی حوالہ نمبر ۷

جو مسیح موعود چھٹے ہزار کے اخیر پر قائم ہونا تھا وہ قائم ہو چکا ہے☆ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قیامت کی گھڑی معلوم نہیں اس کے یہ معنے نہیں کہ خدا نے قیامت کے بارے میں انسان کو کوئی اجمالی علم بھی نہیں دیا ورنہ قیامت کے علامات بھی بیان کرنا ایک لغو کام ہو جاتا ہے کیونکہ جس چیز کو خدا تعالیٰ اس طرح پر مخفی رکھنا چاہتا ہے اُس کے علامات بیان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ایسی آیات سے مطلب یہ ہے کہ قیامت کی خاص گھڑی تو کسی کو معلوم نہیں ﴿۹۹﴾ مگر خدا نے حمل کے دنوں کی طرح انسانوں کو اس قدر علم دے دیا ہے کہ ساتویں ہزار کے گذرنے تک اِس زمین کے باشندوں پر قیامت آجائے گی۔ اِس کی ایسی ہی مثال ہے

☆ خدا نے آدم کو چھٹے دن بروز جمعہ بوقت عصر پیدا کیا۔ توریت اور قرآن اور احادیث سے یہی ثابت ہے اور خدا نے انسانوں کے لئے سات دن مقرر کئے ہیں۔ اور ان دنوں کے مقابل پر خدا کا ہر ایک دن ہزار سال کا ہے اور اس کی رو سے استنباط کیا گیا ہے کہ آدم سے عمر دنیا کی سات ہزار سال ہے اور چھٹا ہزار جو چھٹے دن کے مقابل پر ہے وہ آدم ثانی کے ظہور کا دن ہے۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ چھٹے ہزار کے اندر دینداری کی روح دنیا سے مفقود ہو جائے گی اور لوگ سخت غافل اور بے دین ہو جائیں گے۔ تب انسان کے روحانی سلسلہ کو قائم کرنے کے لئے مسیح موعود آئے گا۔ اور وہ پہلے آدم کی طرح ہزار ششم کے اخیر میں جو خدا کا چھٹا دن ہے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ وہ ظاہر ہو چکا اور وہ وہی ہے جو اس وقت اس تحریر کی رو سے تبلیغ حق کر رہا ہے۔ میرا نام آدم رکھنے سے اس جگہ یہ مقصود ہے کہ نوع انسان کا فرد کامل آدم سے ہی شروع ہوا اور آدم سے ہی ختم ہوا۔ کیونکہ اس عالم کی وضع دوری ہے اور دائرہ کا کمال اسی میں ہے کہ جس نقطہ سے شروع ہوا ہے اُسی نقطہ پر ختم ہو جائے۔ پس خاتم الخلفاء کا آدم نام رکھنا ضروری تھا اور اسی وجہ سے جیسا کہ آدم توام پیدا ہوا تھا میری پیدائش بھی توام ہے اور جس طرح آدم جمعہ کے روز پیدا ہوا تھا میں بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوا تھا اور جس طرح آدم کی نسبت فرشتوں نے اعتراض کیا میری نسبت بھی وہ وحی الٰہی نازل ہوئی جو یہ ہے۔ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ اور جس طرح آدم کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ میری نسبت بھی وحی الٰہی میں یہ پیشگوئی ہے۔ یخرّون علی الاذقان سُجّدًا ربنا اغفرلنا انا کنّا خاطئین۔ منہ

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۸

ذرہ سوچ لو اور قرآن نے توفی اور رفع کے لفظ کو کئی جگہ ایک ہی معنوں موت اور رفع روحانی کے محل پر ذکر کرکے صاف سمجھا دیا ہے کہ توفی کے معنے مارنا اور رفع الی اللہ کے معنے روح کو خدا کی طرف اٹھانا ہے اور پھر توفی کے لفظ کے معنے حدیث کے رو سے بھی خوب صاف ہوگئے ہیں کیونکہ بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ متوفیک ممیتک یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لفظ متوفیک کے یہی معنے کئے ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اور اس بات پر صحابہ کا اجماع بھی ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور گذشتہ روحوں میں جا ملے۔ اب بتاؤ اور خود ہی انصاف کرو کہ دو پیشگوئیاں متناقض ایک ہی مضمون میں جھگڑا کر رہی ہیں۔ ایک قرآنی پیشگوئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کا وعدہ ہے اور پھر بموجب آیت فلما توفیتنی کے اس وعدہ موت کا پورا ہو جانا صاف طور پر اس پیشگوئی سے معلوم ہو رہا ہے اور سارا قرآن اس پیشگوئی کے معنے یہی کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور ان کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کے اتفاق کے ساتھ جو لاکھ سے بھی کچھ زیادہ تھے اس بات پر اجماع ظاہر کر رہے ہیں کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے اور امام مالک بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ضرور مر گئے اور امام اعظم اور امام احمد اور امام شافعی ان کے قول کو سن کر اور خاموشی اختیار کرکے اسی قول کی تصدیق کر رہے ہیں اور امام ابن حزم بھی حضرت عیسیٰ کی موت کی گواہی دے رہے ہیں اور مسلمانوں میں سے فرقہ معتزلہ بھی ان کی موت کا قائل اور ایک صوفیوں کا فرقہ اسی بات کا قائل کہ مسیح فوت ہوگیا ہے اور آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی جو حجج الکرامہ میں بھی لکھی گئی ہے حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس برس متعین کر رہی ہے اور کنز العمال کی ایک حدیث فتنہ صلیب کے بعد کے زمانہ کی نسبت بیان کر رہی ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے بلکہ خدا تعالیٰ سے حکم پاکر اپنے وطن سے بمطابق سنت جمیع انبیاء علیہم السلام ہجرت کر گئے اور

سبق نمبر۴۸، عکسی حوالہ نمبر ۹

روحانی خزائن جلد ۱۹ — ۶۵ — کشتی نوح

طور پر اس کا وجود لیا ہے پس تمام ٹھوکریں ان کی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان
ہونے کا موجب ہوگئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے
ہوں یا حدیثوں میں بعض انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شاید مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر
نہیں ہوگی کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہوں نے ان پر شور مچایا
اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور ان کو کافر قرار دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابوں کو مانتا نہیں خدا نے
الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی اور یہ اس پیشگوئی کی تاویلیں کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ
کے ان خبروں کو کسی اور طرف کھینچ کر لے جاتا ہے☆ اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف
کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی رکھا اور کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے
لئے مسیح اعور کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثوں نے ان کو دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پڑھتے
کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے ہی سے حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس
حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو انہوں نے کافر اور دجال کہا اور اس سے انکار کر دیا۔
تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جس
میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ ایسا ہی مسلم اور دوسری
احادیث کی کتابیں بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور اس احتیاط سے

☆ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اس وقت وہ پولوس بھی مکفرین کی جماعت میں داخل
تھا جس نے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت
دشمن تھا جس قدر حضرت مسیح کے نام پر انجیلیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ
میرے بعد پولوس توبہ کر کے رسول بن جائے گا اس شخص کے گزشتہ چال چلن کی نسبت کچھ کہنے کی
ضرورت نہیں کہ یہودی خوب جانتے ہیں افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جب تک وہ
اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس نے
ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر
کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دے دی اور انجیلی عقیدہ میں
تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بت پرست خوش ہو جائیں۔ منہ

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

روحانی خزائن جلد ۱۸ ۳۸۴ نزول المسیح

(۱) کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے یہاں تک کہ نہایت جھوٹی مخبریاں بھی کیں خون کے جھوٹے مقدموں
کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا اور ہزارہا اشتہار اور
رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے فتوے میری نسبت دئے۔ اور مخالفانہ منصوبوں کے لئے کمیٹیاں کیں۔ مگر
ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ضرور ان کی جان
توڑ کوششوں سے یہ تمام سلسلہ تباہ ہو جاتا۔ کیا کوئی نظیر دے سکتا ہے کہ اس قدر کوششیں کسی جھوٹے کی
نسبت کی گئیں اور پھر وہ تباہ نہ ہوا بلکہ پہلے سے ہزار چند ترقی کر گیا۔ پس کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ
کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحہ ہستی پر اس کا
نام و نشان نہ رہے مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت بنا اور اس کی شاخیں دور دور چلی گئیں
اور اب وہ درخت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزارہا پرند اس پر آرام کر رہے ہیں۔ اور اس نشان کے ساتھ ایک
عظیم الشان نشان یہ ہے کہ آج سے تئیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے کہ لوگ کوشش
کریں گے کہ اس سلسلہ کو مٹا دیں اور ہر ایک مکر کو کام میں لائیں گے مگر میں اس سلسلہ کو بڑھاؤں گا اور کامل

(۱) خیال کر لیا۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ حدیثوں سے صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخری
زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے اور حضرت مسیح بھی مگر
دونوں بروزی طور پر آئیں گے نہ حقیقی طور پر۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کے مقابل پر
یہودی بھی جوش و خروش کریں گے مگر وہ یہودی بھی بروزی ہیں نہ حقیقی۔ قدیم سے
حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ اکثر مولویوں کا نام اُس وقت یہودی رکھا جائے گا اور
درحقیقت سورۃ فاتحہ نے بکمال صفائی یہ پیشگوئی کر دی ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ میں یہ دعا
سکھلائی گئی کہ ایسا نہ ہو کہ ہم وہ یہودی بن جائیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن تھے۔
پس مسلمان لوگ ایسے یہودی کیونکر بن سکتے ہیں جب تک اُن میں بروزی طور پر
مسیح موعود پیدا نہ ہو اور اس کی مخالفت نہ کریں۔ منہ

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۱

روحانی خزائن جلد ۱۳ ۲۹۶ ایام الصلح

کروٹ بدلے گی۔ تماشا بینوں کی طرح یہ خیال نہیں رکھنا چاہئے کہ یکدفعہ دنیا اُلٹ پلٹ ہو جائے گی بلکہ جس طرح پر کھیت اور درخت بڑھتے ہیں ایسا ہی ہوگا۔!!!

یاد رہے کہ جس مسیح یعنی روحانی برکات والے کی مسلمانوں کو آخری زمانہ میں بشارت دی گئی ہے اُسی کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دجال معہود کو قتل کرے گا۔ لیکن یہ قتل تلوار یا بندوق سے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دجالی بدعات اس کے زمانہ میں نابود ہو جائیں گی۔ حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال شیطان کا نام ہے پھر جس گروہ سے شیطان اپنا کام لے گا اُس گروہ کا نام بھی استعارہ کے طور پر دجال رکھا گیا کیونکہ وہ اُس کے اعضاء کی طرح ہے۔ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ[1] یعنی انسانوں کی صنعتوں سے خدا کی صنعتیں بہت بڑی ہیں یہ اشارہ ان انسانوں کی طرف ہے جن کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ آخری زمانہ میں بڑی بڑی صنعتیں ایجاد کریں گے اور خدائی کاموں میں ہاتھ ڈالیں گے۔ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جگہ انسانوں سے مراد دجال ہے اور یہ قول دلیل اس بات پر ہے کہ دجال معہود ایک شخص نہیں ہے ورنہ ناس کا نام اُس پر اطلاق نہ پاتا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ناس کا لفظ صرف گروہ پر بولا جاتا ہے سو جو گروہ شیطان کے وساوس کے نیچے چلتا ہے وہ دجال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف کی اس ترتیب کا اشارہ ہے کہ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2] سے شروع کیا گیا اور اس آیت پر ختم کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ[3]۔ پس لفظ ناس سے مراد اس جگہ بھی دجال ہے۔ ماحصل اس سورۃ کا یہ ہے کہ تم دجال کے فتنہ سے خدا تعالیٰ کی پناہ پکڑو۔ اس سورۃ سے پہلے سورۃ اخلاص ہے جو عیسائیت کے اصول کے رد میں ہے۔ بعد اس کے سورۃ فلق ہے جو ایک تاریک زمانہ اور عورتوں کی مکاری کی خبر دے رہی ہے اور پھر آخر ایسے گروہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو شیطان کے زیر سایہ چلتا ہے اس ترتیب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی گروہ ہے جس کو دوسرے لفظوں میں شیطان کہا ہے

[1] المؤمن: ۵۸ [2] الفاتحہ: ۲ [3] الناس: ۶،۷

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

روحانی خزائن جلد ۳ ۲۵۳ ازالہ اوہام حصہ دوم

﴿۲۵۲﴾

نور افشاں مطبوعہ ۲۳ راپریل کا اعتراض

پرچہ نور افشاں میں مسیح کے صعود کی نسبت یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کے صعود کی نسبت گیارہ شاگرد چشم دید گواہ موجود ہیں جنہوں نے اُسے آسمان کو جہاں تک حد نظر ہے جاتے دیکھا۔ چنانچہ معترض صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں رسولوں کے اعمال باب اوّل کی یہ آیتیں پیش کی ہیں۔

(۳) اُن پر (یعنی اپنے گیارہ شاگردوں پر) اُس نے (یعنی مسیح نے) اپنے مرنے کے پیچھے آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا رہا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا۔ اور اُن کے ساتھ ایک جا ہو کے حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ۔۔ اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اُوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُن کی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ہوئے اُن کے پاس کھڑے تھے (۱۱) اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔

﴿۲۵۳﴾

اب پادری صاحب صرف اس عبارت پر خوش ہو کر کہہ بیٹھے ہیں کہ درحقیقت اسی جسم خاکی کے ساتھ مسیح اپنے مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ لیکن انہیں معلوم ہے کہ یہ بیان لوقا کا ہے جس نے نہ مسیح کو دیکھا اور نہ اُس کے شاگردوں سے کچھ سنا۔ پھر ایسے شخص کا بیان کیوں کر قابل اعتبار ہو سکتا ہے جو شہادت رویت نہیں اور نہ کسی دیکھنے والے کے نام کا اس میں حوالہ ہے۔ ماسوا اس کے یہ بیان سراسر غلط فہمی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ بلکہ اسی باب کی تیسری آیت ظاہر کر رہی ہے

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

بدی کی گئی۔ مگر جو کوئی عفو کرے اور اس عفو میں کوئی اصلاح مقصود☆ ہو تو اس کا اجر خدا کے پاس ہے یہ تو قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ مگر انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور درگزر کی ترغیب دی گئی ہے اور انسانی دوسرے مصالح کو جن پر تمام سلسلہ تمدن کا چل رہا ہے پامال کر دیا ہے اور انسانی قویٰ کے درخت کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ کے بڑھنے پر زور دیا ہے اور باقی شاخوں کی رعایت قطعاً ترک کر دی گئی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور بُرے بُرے اُن کے نام رکھے۔ اخلاقی معلّم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے؟ پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا بلکہ کبھی تو عفو اور درگزر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرین مصلحت ہو اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے۔ پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں۔ یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے۔ نہ

☆ قرآن شریف نے بے فائدہ عفو اور درگزر کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس سے انسانی اخلاق بگڑتے ہیں اور شیرازہ انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے بلکہ اس عفو کی اجازت دی ہے جس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ منہ

(۱۲)

سبق نمبر ۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۴

(۲۰)

ترجمہ اس کا یہ ہے۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو رب الارباب ہے اور درود اس رسول مقبول پر جو یوم الحساب کا شفیع ہے اور نیز اس کی آل اور اصحاب پر۔ اما بعد تم پر سلام اور ہر یک پر جو راہ صواب میں کوشش کرنے والا ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جز کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے سو اے ہر یک عیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عند اللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسلام علی من سلک سبیل الصواب۔ من مقام چاچڑاں

ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

چونکہ حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے امت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا۔ اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔ "در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی

سبق نمبر۴۴، عکسی حوالہ نمبر۱۵

روحانی خزائن جلد ۲۲ — ۶۶ — حقیقۃ الوحی

اُن کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوتا تھا۔ اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جبکہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے اور کوئی کدورت اُس میں باقی نہیں رہی تجلیاتِ الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر توریت میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا بیٹا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو جو انجیلوں میں بیٹا کہا گیا۔ اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیم اور اسحاق اور اسمٰعیل اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلائے ہیں۔

ایسا ہی عیسیٰ بھی ہے تو اُن پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسا محو ہوتا ہے جو کچھ بھی نہیں رہتا تب اُسی فنا کی حالت میں ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس حالت میں اُن کا وجود درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا[1]۔ یعنی ان لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے نومید مت ہو خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ اب دیکھو اس جگہ یا عباد اللہ کی جگہ یا عبادی کہہ دیا گیا حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے۔ مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا۔

ایسا ہی فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ[2]۔ یعنی جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے

[1] الزمر: ۵۴ [2] الفتح: ۱۱

(۱۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبق نمبر:۵

باب:۱، ایمانیات:

تقدیر

لغت میں تقدیر کسی چیز کے اندازہ کرنے کو کہتے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں تقدیر کہتے ہیں جو کچھ اب تک ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہو گا۔ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو کام اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو وہ نہیں ہوتا، ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے کے مطابق ہے کوئی بھی اچھی یا بری چیز اس کے علم اور اندازے سے باہر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کارخانہ عالم کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم ازلی میں اس کا نقشہ بنایا اور ابتداء تا انتہاء ہر چیز کا اندازہ لگایا اس نقشہ بنانے اور طے کرنے کا نام تقدیر ہے اور اپنے طے شدہ نقشے کے مطابق اس نظام کائنات کو وجود بخشنے کا نام قضاء ہے اس کو قضاء قدر کہتے ہیں۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ تقدیر کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان مجبور محض ہے اپنے ہر فعل بد کو تقدیر کے کھاتے ڈال کر بیٹھ جائے بلکہ اس کا ارادہ و اختیار باقی ہے، اس کا ہر کام جو یہ سرانجام دیتا ہے اپنے ارادے سے کرتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہے تو اسے نہیں کرتا، ہاں البتہ یہ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا یہ بات علم الٰہی میں ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ۱: تقدیر مبرم۔ ۲: تقدیر معلّق۔

۱: تقدیر مبرم: وہ تقدیر ہوتی ہے جو اٹل ہوتی ہے اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا، لوح محفوظ میں ایک ہی بات لکھی ہوئی ہے جو ہو کے رہتی ہے۔

2: تقدیر معلّق: وہ تقدیر ہے جو تقدیر مبرم کی طرح اٹل نہیں ہوتی بلکہ اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اس تقدیر کو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کام کے ساتھ معلّق کر دیتے ہیں کہ فلاں کام کرے گا تو یہ ہوگا، نہیں کرے گا تو یہ ہوگا۔ مثلاً پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے اداء کرے گا تو رزق کی تنگی اور بیماری سے محفوظ رہے گا اور اگر نماز نہیں پڑھے گا تو افلاس اور پریشانی میں مبتلاء کر دیا جائے گا۔

تقدیر کے درجات: تقدیر کے پانچ درجے ہیں۔

۱: وہ امور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ازل میں فیصلہ فرما لیا تھا ان امور سے متعلقہ تقدیر کو تقدیر ازلی کہتے ہیں۔

۲: وہ امور جنہیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق عرش کے بعد اور زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے طے فرمایا۔

۳: وہ امور جو صلب آدم علیہ السلام سے ذریت آدم علیہ السلام کو نکالتے وقت طے کیے گئے۔

۴: وہ امور جو بچے کے لیے اس وقت طے کیے جاتے ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

۵: وہ امور جو بعض امور پر موقوف کیے گئے ہیں۔

ان مندرجہ بالا پانچ امور میں سے پہلے چار امور تقدیر مبرم سے متعلق ہیں اور آخری تقدیر معلّق سے متعلّق ہے۔ جو مختلف حالات میں حکم الٰہی سے بدلتی رہتی ہے۔

ایک اہم انتباہ: بعض لوگوں نے تقدیر کا غلط معنیٰ سمجھ رکھا ہے کہ ہم تو مجبور محض ہیں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ تو لکھ رکھا ہے پھر ہمیں نیک اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ ایک

وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو لکھا ہے ہمیں تو اس کی خبر نہیں ہے کہ کیا لکھا ہے ہمیں تو ہر حال میں خدا کی رضا کی طلب میں خود کو لگائے رکھنا چاہیے اگر یہی اصول ہے کہ سب کچھ لکھا ہوا ہے اس لیے نیک اعمال نہیں کرتے پھر رزق بھی تو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اس کے لیے اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ زندگی اور موت کا وقت بھی مقرر ہے پھر سیکیورٹی پر اتنے اخراجات کس لیے کیے جاتے ہیں؟ لہٰذا تقدیر کا بہانہ بنا کر اعمال سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کی ذہنی پستی کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

نیز تقدیر انسانی عقل سے ماوراء خداوند قدوس کے خصوصی رازوں کا نام ہے ان سے چھیڑ چھاڑ اور تقدیر کے متعلق سوالات نہیں کرنے چاہیے ورنہ آدمی ایمان سے بھی محروم ہو سکتا ہے۔ ہماری عقل محدود ہے اور خدا کے راز لا محدود، اب محدود سے لا محدود کو سمجھنے کی کوشش سراسر حماقت ہو گی، تقدیر کے متعلقہ سوالات سے شریعت نے منع کیا ہے۔

باب:۲، اسلامیات:

زکوۃ

ارکان اسلام میں ایک بنیادی رکن زکوۃ ہے اور یہ مال کے اس حصے کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خدا کے حکم سے فقیروں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دے کر ان کو اس مال کا مالک بنا دیا جائے۔ نماز اور روزہ بدنی عبادات ہیں اور زکوۃ مالی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کم و بیش بیاسی (۸۲) مرتبہ زکوۃ کی ادائیگی کا ذکر فرمایا ہے اور واضح رہے کہ زکوۃ کوئی مالی جرمانہ نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے دیئے ہوئے مال و دولت میں سے چالیسواں حصہ اس کے حکم پر قربان کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

فرضیت زکوۃ کی شرائط: زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے دس شرائط ہیں۔

۱: مسلمان ہونا، کافر پر زکوۃ فرض نہیں۔ ۲: آزاد ہونا، غلام پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔ ۳: بالغ ہونا، بچے پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔ ۴: عاقل ہونا، مجنون اور دیوانے پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔ ۵: مکمل ملکیت کا ہونا، غیر مقبوض مال پر بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔ ۶: صاحب نصاب ہونا۔ ۷: مال کا حاجت اصلیہ (روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ) سے زائد ہونا۔ ۸: اتنا مقروض نہ ہو کہ اگر قرض اداء کیا جائے تو آدمی صاحب نصاب ہی نہ رہے۔ ۹: "مال نامی" یعنی بڑھنے والا مال ہو اس کی قیمت بڑھتی رہتی ہو جیسے سونا چاندی وغیرہ۔ 10: نصاب پر پورا سال گزر جائے پھر زکوۃ فرض ہوگی۔

زکوۃ کے مصارف: زکوۃ کے سات مصارف ہیں۔

۱: فقیر! یعنی وہ شخص جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں۔ ۲: مسکین! یعنی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ ۳: عامل! یعنی وہ سرکاری ملازم جو زکٰوۃ وصول کرنے پر مامور ہو۔ ۴: مکاتب! کو آزاد کروانے والے کے لیے یعنی ایسا غلام جس کے آقا نے اس کی آزادی کو کچھ معاوضے کے ساتھ مشروط کر دیا ہو اس کی آزادی کے لیے زکوۃ اداء کرنا۔ ۵: مقروض! جس کے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکٰوۃ دینا جائز ہے۔ ۶: مجاہدین! جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ ۷: مسافر! جس کے پاس اپنے علاقہ میں مال ہو مگر سفر میں نہ ہو۔ جیب کٹ جانے یا مال ضائع ہو جانے کی وجہ سے۔

وہ لوگ جن کو زکوۃ دینا جائز نہیں: ۱: کافر! اگرچہ ذمی ہو۔ ۲: غنی! یعنی ایسا مالدار جس کے پاس بقدر نصاب کامل مال موجود ہو۔ ۳: مالدار بچہ۔ ۴: سید! یعنی بنی ہاشم کا فرد، بنی ہاشم کو زکٰوۃ دینا اس لیے جائز نہیں ہے کہ زکوۃ مالوں کی میل کچیل ہوتی ہے اور پیغمبر اقدس ﷺ کا خاندان مبارک اس بات سے منزہ و ارفع ہے کہ ہمارے مالوں کی میل کچیل کھائے۔ پوری امت تو اہل بیتؓ کے خاندان کی دریوزہ گر ہے۔ ۵: اصول! یعنی باپ، دادا، پردادا الخ میں سے کسی کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ ۶: بیٹا، پوتا، پڑپوتا الخ میں سے بھی کسی کو زکوۃ نہیں دے

سکتے۔ ۷: میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ ۸: مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں بھی زکوۃ خرچ نہیں کی جاسکتی۔

باب:۳، اخلاقیات:

صدق وکذب

اپنے اقوال و افعال میں سچائی اختیار کرنا اور ہر حال میں سچائی کو لازم پکڑنا ہر مسلمان پر لازم ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے سے ڈرنے اور ہر حال میں سیدھی اور سچی بات کرنے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ بولنا مسلمان کی شان نہیں ہے اور ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور سچائی ایک عمدہ صفت ہے جسے ہر مذہب میں پسندیدگی کا درجہ حاصل ہے اس کے برعکس جھوٹ کو کسی بھی مذہب یا قوم میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، اس سے دل میں سیاہی غالب آجاتی ہے ایک دفعہ کسی عورت نے اپنے چھوٹے بچے کو بلایا اور کہا آؤ میں تجھے چیز دوں آپ ﷺ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ آپ کے بلانے پر بچہ آگیا تو اسے کیا دوگی؟ اس نے کہا چھوہارے دوں گی آپ ﷺ نے فرمایا اگر کچھ دینے کا ارادہ نہ ہوتا اور صرف بہلانے کے لیے ایسا لفظ نکلتا تو یہ بھی زبان کا جھوٹ شمار ہوتا۔ (مفہوم حدیث)

مذاق اور دل لگی میں بھی صریح جھوٹ بولنے کی شریعت مطہرہ میں اجازت نہیں ہے لیکن بعض مواقع ایسے ہیں جب مصلحت کے تحت جھوٹ بولنا ناگزیر ہو جاتا ہے ان مواقع پر بھی شریعت نے صریح جھوٹ کی بجائے "توریہ" کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایسی بات کہنا کہ جس کے دو معنیٰ ر ب کلمہ یے ہوں ایک معنیٰ فوراً ذہن میں آنے والا ہو اور دوسرا معنیٰ جلدی ذہن میں نہ آتا ہو۔ آدمی بات کرتے ہوئے دوسرا معنیٰ مراد لے اور

سننے والا اس کا پہلا معنیٰ سمجھ لے جیسا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک بڑھیا عورت سے بطور مزاح کے فرمایا کہ بڑھیا جنت میں کبھی نہ جائے گی۔ یہ سن کر بڑھیا رونے لگی کیونکہ جو ظاہری مطلب سمجھ میں آتا ہے وہ تو یہی ہے کہ بڑھیا جنتی نہیں ہے لیکن آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ اس بڑھاپے کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جنت میں جائے گی۔

ایسا مزاح جس میں جھوٹ نہ ہو جائز ہے مگر مزاح میں حد سے بڑھنا عداوت کو جنم دیتا ہے۔

سچائی ایسی صفت ہے جو انسان کو ممتاز کرتی ہے آدمی کو ہر وقت سچ بولنا چاہیے تاکہ زندگی میں کبھی اپنی بات کا یقین دلوانے کے لیے قسم کھانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ آپ ﷺ نے منافق کی چار علامات ذکر فرمائی ہیں کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو وعدہ پورا نہیں کرتا، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے اور اگر کسی سے لڑائی جھگڑا ہو جائے تو اسے گالیاں دیتا ہے۔

اب مذکورہ بالا چار صفات کے آئینہ میں ہمیں اپنا چہرہ دیکھ لینا چاہیے۔ کہ کہیں ہم بھی خدانخواستہ ان بری عادات میں اور جھوٹ بولنے کی لعنت میں مبتلاء تو نہیں ہیں اگر نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ یہ بری عادت ہم میں موجود ہے تو اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے دنیا کی عارضی عزت اور دکھلاوے کے لیے یا اپنی جھوٹی بزرگی کی دھاک بٹھانے کے لیے جھوٹ بولنا سوائے خسارے اور شرمندگی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۵] سیدنا حضرت طلحہؓ

سیدنا حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو سابقین و اولین میں ہیں

جو ایمان لائے تھے، ان کا مبارک شجرہ نسب کعب بن لوی پر آپ ﷺ سے مل جاتا ہے۔

شجرہ نسب یہ ہے۔ سیدنا حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب الخ

سیدنا حضرت طلحہؓ حسین جمیل، گندمی رنگ کے مالک، صاحب فہم فراست انسان تھے آپؓ کے ایمان لانے کا سبب یہ چیز بنی کہ آپؓ ایک دفع تجارت کی غرض سے بصریٰ کی جانب روانہ ہوئے اچانک انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک راہب تاجروں سے مخاطب ہو کر پوچھ رہا ہے کہ تم میں سے کوئی مکّہ کا رہائشی ہے؟ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں ہوں، اس پر اس نے کہا کہ آپ کے ہاں احمد کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے پوچھا کون احمد؟ اس نے کہا: "وہ عبد اللہ کا بیٹا، عبد المطلب کا پوتا ہے یہی مہینہ اس کے ظہور کا ہے وہ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ مکہ میں مبعوث ہوں گے پھر کالے پتھروں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ تم ان پر ایمان لانے میں دوسرے لوگوں سے پیچھے نہ رہ جانا۔" سیدنا حضرت طلحہؓ کا بیان ہے کہ اس راہب کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی میں جلدی جلدی گھر واپس آیا اور گھر والوں سے اس نئی خبر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا عبد المطلب کے پوتے محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابو بکر بن قحافہؓ اس پر ایمان لا چکا ہے سو حضرت طلحہؓ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور ان سے راہب والی بات نقل کی جس سے سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور ساتھ سیدنا حضرت طلحہؓ کو اسلام کی دعوت دی اور آپ ﷺ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کی دلنشین دعوت پر انہوں نے لبیک کہا اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ سیدنا حضرت طلحہؓ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد چوتھے فرد ہیں جو اسلام لائے۔

ایمان لانے کی دیر تھی کہ سب گھر والوں کا انداز ہی بدل گیا اور پھر وہی ہوا جو ہر راہ حق کے راہرو کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپؓ کو عرب کے اوباش لڑکوں نے پتھروں سے مارنا

شروع کیا کہ کفر کی سنگینی نے سگی ماں سے مامتا بھی چھین لی تھی اور وہ بھی ان شرپسندوں کے ساتھ مل کر اپنے بیٹے کو گالیاں دے رہی تھی اور اسے مارنے پر اوباشوں کو ابھار رہی تھی، مگر ایمان کا نشہ اس تشدد سے زائل ہونے والا نہ تھا۔ سیدنا حضرت طلحہؓ کی سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ایسی گہری دوستی تھی کہ ان کو قریبین کہا جاتا تھا۔

بالآخر اپنی عمر عزیز کو خدمت دین میں خرچ کر کے جنگ جمل کے سانحہ میں جام شہادت نوش کر گئے، آپؓ کو بصرہ میں دفن کیا گیا۔

دینی خدمات و اعزازات:

- عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔
- سابقین فی الاسلام میں سے ہیں۔
- بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں جن کو اصحاب بدر کے بعد افضل امت کا منصب حاصل ہے۔
- غزوہ بدر کے ماسواء تمام غزوات میں شامل ہوئے۔
- غزوہ احد میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تیر و تلوار کے پچھتر کے قریب زخم کھائے۔
- آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کا خصوصی محافظ ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔
- غزوہ احد میں جو حضرات ثابت قدم رہے ان میں سے ایک سیدنا حضرت طلحہؓ بھی ہیں۔
- رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حضرت طلحہؓ کو الخیر کا لقب دیا۔
- اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو منصب شہادت سے سرفراز فرمایا۔
- عشق رسول ﷺ میں آپ ﷺ کے جانثاروں کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی شخصیت منصہ شہود پر چاند کی طرح چمکنے والی وہ ہستی ہے جس نے اتباع سنت میں اور احیاء دین مبین وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ اگر برصغیر پاک و ہند کی اسلامی تاریخ سے حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کو نکال دیا جائے تو تاریخ دھندلا جائے گی۔

حضرت حکیم الامت ۱۸۶۳ء میں تھانہ بھون ضلع مظفر نگر بھارت میں پیدا ہوئے آپؒ نے ابتدائی تعلیم میرٹھ میں حاصل کی اور حافظ حسین علیؒ سے قرآن پاک حفظ کیا پھر اس کے بعد تھانہ بھون آکر مولانا فتح اللہ سے عربی کی ابتدائی اور فارسی کی متعدد کتابیں پڑھیں پھر اس کے بعد دیوبند جاکر بقیہ نصاب کی تکمیل کی۔ ۱۴ برس تک کانپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اپنے شیخ حاجی امداد مہاجر مکیؒ کے حکم پر کانپور کا قیام ترک کر کے تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور آخر عمر تک یہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اصلاح امت کے لیے سینکڑوں کتب تصنیف فرمائیں۔ اتباع سنت کی وجہ سے اتنے انوار و برکات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا کہ آپؒ کے بدترین دشمن بھی آپ کے چہرہ کی زیارت کر کے بے ساختہ خداؐ کی عجب صپا عش عش کر اٹھتے تھے اہل بدعت چونکہ حضرتؒ سے خاص طور پر بغض رکھتے تھے اور حضرتؒ کی تکفیر و توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے مگر جب اہل بدعت کے پیشواء نے پہلی دفعہ ریلوے سٹیشن پر دیکھا تو بے ساختہ ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا کہ یہ تو بہت بڑے اللہ والے ہیں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ جیسے مجدد زماں جن کے بارے میں یہ گواہی دیں کہ "حضرت تھانویؒ ہر مسئلہ پر حلال و حرام کو دیکھ کر سنت پر چلنے والے ہیں"۔

(مہر منیر)

اس شخص کی بلندی شان کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ہر بات کو اس جگہ پر رکھتے تھے اور کسی قوم کی دشمنی میں حد سے تجاوز

نہیں کرتے تھے جس طرح آپ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت گزری اور آپ ﷺ سے کہا السام علیکم [معاذاللہ] اے نبی آپ پر ہلاکت ہو۔ حضرت نبی کریم نے جواباً ارشاد فرمایا وعلیکم، مگر حضرت امی عائشہ صدیقہؓ کو اتنا جواب کافی محسوس نہ ہوا تو شدت غضب میں فرمایا "وعلیکم السام ولعنکم اللہ وغضب علیکم" تم پر ہلاکت ہو اللہ کی لعنت ہو اور اللہ کا غضب ہو۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مہلاً یا عائشۃ اے عائشہ رک جاؤ اور نرمی اختیار کرو۔

(بخاری رقم الحدیث ۶۴۰۱)

یعنی اگر کافر بھی سامنے ہو تو انصاف کا دامن اور نرمی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مرزائیت کے کفر میں کسے شک ہے؟ مگر جب حضرتؒ کی مجلس میں کسی نے انہیں منکر خدا، منکر رسول اور پتہ نہیں کیا کچھ کہا تو حضرت نے اسی حدیث کے پیش نظر انصاف کا دامن تھامتے ہوئے فرمایا کہ مرزائیوں نے خدا اور رسول کا انکار نہیں کیا بلکہ عقیدہ ختم رسالت کا انکار کیا ہے۔ (اگرچہ ضروریات دین میں سے ایک کا انکار بھی کفر ہے اور مرزائی کافر ہیں) مگر بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہیے حضرتؒ کی اس بات کو لے کر بعض وہ لوگ جو اہل سنت کے بغض میں شرافت اور حیاء کو خیر باد کہہ چکے ہیں حضرتؒ پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا معلوم نہیں حدیث بخاری میں حضرت امی عائشہ صدیقہؓ کو زائد بات سے منع کرنے پر پیغمبر ﷺ کے بارے میں ان حضرات کا نظریہ کیا ہو گا؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ علم و حکمت اور فہم و بصیرت میں یکتا روزگار تھے آپ کے مواعظ سے لوگوں کی کایا پلٹ جاتی تھی اپنے نظم وضبط اور ڈسپلن کے انتہائی پابند تھے آپؒ کی زندگی کی کرامات میں سے سب سے بڑی کرامت آپؒ کی تصانیف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول عام نصیب فرمایا بالخصوص آپؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "بہشتی زیور" ہر گھر کی زینت ہے۔ آپؒ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کاملۃً

باب:۶، اذکار مسنونہ:

کھانا کھانے سے پہلے کی دعا: "بِسْمِ اللَّهِ" (سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۸۵۸)

{اللہ کے نام کے ساتھ۔}

کھانا کھانے کے بعد دعا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ"

(مسند احمد رقم الحدیث ۱۱۹۳۴)

{تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور ہمیں پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔}

باب:۷،لوح مرزا:

تضادات مرزا غلام قادیانی

مرزا غلام قادیانی کے دین اسلام سے اختلافات ہم نے ملاحظہ کیے مگر کیا یہ شخص صرف دین اسلام ہی کا دشمن تھا یا خود اپنی ذات میں بھی تضادات کا مجموعہ تھا؟ انبیاء علیہم السلام کی دعوت صاف ستھری دو جمع دو، چار، جیسی سیدھی سادھی سچائیوں پر مشتمل ہوتی ہے ان میں نہ تو عقل کی گتھیاں سلجھانی پڑتی ہیں اور نہ قدم قدم پر رک کر اپنی قول و فعل کی وضاحتیں دینی پڑتی ہیں مگر مرزا غلام قادیانی کی نبوت کاذبہ چونکہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ ایک سیاسی حکومت کی وقتی ضرورت کا شاخسانہ تھی اس لیے اس دعوت پر لبیک کہنے والے تو حیران ہوں گے ہی کہ ان کا نبی بھی ان اختلافات کا معجون ہضم نہ کر سکا اور بمرض ہیضہ لیٹرین میں واصل جہنم ہوا۔ آیئے مرزا کے تضادات کی پٹاری سے دس عدد نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ مگر اس سے پہلے متضاد باتیں کرنے والے کے بارے میں خود مرزا قادیانی کا موقف بھی دیکھ لینا چاہیے تاکہ تردید مرزائیت کے لیے باہر سے کوئی دلیل نہ لانی پڑے، اور "باوَلا کتا خود کو کاٹے" کا مصداق واضح ہو جائے کہ مرزا کو منافق، مخبوط الحواس اور جھوٹا ہم نہیں کہہ رہے بلکہ شان مرزا بزبان مرزا کا قصیدہ ہے ہم تو محض ناقل ہیں۔ مرزا کہتا ہے: "اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں

رکھتا ہے۔"

(روحانی خزائن ج۲۲ ص۱۹۱، عکسی حوالہ نمبر۱)

مرزا صاحب لکھتے ہیں: "اور ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔"

ست(بچ . مروحانی خزائن ج۱۰ ص۱۴۳، عکسی حوالہ نمبر۲)

اب ہم یہ فیصلہ قارئین کی فہم و انصاف پر چھوڑ دیتے ہیں کہ مرزا کے بے شمار تضادات جن میں سے یہ چند نمونے پیش خدمت ہیں ان کے باعث مرزا کو مخبوط الحواس پاگل یا منافق کیا کہنا پسند کریں گے پس جو بھی کہیں آپ اس میں حق بجانب ہیں اس لیے کہ یہ شان مرزا، بزبان مرزا کا معاملہ ہے کوئی مذہبی یا جماعتی تعصب نہیں ہے تو ملاحظہ کیجیے مرزا صاحب کی چوں چوں کا مربہ۔

تضادات مرزا غلام احمد قادیانی

نمبر شمار	تضاد نمبر	پہلا دعوی	دوسرا دعوی
۱	۱	"اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔"(روحانی خزائن ج ۳ ص۴۳۲ازالہ اوہام حصہ دوم عکسی حوالہ نمبر۳)	"پس آیل (جبرائیل) آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔" (روحانی خزائن ج۲۲ ص۱۰۶ حقیقۃ الوحی، عکسی حوالہ نمبر۴)
۲	۲	"باربار کہتا ہوں ایک کیا دس ہزار سے بھی زائد مسیح آسکتے ہیں۔" (روحانی خزائن ج۳ ص۲۵۱، ازالہ اوہام حصہ اوّل عکسی حوالہ نمبر۵)	"میرے بعد دوسرے مسیح کیلئے میرے زمانے کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔"(روحانی خزائن ج۱۶ ص۲۴۳ خطبہ الہامیہ، عکسی حوالہ نمبر۶)
۳	۳	"حضرت عیسیٰ علیہ السلام	"حضرت مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی

		کی عمر ۱۲۰ برس ہوئی تھی۔" (روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۱۵۴ راز حقیقت، عکسی حوالہ نمبر ۷)	ہوئی۔" (روحانی خزائن ج۱۵ ص۵۵ مسیح ہندوستان میں عکسی حوالہ نمبر ۸)
۴	۴	"پھر طاعون کے دنوں میں جب قادیان میں طاعون زور پر تھا۔" (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۷ حقیقۃ الوحی، عکسی حوالہ نمبر ۹)	"قادیان خوفناک طاعون سے محفوظ رہے گا۔" (ملخصاً روحانی خزائن ج۱۸، ص ۲۳۰ دافع البلاء عکسی حوالہ نمبر ۱۰)
۵	۵	"میرے دعوی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۴۳۲ تریاق القلوب عکسی حوالہ نمبر ۱۱)	"جس شخص نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷ حقیقۃ الوحی، عکسی حوالہ نمبر ۱۲)
۶	۶	"حضرت مسیح خدائی کے دعوے دار تھے۔" (ملخصاً روحانی خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۶ ست بچن، عکسی حوالہ نمبر ۱۳)	"حضرت مسیح تو خدا کے متواضع حلیم عاجز اور بے نفس بندے تھے۔" (روحانی خزائن ج ۱ ص ۹۴ براہین احمدیہ حصہ چہارم، عکسی حوالہ نمبر ۱۴)
۷	۷	"میرا یہ دعوی نہیں کہ میں وہ مہدی ہوں۔" (روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۶ ضمیمہ براہین احمدیہ، عکسی حوالہ نمبر ۱۵)	"یہ وہ ثبوت ہے جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔" (روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۴ تحفہ گولڑویہ، عکسی حوالہ نمبر ۱۶)
۸	۸	"وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہو گا بلکہ فقط امتی لوگوں میں سے	"صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے۔" (روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹ ایک غلطی کا ازالہ، عکسی حوالہ

		ایک شخص ہو گا۔" (روحانی خزائن ج۳ ص۲۴۹ ازالہ اوہام حصہ اوّل، عکسی حوالہ نمبر۱۷)	نمبر۱۸)
۹	۹	"حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس (یروشلم) میں ہے۔" (روحانی خزائن ج۸ ص۲۹۹ اتمام الحجہ، عکسی حوالہ نمبر۱۹)	"مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار (کشمیر) میں اسکی قبر ہے۔" (روحانی خزائن ج۱۹ ص۷۶ کشتی نوح، عکسی حوالہ نمبر۲۰)
۱۰	۱۰	"میں خدا کا پانی (نطفہ) ہوں۔" (اربعین نمبر۲ روحانی خزائن ج۱۷ ص۳۸۵، عکسی حوالہ نمبر۲۱)	"میں انسانوں کی جائے نفرت (شرمگاہ) ہوں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن ج۲۱ ص۱۲۷، عکسی حوالہ نمبر۲۲)

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ا

اب دیکھو کہ ایک طرف تو یہ شخص میرے مسیح موعود ہونے کا اقرار کرتا ہے اور نہ صرف اقرار بلکہ میری تصدیق کے بارہ میں ایک خواب بھی پیش کرتا ہے جو سچی نکلی۔

پھر اسی کتاب کے آخر میں اور نیز اپنے رسالہ المسیح الدجال میں میرا نام دجال اور شیطان بھی رکھتا ہے اور مجھے خائن اور حرامخوار ٹھہراتا اور کذّاب ٹھہراتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ عبدالحکیم خان نے اپنے ان دونوں متناقض بیانوں میں چندروز کا بھی فرق نہیں رکھا۔ ایک طرف تو مجھے مسیح موعود کہا اور اپنے خواب کے ساتھ میری تصدیق کی اور پھر ساتھ ہی دجّال اور کذّاب بھی کہہ دیا۔ مجھے اِس بات کی پروا نہیں کہ ایسا کیوں کیا۔ مگر ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ ایک طرف تو مجھے سچا مسیح قرار دیتا ہے بلکہ میری تصدیق میں ایک سچی خواب پیش کرتا ہے جو پوری ہوگئی اور دوسری طرف مجھے سب کافروں سے بدتر سمجھتا ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور تناقض ہوگا اور جن عیبوں کو وہ میری طرف منسوب کرتا ہے اُس کو خود سوچنا چاہئے تھا کہ جب خواب کی رُو سے میری سچائی کی اُس کو تصدیق ہو چکی تھی بلکہ میری تصدیق کے لئے خدا نے حسن بیگ کو طاعون سے ہلاک بھی کر دیا تھا☆۔ تو کیا ایک دجّال کے لئے خدا نے اس کو مارا اور کیا خدا کو وہ عیب معلوم نہ تھے جو بیس سال کے بعد اُس کو معلوم ہوگئے ❁ اور یہ عذر اُس کا قابلِ قبول نہ ہوگا کہ مجھ کو شیطانی خوابیں آتی ہوں گی اور یہ بھی ایک شیطانی خواب تھی۔ کیونکہ یہ تو ہم قبول کر سکتے ہیں کہ اُس کو بوجہ فطرتی مناسبت کے شیطانی خوابیں آتی ہوں گی اور شیطانی الہام

☆ اب عبدالحکیم کے لئے لازم ہے کہ محمد حسن بیگ کی قبر پر جا کر رووے کہ اے بھائی تو تکذیب میں سچا تھا اور میں جھوٹا۔ میرا گناہ معاف کر اور خدا سے معلوم کر کے مجھے بتلا کہ ایک کذّاب اور دجال کے لئے کیوں اُس نے تجھے ہلاک کر دیا۔ منہ

❁ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ جو شخص بیس سال تک تحریر اور تقریر میں میری تائید کرتا رہا اور مخالفوں کے ساتھ جھگڑتا رہا۔ اب بیس سال کے بعد کونسی نئی بات اُس کو معلوم ہوئی جو عیب اُس نے لکھے ہیں وہ تو وہی ہیں جن کا جواب وہ آپ دیا کرتا تھا۔ منہ

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۲

روحانی خزائن جلد ۱۰ ۔۔۔ ۱۴۳ ۔۔۔ ست بچن

﴿۳۱﴾

کرتے ہیں اور ہم تسلیم کر لیں گے کہ شاید کسی مسلمان نے موقعہ پا کر گرنتھ میں داخل کر دیئے ہیں لیکن اگر دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ باوا صاحب نے اسلام کے عقائد قبول کر لئے تھے اور وید پران کا ایمان نہیں رہا تھا تو پھر وہ چند اشعار جو باوا صاحب کے اکثر حصہ کلام سے مخالف پڑے ہیں جعلی اور الحاقی تسلیم کرنے پڑیں گے یا ان کے ایسے معنے کرنے پڑیں گے جن سے تناقض دور ہو جائے اور ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ پس بڑی بے ادبی ہوگی کہ متناقض باتوں کا مجموعہ باوا صاحب کی طرف منسوب کیا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ باوا صاحب نے ایسے مسلمانوں اور قاضیوں مفتیوں کو بھی اپنے اشعار میں سرزنش کی ہو جنہوں نے اس حق اور حقیقت کو چھوڑ دیا جس کی طرف خدا تعالیٰ کا کلام بلاتا ہے اور محض رسم اور عادت کے پابند ہو گئے چنانچہ قرآن شریف اور حدیث میں بھی ہے کہ ایسے نمازیوں پر لعنتیں ہیں جن میں صدق اور اخلاص نہیں اور ایسے روزے نری فاقہ کشی ہے جن میں گناہ ترک کرنے کا روزہ نہیں۔ سو تعجب نہیں کہ غافل مسلمانوں کے سمجھانے کے لئے اور اس غرض سے کہ وہ رسم اور عادت سے آگے قدم بڑھاویں باوا صاحب نے بعض بے عمل مولویوں اور قاضیوں کو نصیحت کی ہو۔

اب ہم کھول کر لکھتے ہیں کہ ہماری رائے باوا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے۔ کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے اور یقیناً وہ وید سے بیزار ہو کر اور کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** سے مشرف ہو کر اس نئی زندگی کو پا چکے تھے جو بغیر خدائے تعالیٰ کے پاک رسول کی پیروی کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہ ہندوؤں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے اور پوشیدہ ہی چلے گئے اور اس کے دلائل ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۳

مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔ اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے ﴿۶۱۵﴾ اس کے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔ ماسوا اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہداء کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب قرب و کمال حاصل ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حیات کا قرآن کریم میں جابجا بیان ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے یہ آیت قرآن شریف میں درج ہے۔ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ[1] یعنی وہ خدا جو مجھے مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ اس موت اور حیات سے مراد صرف جسمانی موت اور حیات نہیں بلکہ اس موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے جو سالک کو اپنے مقامات و منازل سلوک میں پیش آتی ہے۔ چنانچہ وہ خلق کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور خالق حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے رفقاء کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اپنے نفس کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ ﴿۶۱۶﴾ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی موتیں اس پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور کئی حیاتیں۔ یہاں تک کہ کامل حیات کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے سو وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اور رنگ اور شان کی حیات ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ[2] الجزو نمبر ۲۱

[1] الشعراء: ۸۲ [2] العنکبوت: ۶۵

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۴

من لّدن ربّ کریم۔ درکلام تو چیزے ست کہ شعرا را دران
فصیح کیا گیا ہے۔ تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو
دخلے نیست۔ رب علّمنی ماھو خیر عندک۔ یعصمک اللّٰہ من ﴿۱۰۳﴾
دخل نہیں۔ اے میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے تجھے خدا دشمنوں سے
العدا و یسطو بکلّ من سطا۔ برزما عندھم من الرّماح۔ انی
بچائے گا اور حملہ کرنے والوں پر حملہ کردیگا۔ انہوں نے جو کچھ اُن کے پاس ہتھیار تھے سب ظاہر کردیئے
سأخبرہ فی اخرالوقت۔ انک لست علی الحق۔ ان اللّٰہ رء وف
مَیں مولوی محمد حسین بٹالوی کو آخر وقت میں خبر دیدونگا کہ تُو حق پر نہیں ہے۔ خدا رؤف و
رحیم۔ انّا النّا لک الحدید۔ انی مع الافواج اٰتیک بغتة۔
رحیم ہے۔ ہم نے تیرے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ مَیں فوجوں کے ساتھ ناگہانی طور پر آؤں گا۔
انی مع الرسول اُجیب اُخطی و اُصیب☆۔ وَقَالُوا انّی لکَ
مَیں رسول کے ساتھ ہوکر جواب دُونگا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ بھی دونگا اور کبھی ارادہ پورا کرونگا۔ اور کہیں گے کہ تجھے یہ مرتبہ کہاں
ھٰذا۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ عَجِیْبٌ۔ جَآءَنِیْ اٰیِلُ❁ وَاخْتَارَ۔ وَاَدَارَ اِصْبُعَہٗ
سے حاصل ہوا۔ کہہ خدا ذوالعجائب ہے۔ میرے پاس آیل آیا اور اُس نے مجھے چُن لیا۔ اور اپنی انگلی کو گردش دی
وَ اَشَارَ. اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ اَتٰی. فَطُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ وَرَاٰی. الامراض
اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک وہ جو اُس کو پاوے اور دیکھے۔ طرح طرح کی بیماریاں

☆ حاشیہ۔ اس وحی الٰہی کے ظاہری الفاظ یہ معنے رکھتے ہیں کہ مَیں خطا بھی کرونگا اور صواب بھی یعنی جو مَیں چاہوں گا کبھی کروں گا اور کبھی نہیں اور کبھی میرا ارادہ پورا ہوگا اور کبھی نہیں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی کلام میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ مَیں مومن کی قبض رُوح کے وقت تردّد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردّد سے پاک ہے اِسی طرح یہ وحی الٰہی ہے کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی مَیں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔ منہ

❁ اِس جگہ آیل خدا تعالیٰ نے جبریل کا نام رکھا ہے اِس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ منہ

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۵

اس عذر کا جواب یہ ہے کہ اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی ﴿۲۹۵﴾ آوے اور ممکن ہے کہ اوّل وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔ مگر اے میرے دوست مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور تصوّر فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اُترے گا۔ اسلام اگرچہ خدائے تعالیٰ کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودۂ خدا اور رسول کو عقل پر فوقیت دیتا ہے مگر پھر بھی وہ عقل کو معطل اور بے کار ٹھہرانا نہیں چاہتا اور اگر صاف اور صریح طور پر کوئی امر خلاف عقل کسی الہامی کتاب میں واقع ہو اور ہم اس کے چاروں طرف نظر ڈال کر اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ دراصل یہ امر خلاف عقل ہے برتر از عقل نہیں تو ہمیں شریعت اور کتاب الٰہی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ہم اس امر غیر معقول کو حقیقت پر حمل کر بیٹھیں بلکہ قرآن شریف میں ہمیں صاف تاکید فرمائی گئی ہے کہ آیات متشابہات یعنی جن کا سمجھنا عقل پر مشتبہ رہے اُن کے ظاہری معانی پر ہرگز زور نہیں دینا چاہیئے کہ درحقیقت یہی مطلب اور مراد خدائے تعالیٰ کی ہے۔☆ بلکہ اس پر ایمان لانا چاہیئے اور اس کی اصل حقیقت کو ﴿۲۹۶﴾

☆حاشیہ ﴿۲۹۶﴾ بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیات قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع واقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی بناء پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اس کو زندہ کر کے دکھلایئے۔ کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح کے کروڑ ہا پرندے بنائے ہوئے ابتک موجود ہیں جو ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح بھی کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہیئے۔

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنے کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ اپنی صفات خاصۂ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے ﴿۲۹۷﴾

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۶

خُلقتُ فی الألف السادس فی آخر أوقاته کما خُلق

در آخر اوقات ہزار و ششم آفریدہ شدہ ام چنانکہ آدم

چھٹے ہزار کے آخر اوقات میں پیدا کیا گیا ہوں جیسا کہ آدم

آدم فی الیوم السادس فی آخر ساعاته، فلیس لمسیح

در روز ششم در ساعت آخری وے مخلوق شد پس بدون من برائے مسیحے دیگر

چھٹے دن میں اس کی آخری ساعت میں پیدا کیا گیا پس میرے سوا دوسرے مسیح

مِن دونی موضعُ قدم بعد زمانی إن کنتم تفکّرون ولا

جائے قدم گذاشتن بعد وقت من نیست اگر فکر بکنید و

کے لئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں اگر فکر کرو اور

Published-in 2008

﴿۱۵۹﴾

تظلمون .فأنا صاحب الزمان لا زمان بعدی، فبأی زمان

بیداد اختیار نکنید۔ پس من صاحب زمان منتظر ہستم و بعد از من ہیچ زمانے نیست و آں

ظلم اختیار نہ کرو۔ پس میں صاحب زمان موعود ہوں اور میرے بعد کوئی زمانہ نہیں اور اے جھوٹو!

تُنزِلون مسیحکم المفروض أیها الکاذبون؟ و

کدام زمان خواہد بود کہ در وے اے دروغ زنان مسیح فرضی و خیالی خود را فرود خواہید آورد

وہ کون سا زمانہ ہو گا جس میں تم اپنے فرضی اور خیالی مسیح کو اتارو گے اور

قد اتّفق علی هذه العِدّة التوراةُ والإنجیل

و بر ایں وقت و زمان توراۃ و انجیل و قرآن ہمہ متفق ہستند

اس وقت اور زمانہ پر توراۃ اور انجیل اور قرآن سب متفق ہیں۔

والقرآن، فاسألوا أهل الکتاب إن کنتم ترتابون .

اگر شک دارید از اہل کتاب بپرسید۔

اگر شک ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۷

﴿۲﴾ اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بد بخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس برس[۱۲۰] ☆ تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اُس کے

☆ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس[۱۲۰] برس کی عمر ہوئی تھی۔

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۸

روحانی خزائن جلد۱۵ ۵۵ مسیح ہندوستان میں

﴿۵۴﴾ یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریّت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے ہونی چاہئیے۔ سو اب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنی تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ محسوس طور پر ہوگئی اور لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔ یعنی جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔ جیسا کہ لاسہ جس کے معنی ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ بھی حضرت مسیح کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس[۱۲۵] برس کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس[۱۲۵] برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اس لئے نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس[۳۳] برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس[۱۲۵] برس کی روایت صحیح نہیں

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۹

روحانی خزائن جلد ۲۲ ۸۷ حقیقۃ الوحی

اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا

اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں

یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ وجاعل الّذین
اے عیسٰی مَیں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور مَیں تیرے
اتبعوک فوق الّذین کفروا الٰی یوم القیامۃ ۔
تابعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ ﴿۸۴﴾

حاشیہ

اور توجہ سے شفایاب ہوئے ہیں میرا لڑکا **مبارک احمد** قریباً دو برس کی عمر میں ایسا بیمار رہا کہ حالتِ یاس ظاہر ہوگئی اور ابھی میں دعا کر رہا تھا کہ کسی نے کہا کہ لڑکا فوت ہوگیا ہے یعنی اب بس کرو دعا کا وقت نہیں مگر مَیں نے دعا کرنا بس نہ کیا اور جب میں نے اسی حالت توجہ الی اللہ میں لڑکے کے بدن پر ہاتھ رکھا تو معاً مجھے اُس کا دم آنا محسوس ہوا اور ابھی میں نے ہاتھ اس سے علیحدہ نہیں کیا تھا کہ صریح طور پر لڑکے میں جان محسوس ہوئی اور چند منٹ کے بعد ہوش میں آکر بیٹھ گیا۔

اور پھر طاعون کے دنوں میں جبکہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا **شریف احمد** بیمار ہوا اور ایک سخت تپ محرقہ کے رنگ میں چڑھا جس سے لڑکا بالکل بیہوش ہوگیا اور بیہوشی میں دونوں ہاتھ مارتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگرچہ انسان کو موت سے گریز نہیں مگر اگر لڑکا اِن دنوں میں جو طاعون کا زور ہے فوت ہوگیا تو تمام دشمن اِس تپ کو طاعون ٹھہرائیں گے اور خدا تعالیٰ کی اُس پاک وحی کی تکذیب کریں گے کہ جو اُس نے فرمایا ہے انّی احافظ کلّ من فی الدار یعنی مَیں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چاردیوار کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔ اِس خیال سے میرے دل پر وہ صدمہ وارد ہوا کہ مَیں بیان نہیں کر سکتا۔ قریباً رات کے بارہ بجے کا وقت تھا کہ جب لڑکے کی حالت ابتر ہوگئی اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ معمولی تپ نہیں یہ اور ہی بلا ہے تب میں کیا بیان کروں کہ میرے دل کی کیا حالت ﴿۸۵﴾ تھی کہ خدانخواستہ اگر لڑکا فوت ہوگیا تو ظالم طبع لوگوں کو حق پوشی کے لئے بہت کچھ سامان ہاتھ آجائے گا۔ اسی حالت میں مَیں نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑا ہوگیا اور معاً کھڑا ہونے کے ساتھ ہی مجھے وہ حالت میسّر آگئی جو استجابت دعا کے لئے ایک کھلی کھلی نشانی ہے اور مَیں اُس خدا کی

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دُنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو اُن کی سزا قیامت میں مقرر ہے۔ اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حمایت میں مَری بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے۔ اِسی طرح اب بھی جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدّی اور اپنی خباثتوں سے باز آجائیں گے اور شریفانہ برتاؤ اُن میں پیدا ہو جائے گا۔ تب یہ تنبیہ اُٹھالی جائے گی مگر اِس تقریب پر بہت سے سعادت مند خدا کے رسول کو قبول کر لیں گے اور آسمانی برکتوں سے حصّہ لیں گے اور زمین سعادتمندوں سے بھر جائے گی (۳) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیاں کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ ﴿۱۰﴾

اَب اگر خدا تعالیٰ کے اِس رسول اور اِس نشان سے کسی کو انکار ہو اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اِس رسول کے طاعون دُور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیاں کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ اُن کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۱

روحانی خزائن جلد ۱۵ ۴۳۲ تریاق القلوب

حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کرلیا اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ اِن کو کافر نہیں کہوں گا اور نہ اِن کا نام دجال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اِس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی کہ اُس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اُس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں☆ ہوسکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں جو اُن سچائیوں سے اِنکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں

☆ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر مُلہَم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہیں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر جو ان مقربانِ الٰہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دِل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ نورِ ایمان اُس کے اندر سے مفقود ہو جاتا ہے اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ انکار اولیاء اور اُن سے دشمنی رکھنا اوّل انسان کو غفلت اور دُنیا پرستی میں ڈالتا ہے اور پھر اعمالِ حسنہ اور افعالِ صدق اور اخلاص کی اُن سے توفیق چھین لیتا ہے اور پھر آخر سلبِ ایمان کا موجب ہو کر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے اُن کو بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے اور یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ من عادا

﴿۱۳۱﴾

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

﴿۱۶۳﴾ کہ اصل شریر پیچھے سے پکڑے جاتے ہیں جو اصل مبدءِ فساد ہوتے ہیں جیسا کہ اُن قہری نشانوں سے جو حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے دکھلائے۔ فرعون کا کچھ نقصان نہ ہوا صرف غریب مارے گئے لیکن آخر کار خدا نے فرعون کو مع اُس کے لشکر کے غرق کیا۔ یہ سُنّت اللہ ہے جس سے کوئی واقف کار انکار نہیں کر سکتا۔

سوال (۶)

حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ اُن مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔

الجواب:۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اِسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مُفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ[۱] یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افترا کرنے والا☆ دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا، اور اگر میں مُفتری نہیں تو بلاشُبہ وہ کفر اُس پر پڑے گا جیسا کہ

☆ ظالم سے مُراد اِس جگہ کافر ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ مُفتری کے مقابل پر مکذّب کتاب اللہ کو ظالم ٹھہرایا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے کافر ہے۔ سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اِس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔ منہ

[۱] الاعراف:۳۸

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۳

﴿۱۷۲﴾ کو ایک خط مستقیم میں باہم رکھ دیا جاوے تو شاید ایک مسافر کی دو منزل طے کرنے تک بھی وہ دوکانیں ختم نہ ہوں۔ عبادات سے فراغت ہے اور دن رات سوا عیاشی اور دنیا پرستی کے کام نہیں پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکے☆ بلکہ جیسا کہ بند ٹوٹنے سے ایک تیز دھار دریا کا پانی اردگرد کے دیہات کو تباہ کر جاتا ہے ایسا ہی کفارہ پر ایمان لانے والوں کا حال ہو رہا ہے اور میں جانتا ہوں کہ عیسائی لوگ اس پر زیادہ بحث نہیں کریں گے کیونکہ جس حالت میں ان نبیوں کو جن کے پاس خدا کا فرشتہ آتا تھا یسوع کا کفارہ بدکاریوں سے روک نہ سکا تو پھر کیونکر تاجروں اور پیشہ وروں اور خشک پادریوں کو ناپاک کاموں سے روک سکتا ہے غرض عیسائیوں کے خدا کی کیفیت یہ ہے جو ہم بیان کر چکے۔

تیسرا مذہب ان دو مذہبوں کے مقابل پر جن کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں **اسلام** ہے اس مذہب کی خدا شناسی نہایت صاف صاف اور انسانی فطرت کے مطابق ہے اگر تمام مذہبوں کی کتابیں نابود ہو کر ان کے سارے تعلیمی خیالات اور تصورات بھی محو ہو جائیں تب بھی وہ خدا جس کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے آئینہ **قانون قدرت** میں صاف صاف نظر آئے گا اور اس کی قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی صورت ہر یک ذرّہ میں چمکتی ہوئی دکھائی دے گی۔ غرض وہ خدا جس کا پتہ **قرآن شریف** بتلاتا ہے اپنی موجودات پر فقط قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ موافق آیۃ کریمہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی [1] کے ہر یک ذرہ ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت سے اس کا حکم بردار ہے۔ اس کی طرف جھکنے کے لئے ہر یک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے اس کشش سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں اور یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر یک چیز کا خالق ہے کیونکہ نور قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اس کی طرف جھکنے کیلئے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلاشبہ اسی کی طرف سے ہے جیسا کہ قرآن شریف نے اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ [2] یعنی ہر یک چیز اس کی پاکی اور اس کے محامد بیان کر رہی ہے اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو ان چیزوں میں خدا کی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے

☆ نوٹ۔ یسوع کا مصلوب ہونا اگر اپنی مرضی سے ہوتا تو خودکشی اور حرام کی موت تھی اور خلاف مرضی کی حالت میں کفارہ نہیں ہو سکتا اور یسوع اس لئے اپنے میں

[1] الاعراف: ۱۷۳ [2] بنی اسرائیل: ۴۵

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۴

﴿۱۰۴﴾

ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمت شانِ اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے مسئلہ کا غلط ہونا اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا اپنی تصنیفات میں بڑی شدومد سے بیان کیا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ انصاف ہمارے ہم وطنوں آریہ قوم سے مٹا جاتا ہے۔ اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں اور تمام انبیاء کی کسر شان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے

حاشیہ نمبر ۱

نے ان کو بہت خراب کر رکھا ہے کہ جیسے یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جتنے پہلے نبی آئے وہ سب چور اور ڈاکو تھے۔ مگر یہ متکبرانہ الفاظ کسی حالت میں کسی نیک پاک آدمی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے۔ جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا جو کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔ پھر کیونکر ان کی طرف کوئی غرور آمیز لفظ کہ جس میں اپنی شیخی اور دوسرے کی توہین پائی جاتی ہے منسوب کیا جائے۔ بے شک اگر ہم خدا کے پاک نبیوں کو چور اور ڈاکو کہیں تو ہم چوروں اور ڈاکوؤں سے ہزار درجہ بدتر ہیں۔ جن دلوں پر خدا کی کلام مقدس نازل ہوتی رہی ہے اگر وہ دل مقدس نہیں تھے تو ناپاک کو پاک سے کیا نسبت تھی۔ یہ نہایت چالاکی ہے جو خدا کے ستودہ بندوں کی شان میں بے جا الفاظ بولے جائیں۔ کیا افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ اپنی خودی سے ایک دم باہر نہیں نکلتے اور جنہوں نے دنیا سے ایسی ربط بڑھائی اور تعلق پیدا کئے کہ ان کے دلوں میں ہر دم دنیا ہی دنیا ہے۔ وہ خدا کے مقدس لوگوں کو تحقیر سے یاد کریں۔ اے بھائیو! نبیوں کا پاک اور کامل اور راستباز ہونا تسلیم کرو تا وہ کتابیں بھی پاک ٹھہریں جو نبیوں پر نازل ہوئیں۔ ورنہ جن دلوں سے وہ کتابیں نکلی ہیں اگر وہ دل ہی پاک نہیں تو پھر کتابیں کیونکر پاک ہو سکتی ہیں۔ کیا ممکن ہے جو دھاتورے کے درخت کو انگور کا پھل لگے۔ یا آک کو انجیر۔ جب چشمہ کا پانی صاف ہے تو چشمہ بھی صاف ہی سمجھو۔ اگر وہ لوگ چیدہ اور برگزیدہ اور خدا کے کامل وفادار بندے نہیں تھے

Published-in 2008

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۵

اقول۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مَیں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمة. و من عترتی وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اور مسیح موعود کے لئے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں مَیں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی اُن میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افترا ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افترا نہیں ہوا۔ خلفاء عباسی وغیرہ کے عہد میں خلیفوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ اپنے تئیں مہدی موعود قرار دیں۔ پس اس وجہ سے بعض حدیثوں میں مہدی کو بنی عباس میں سے قرار دیا اور بعض میں بنی فاطمہ میں سے اور بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ رجل من اُمّتی کہ وہ ایک آدمی میری اُمّت میں سے ہوگا۔ مگر دراصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنّت یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لا مھدی الّا عیسٰی یعنی اور کوئی مہدی نہیں صرف عیسٰی ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے۔

قولہ۔ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس میں علماء نے بھی تاویل کی ہے اکثر ایسی پائی جاتی ہیں جو بطور رؤیا کے منکشف ہوئی ہیں۔ الخ

اقول۔ اس اعتراض کو مَیں نہیں سمجھ سکا اس لئے جواب سے مجبوری ہے۔

قولہ۔ اہل ظاہر تو چشم باطن نہیں رکھتے اس لئے ان لوگوں کا حضرت مسیح موعود کو نہ پہچاننا کچھ تعجب نہیں۔ مگر جو لوگ اہل اللہ و اہلِ باطن ہیں ان لوگوں کو تو حضرت کو بذریعہ الہام وغیرہ پہچاننا ضروری ہے۔ جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم رسالہ تذکرۃ المعاد میں امام مہدی موعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ ابدال از شام و عصائب از عراق آمدہ باوے بیعت کنند۔

﴿۱۸۶﴾

اقول۔ یہ تمام اقوال اُس بنا پر ہیں کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے یا بنی عباس سے آئے گا اور ابدال اور قطب اس کی بیعت کریں گے مگر مَیں ابھی لکھ چکا ہوں کہ اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۶

روحانی خزائن جلد ۱۷ ۲۶۴ تحفہ گولڑویہ

خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شیء فی محلّہٖ اس کی عادت ہے جیسا
کہ اسم حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہئے اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے
اس لئے اُس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقتِ آدم کی طرح چھٹے دن کی گئی
یعنی بروز جمعہ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو لہٰذا اُس نے
اس بعث دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اِسی ہزار ششم میں وسیع کئے
گئے اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی۔ ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے جا بجا مطبع
جاری ہو گئے۔ ڈاک خانہ جات کا احسن انتظام ہو گیا اکثر لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بھی
واقف ہو گئے اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی
گذشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا اور جو کچھ ان میں
سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا۔
یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں
اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت اِن تمام دلائل میں غور کرے گا
تو اس پر روزِ روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ انصاف سے دیکھو
کہ میرے دعویٰ کے وقت کس قدر میری سچائی پر گواہ جمع ہیں☆ (۱) زمین پر وہ مفاسد موجود ہیں
جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی قریباً بیخ کنی کر دی ہے اسلام کی اندرونی حالت

﴿۱۰۲﴾

☆ منجملہ گواہوں کے ایک یہ بھی زبردست گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت ہر ایک
پہلو سے اس زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں یہاں تک کہ یہ ثبوت بھی نہایت قوی اور روشن دلائل سے مل گیا
کہ آپ کی قبر سری نگر علاقہ کشمیر خان یار کے محلّہ میں ہے یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے
صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ
درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن
کے رُو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ منہ

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۷

روحانی خزائن جلد ۳ ۲۴۹ ازالہ اوہام حصہ اول

جو اس کے رسول کی نہیں کی گئیں۔ اور وہ عظمت اس کو دی جائے جو اس کے رسول کو نہیں دی گئی۔
اور اگر یہ کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُمتی کر کے کہاں پکارا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی وہ حدیث دیکھو جس میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ موجود ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ منکم کے خطاب کے مخاطب اُمتی لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے دنیا کے اخیر تک ہوتے رہیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ جب مخاطب صرف اُمّتی لوگ ہیں اور یہ اُمّتیوں کو خوشخبری دی گئی کہ ابن مریم جو آنیوالا ہے وہ تم میں سے ہی ہوگا اور تم میں سے ہی پیدا ہوگا تو دوسرے لفظوں میں اس فقرے کے یہی معنے ہوئے کہ وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ فقط اُمتی لوگوں میں سے ایک شخص ہوگا۔ ﴿۲۹۲﴾

اب سوچنا چاہئے کہ اس سے بڑھ کر اس بات کے لئے اور کیا قرینہ ہوگا کہ ابن مریم سے اس جگہ وہ نبی مراد نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی کیونکہ نبوّت ایک عطاء غیر مجذوذ ہے اور نبی کا اس عطا سے محروم و بے نصیب کیا جانا ہرگز جائز نہیں اور اگر فرض کر لیں کہ وہ نبی ہونے کی حالت میں ہی آئیں گے اور بحیثیت نبوّت نزول فرمائیں گے تو ختم نبوت اس کا مانع ہے۔ سو یہ قرینہ ایک بڑا بھاری قرینہ ہے بشرطیکہ کسی کے دل و دماغ میں خداداد تقویٰ و فہم موجود ہو۔

میرے دوست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اپنے ایک خط میں مجھے لکھتے ہیں کہ اگر آپ کا مثیل موعود ہونا مان لیا جائے تو پھر بخاری و مسلم و دیگر صحاح نکمی و بے کار ہو جائیں گی اور ایک سخت تفرقہ اُمہات مسائل دین میں پڑے گا۔ سو اوّل میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ میرے دوست وہی مولوی صاحب ہیں کہ جو اپنے اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد سات میں امکانی طور پر اس عاجز کا مثیل مسیح اور پھر موعود بھی ہونا تسلیم کر چکے ہیں۔ کیونکہ براہین احمدیہ میں جس کا مولوی ﴿۲۹۳﴾ صاحب نے ریویو لکھا ہے ان دونوں دعووں کا ذکر ہے یعنی اس عاجز نے براہین میں صاف اور صریح طور پر لکھا ہے کہ یہ عاجز مثیل مسیح ہے اور نیز موعود بھی ہے۔ جس کے آنے کا وعدہ قرآن شریف اور حدیث میں روحانی طور پر دیا گیا ہے۔

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۸

رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے وَمَنِ ادَّعٰی فَقَدْ کَفَرَ۔ اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیّین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیّین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اُسی خاتم النبیّین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمدؐ خاتم النبیّین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اُسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے آ نہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[1] ☆ سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے اور نبی

☆ یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کیلئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[2] سے ظاہر ہے پس مصفّی غیب پانے کیلئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّی غیب سے یہ اُمت محروم نہیں اور مصفّی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلّیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ فتدبر۔ منه

[1] الفاتحة: ٦ [2] الجن: ٢٧، ٢٨

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۹

جیسے جلیل الشان امام قائل وفات ہو گئے۔ اور امام بخاری جیسے مقبول الزمان امام حدیث نے محض وفات کے ثابت کرنے کے لئے دو متفرق مقامات کی آیتوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ ابن قیم جیسے محدث نے مدارج السالکین میں وفات کا اقرار کر دیا۔ ایسا ہی علامہ شیخ علی بن احمد نے اپنی کتاب سراج منیر میں ان کی وفات کی تصریح کی۔ معتزلہ کے بڑے بڑے علماء وفات کے قائل گذر گئے۔ پر ابھی تک ہمارے مخالفوں کی نظر میں حضرت عیسٰی کی حیات پر اجماع ہی رہا۔ یہ خوب اجماع ہے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے حال پر رحم کرے یہ تو حد سے گزر گئے۔ جو باتیں اللہ اور رسول کے قول سے ثابت ہوتی ہیں انہیں کو کلمات کفر قرار دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ﴿۲۱﴾

اب ہم اس تقریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے اور نہ ہم جتلانا چاہتے ہیں کہ مولوی رسل بابا صاحب کا رسالہ حیات المسیح کس قدر بے بنیاد اور واہیات باتوں سے پُر ہے۔ لیکن نہایت ضروری امر جس کے لئے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے رسالہ مذکورہ میں محض عوام کا دل خوش کرنے کے لئے یہ چند لفظ بھی منہ سے نکال دیئے

بقیہ حاشیہ

یصل الی یافا بیوم ولیلۃ ومنھا الی القدس ساعۃ فی الریل والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ادام اللہ وجودکم وحفظکم وایدکم ونصرکم علی اعدائکم. اٰمین.

کتبہ خادمکم محمد السعیدی الطرابلسی عفا اللہ عنہ

ترجمہ اے حضرت مولانا و امامنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپ کو شفا بخشے۔ (میری بیماری کی حالت میں یہ خط شامی صاحب کا آیا تھا) جو کچھ آپ نے عیسٰی علیہ السلام کی قبر اور دوسرے حالات کے متعلق سوال کیا ہے سو میں آپ کی خدمت میں مفصل بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے اور بیت اللحم اور بلدہ قدس میں تین کوس کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسٰی کی قبر ہے اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے عہد میں بلدہ قدس کا نام یروشلم تھا اور اس کو اورشلم بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت عیسٰی کے فوت ہونے کے بعد اس شہر کا نام ایلیاء رکھا گیا اور پھر فتوح اسلامیہ کے بعد اس وقت تک اس شہر کا نام ﴿۲۱﴾

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۲۰

روحانی خزائن جلد ۱۹ — ۷۶ — کشتی نوح

رکھتے ہو تو ہم اِن دو فقروں پر اِس تقریر کو ختم کرتے ہیں۔ قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ[1] اندرونی تفرقہ اور پھوٹ کے زمانہ میں تمہارا فرضی مسیح اور فرضی مہدی کس کس پر تلوار چلائے گا کیا سنیوں کے نزدیک شیعہ اس لائق نہیں کہ اُن پر تلوار اُٹھائی جائے اور شیعوں کے نزدیک سُنّی اس لائق نہیں کہ ان سب کو تلوار سے نیست و نابود کیا جاوے پس جب کہ تمہارے اندرونی فرقے ہی تمہارے عقیدہ کی رو سے مستوجب سزا ہیں تو تم کس کس سے جہاد کرو گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا تلوار کا محتاج نہیں وہ اپنے دین کو آسمانی نشانوں کے ساتھ زمین پر پھیلائے گا اور کوئی اُس کو روک نہیں سکے گا اور یاد رکھو کہ اب عیسٰی تو ہرگز نازل نہیں ہوگا کیونکہ جو اقرار اُس نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ[2] کے رو سے قیامت کے دن کرنا ہے اس میں صفائی سے اُس کا اعتراف پایا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا اور قیامت کو اس کا یہی عذر ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں اور اگر وہ قیامت کے پہلے دنیا میں آتا تو کیا وہ یہی جواب دیتا کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں لہٰذا اس آیت میں اُس نے صاف اقرار کیا ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں نہیں گیا اور اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آنے والا تھا اور برابر چالیس برس رہنے والا تب تو اُس نے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولا کہ مجھے عیسائیوں کے حالات کی کچھ خبر نہیں اس کو تو کہنا چاہئے تھا کہ آمد ثانی کے وقت میں نے چالیسؔ کروڑ کے قریب دنیا میں عیسائی پایا اور اُن سب کو دیکھا اور مجھے ان کے بگڑنے کی خوب خبر ہے اور میں تو انعام کے لائق ہوں کہ تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا اور صلیبوں کو توڑا یہ کیسا جھوٹ ہے کہ عیسٰی کہے گا کہ مجھے خبر نہیں غرض اس آیت میں نہایت صفائی سے مسیح کا اقرار ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار میں اُس کی قبر ہے☆۔ اب خدا خود نازل ہوگا اور ان لوگوں سے آپ لڑے گا جو سچائی سے لڑتے ہیں۔ خدا کا لڑنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ وہ نشانوں کے رنگ میں ہے لیکن انسان کا لڑنا قابل اعتراض ہے کیونکہ وہ جبر کے رنگ میں ہے۔

☆ ایک یہودی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ قبر واقعہ سری نگر یہودیوں کے انبیاء کی قبروں کی طرح بنی ہوئی ہے۔ دیکھو پرچہ علیحدہ حاشیہ۔ منہ

[1] الکافرون: ۲،۳ [2] المائدۃ: ۱۱۸

Published-in 2008

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۲۱

یومی لفصل عظیم. لا تعجبن من امری. انا نریدان نعزک ونحفظک. یاتی قمر الانبیاء وامرک یتأتّی. ماانت ان تترک الشیطان قبل ان تغلبه. ویریدون ان یطفئوا نور اللّٰه. واللّٰه غالب علٰی امره ولکنّ اکثر الناس لا یعلمون. الفوق معک والتحت مع اعدائک. واینما تولّوا فثم وجه اللّٰه. قل جاء الحق وزهق الباطل. اللّٰه الذی جعلک المسیح ابن مریم. لتنذر قومًا ما انذر آباء هم ولتدعو قومًا اٰخرین. عسی اللّٰه ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم مودّة. انا نعلم الامروانا لعالمون. الحمدللّٰه الذی جعل لکم الصهر والنسب۞ اذکر نعمتی رئیت خدیجتی☆. هذا من رحمة ربک یتمّ نعمته علیک لیکون آیة للمؤمنین. انت معی وانا معک یاابراهیم. انت برهان وانت فرقان یری اللّٰه بک سبیله. انت القائم علی نفسه مظهر الحیّ. وانت منی مبدء الامر. وانت من مائنا وهم من فشل. اذا التقی الفئتان فانی مع الرسول اقوم. وینصره الملا ئکة. انی انا الرحمان ذوالمجد والعلٰی. وما ینطق عن الهویٰ ان هو الّا وحی یوحٰی. اردت ان استخلف فخلقت اٰدم. وللّٰه الامرمن قبل و من بعد. یاعبدی لاتخف. الم ترانا نأتی الارض ننقصها من اطرافها. الم تعلم ان اللّٰه علٰی کل شیء قدیر. فقط.

الراقم مرزا غلام احمد از قادیاں۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ تعداد اشاعت ۷۰۰

یہ الہام براہین احمدیہ میں درج ہے اور یہ حصہ اس الہام کا ہے جس میں کئی برس پہلے خبر دی گئی تھی یعنی مجھے بشارت دی گئی تھی کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی اور اس میں سے اولاد ہوگی تا پیشگوئی حدیث یتزوّج ویولد له پوری ہو جائے۔ یہ حدیث اشارت کر رہی ہے کہ مسیح موعود کو خاندان سیادت۞ سے تعلق دامادی ہوگا کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ یولدله کے موافق صالح اور طیب اولاد پیدا ہو۔ اعلیٰ اور طیّب خاندان سے چاہیے۔ اور وہ خاندان سادات ہے اور فقرہ خدیجتی سے مراد اولاد خدیجہ یعنی بنی فاطمہ ہے۔ منه

۞ غالباً ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔ درست لفظ "سادات" ہے (ناشر) ۞ ایڈیشن اول میں اس الہام میں الذی کی بجائے الذین اور الصهر کی بجائے الصحر لکھا ہے۔ یہ دونو سہو کتابت معلوم ہوتے ہیں۔ درست الذی اور الصهر ہے۔ (ناشر)

سبق نمبر ۵، عکسی حوالہ نمبر ۲۲

﴿۹۷﴾

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار — اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس — وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ — کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا — مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم — کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند — ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے — پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ — بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف — پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل — میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے — گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے — تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول — میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم — جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ — چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے — تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

ہوگئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا — ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار

سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی — جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:٦

باب:١، ایمانیات:

آخرت

اس فانی دنیا کے اختتام پر جو تمام اولین و آخرین کو میدان محشر میں جمع کیا جائے گا اور ان کے دنیا میں بیتے ہوئے ایام کا ان سے حساب لیا جائے گا اسے "یومِ آخرت" کہتے ہیں اور انسان کی آخرت تو اسی دن شروع ہو جاتی ہے۔ جس دن اسے موت آتی ہے اسی لیے آپ ﷺ نے قبر کو آخرت کی پہلی منزل قرار دیا ہے۔ اگر آدمی اس مرحلہ سے نجات پا جائے تو آئندہ کے کٹھن مراحل سے بھی نجات پا جائے گا اس لیے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اور قبر اصطلاح شریعت میں اس خطہ زمین کو کہتے ہیں جہاں آدمی کا جسم قرار پکڑے اور برزخ مطلق ہے اس کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے زمانہ، حال اور مکان۔ زمانے سے مراد میت کی روح نکلنے سے قیامت کے دن اٹھائے جانے تک کا زمانہ، برزخِ زمانی ہے اور جس جگہ میت کا جسم قرار پکڑے وہ اس کا برزخ، برزخِ مکانی ہے۔ اور مرنے کے بعد قبر میں میت پر جو اچھی یا بری حالت گزرتی ہے وہ میت کا برزخ، برزخ حالی ہے۔ اس کی تفصیل امام جلال الدین السیوطیؒ (م٩١١ھ) نے "الحاوی للفتاویٰ" میں بھی بیان فرمائی ہے اور پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ثواب و عذاب قبر برحق ہے اور یہ عقیدہ قرآن و سنت اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

قبر کے بعد مقررہ وقت پر جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے میدان حشر میں حاضری

ہو گی حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے آسمان سے فرشتے اتر کر پوری مخلوق کو ڈھانپ لیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیں گے جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہے۔ حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے لوگوں کو ان کے نامہ اعمال تقسیم کیے جائیں گے ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں اڑ کر پہنچ جائے گا۔ کامیاب لوگوں کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور ناکام لوگوں کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ نامہ اعمال کی تقسیم کے بعد سب کو اپنے نامہ اعمال کے مطالعہ کا حکم ہو گا جب ہر شخص اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا تب حساب کتاب شروع کیا جائے گا۔ کراماً کاتبین، اعضاء و جوارح اور ہر خطہ زمین جس پر اس نے کوئی نیک اعمال یا بد اعمال کیے ہوں گے وہ بھی بطور گواہ کے پیش ہوں گے تمام گواہوں اور اتمام حجت کے بعد اس کے جنت یا دوزخ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ قیامت کے دن اعمال کا وزن دو مرتبہ ہو گا پہلی مرتبہ مومن اور کافر کو الگ الگ کیا جائے گا جس کے پاس کلمہ طیبہ ہو گا اس کا پلڑا جھک جائے گا اور وہ کامیاب ٹھہرے گا اور جنت میں جائے گا۔ اور کافر کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر مومنین کی نیکیوں کو تولا جائے گا حقوق ادا کیے جائیں گے اور دنیا میں کیے گئے جرائم کا انصاف کیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد پل صراط سے گزرنا ہو گا نیک لوگ اپنے اعمال وایمان کی کیفیت اور کمیت کے حساب سے پل صراط کو عبور کریں گے کچھ لوگ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کچھ تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ تیز ہوا کی طرح عبور کریں گے جب کہ کفار اور دیگر جہنمی لوگ پل صراط پر لگے ہوئے کانٹوں اور کنڈوں میں پھنس کر جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ پل صراط ایک حقیقی پل ہے جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ میدان محشر میں حوض کوثر بھی ہو گا جس پر آپ ﷺ ایمان والوں کو اپنے ہاتھوں سے جام کوثر پلائیں گے تمام انبیاء علیہم السلام کو وہاں حوض عطاء ہوں گے سب سے بڑا حوض ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہو گا۔ جس کی لمبائی اور چوڑائی سینکڑوں میل پر محیط ہو گی اور حوض کوثر سے بعض خوش قسمت تو

حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے ہی سیر اب ہو جائیں گے اور بعض بعد میں سیر اب ہوں گے اور پھر آپ ﷺ کی شفاعت بھی امت کو نصیب ہو گی اور امت کے وہ بعض گناہگار جو کسی گناہ کی وجہ سے مستحق جہنم قرار دیئے جا چکے ہوں گے آپ ﷺ کی شفاعت سے ان کی نجات ہو جائے گی اور وہ جنت کے مستحق بن جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى کو میں نے قیامت میں اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے یعنی قیامت میں میں تب راضی ہوں گا جب میری امت کو معاف کر دیا جائے گا حدیث مبارکہ کچھ اس طرح ہے لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَة قَالَ النَّبِيّ ﷺ اِذًا وَاللهِ لَا اَرْضِيْ وَوَاحِدٌ فِيْ اُمَّتِيْ فِيْ النَّارِ"

الجامع الاحکام (لاسيوطي ا ي فسير سورة ا لصحي)

باب:۲، اسلامیات:

آداب ملاقات و آداب معاشرت

دین اسلام ایک فطری دین ہے جو تمام لوگوں کے باہم مل جل کر ایک خاندان کی طرح رہنے پر زور دیتا ہے۔ اس لیے اسلامی معاشرہ محبت کی واضح مثال ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں جو امت کو آداب سکھائے ہیں وہ ہمیں انسان بنانے کے لیے ایک بہترین نسخہ کیمیاء ہیں وہ آداب جو ہمارے معاشرے کو جنت نظیر بنا سکتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

سلام کرنا: جب بھی دو مسلمان آپس میں ملیں یا جدا ہو رہے ہوں، یا آپ کسی مجلس میں جائیں یا مجلس سے اٹھ کر واپس آنا چاہیں، گھر سے نکل رہے ہوں یا گھر میں داخل ہو رہے ہوں ہر حال میں اپنے مخاطب کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنا چاہیے یہ ایک دعا ہے جو آپ اپنے مخاطب کو دیتے ہیں اور مسلمانوں کو تحیہ ہے۔ اسلام کے بر عکس یہود و نصاریٰ کا تحیہ

صبح بخیر، شب بخیر یا گڈ مارننگ، گڈ ایوننگ ہیں۔ مگر افسوس آج مسلمان اپنے نبی ﷺ کی سنت والا مسنون سلام چھوڑ کر کفار کی نقالی کر رہے ہیں اس لیے موبائل ایس ایم ایس اور باہم گفتگو میں صرف سنت کے مطابق "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہیں۔

مسکراہٹ: آپ ﷺ نے اپنے مسلمان بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنے کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے۔ آج ہمارے چہرے اس مسنون مسکراہٹ سے محروم ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں عدم برداشت اور فتنہ فساد جنم لے رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اہل عیال اور ہر مسلمان سے ملتے وقت اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجانی چاہیے۔ تاکہ اتباع سنت کا اجر بھی ملے اور باہمی محبت و الفت میں بھی اضافہ ہو۔

بڑوں چھوٹوں اور علماء سے معاملات: زندگی میں ہمیں جن لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے ان میں بڑے چھوٹے ہر عمر کے لوگ ہوتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا ولم یجل عالمنا فلیس منا" (جامع الاحادیث سیوطی رقم الحدیث ۱۳۵۷)

"جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور ہمارے علماء کا احترام و تعظیم نہیں کرتا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔"

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ایسا اخلاقی پہلو بیان فرمایا ہے کہ جو آج ہمارے معاشرے سے نکل چکا ہے بچوں پر شفقت تو دور کی بات ہے انہیں پھاڑ کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ یتیم اور بے آسرا بچوں کی نگہداشت پر اللہ تعالیٰ کتنا عطا فرماتے ہیں اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔

اور نہیں تو کم از کم اتنا ہی سوچ لینا چاہیے کہ یہ بچہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے اس کے گناہ بھی مجھ سے کم ہوں گے۔ اور بڑوں کی تکریم کرنی چاہیے اس لیے کہ جیسے وہ عمر میں بڑے ہیں یقیناً ان کی نیکیاں بھی ہم سے زیادہ ہوں گی۔ اور بوڑھے والدین کی خدمت پر اللہ

تعالیٰ نے کتنے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی کو بتایا گیا ہے والدین ایک ایسی نعمت ہے جو خدا کے خزانے سے بھی صرف ایک بار ملتی ہے اس لیے اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور تیسرا معاشرتی ادب علماء کرام کا احترام ہے۔ آج پورے معاشرے کو الحاد کی آندھی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور ہماری زندگیوں سے ادب و احترام کا جنازہ نکلتا چلا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ان علماء کرام کو انبیاء کا وارث قرار دیا ہے۔ ہمیں علماء اسلام کا بھرپور احترام کرنا چاہیے۔

آداب مجلس: جب کسی مجلس میں بیٹھو تو اللہ کا ذکر کرنا چاہیے دنیاوی امور پر گفتگو کرنا بھی مباح ہے مگر اس بات کا لحاظ رہے کہ کسی مسلمان کی غیبت اور آبروریزی نہ ہو اور مجلس میں خدا کی نافرمانی کے مشورہ نہ ہوں اور جب دو آدمی آپس میں بیٹھے بات کر رہے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کچھ لوگ پہلے سے موجود ہوں تو ان کو چیرتے ہوئے درمیان سے گزر کر یا گردنیں پھلانگ کر آگے نہیں جانا چاہیے کسی کے احترام میں کھڑے ہونا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ نیز جب مجلس میں بات کرنے کا موقع ملے تو مختصر اور جامع مانع بات کرو۔

باب:۳۰، اخلاقیات:

غیبت

کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی ایسی بات ذکر کرنا جو حقیقت میں اس کے اندر موجود ہو اور وہ اسے سنے تو اسے بری لگے "غیبت" کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اور غیبت کو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا بتلایا ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا (سورۃ الحجرات)" {تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا

تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔}

عام طور پر لوگ اپنی غیبت کرنے کے جواز میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات تو میں اس کے منہ پر بھی کہہ سکتا ہوں واضح رہے کہ غیبت کہتے ہی اسے ہیں جو بات حقیقت پر مبنی ہو اور آپ اسے منہ پر بھی کہہ سکیں مگر وہ اپنے مسلمان بھائی کی برائی پر مشتمل حقیقت ہو اسے بیان کرنا غیبت ہے، ورنہ اگر آپ ایسا جھوٹ بول رہے ہیں جو اس کے منہ پر نہیں کہہ سکتے تو یہ صریح بہتان ہے جو غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے۔

غیبت کے انداز: آج کل معاشرے میں غیبت کا چلن اتنا عام ہے کہ عوام تو رہے عوام، خواص بھی اس مرض کا شکار ہیں بالخصوص وہ حضرات جن کو وراثت میں مسند ارشاد مل جاتی ہے اور زاغوں کے تصرف میں شاہینوں کا نشیمن چلا جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنی بزرگی یا اپنی علمیت کا سکہ جمانے کے لیے مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنے ہم عصر علماء کی غیبت کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ خود کو پارسا بھی سمجھیں گے۔ اشاروں کنایوں سے جس کی غیبت کر رہے ہیں اس کا پورا نقشہ کھینچ کر رکھ دیں گے اور ساتھ ساتھ اپنے تقدس کی دھاک بٹھانے کے لیے یہ بھی کہہ دیں گے کہ میں کسی کا نام نہیں لیتا غیبت ہو جائے گی۔ (واہ سبحان اللہ! یہ کیسا عجیب تقویٰ کا مرض ہے جو ان خلافتوں اور اجازتوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے مقتداؤں کو لاحق ہو گیا ہے)

وہ مقامات جہاں پر غیبت کرنا جائز ہے: غیبت کے حرام ہونے کے باوجود بعض لوگ ایسے بد قسمت ہیں کہ ان کی غیبت کرنا بھی نہ صرف جائز بلکہ بعض مقامات پر واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی ظالم کے ظلم سے عوام کو بچانے کے لیے جو بظاہر ایک اچھے لبادے میں چھپا ہوا ہے لوگ اسے دینی یا دنیاوی طور پر قابل اعتماد سمجھتے ہیں مگر اس کی فطرت انتہائی خبیث ہے اور ہر اس شخص کو نقصان پہنچاتا ہے جو بھی اس سے معاملہ کرتا ہے تو لوگوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے لوگوں کے پاس اس کی غیبت کرنا جائز ہے یعنی مظلوم ظالم کے عیوب

منصف اعلیٰ یا جس سے داد رسی کی امید ہو اس کے سامنے بیان کر سکتا ہے۔

بدعتی لوگ جو دین میں نئی نئی رسومات کو شریعت بنا کر داخل کرتے رہتے ہیں ان کی غیبت کرنا جائز ہے تاکہ لوگ ان کے شر سے بچیں اور بدعت کی بجائے سنت کا اہتمام کریں۔

اسی طرح ایسا فاسق جو اعلانیہ فسق کا ارتکاب کرے یا بظاہر تو پیری مریدی یا بڑے شیخ اور بڑے استاد کا لقب اپنائے رکھے مگر اندرون خانہ اسی کی غلاظتیں اتنی زیادہ ہوں کہ اس کی بدکرداریوں کے قصے زبان زد عام ہو جائیں مگر وہ بجائے توبہ تائب ہونے یا اپنے گناہوں پر نادم ہونے کے اس بات پر فخر کرے۔ اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ (کنز العمال)" {جو شخص حیاء کی چادر اتار دے اس کی غیبت غیبت نہیں ہوتی۔}

ذکر خیر: لہٰذا ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی غیبت کی بجائے ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرنا چاہیے مومن کے بارے میں اچھا گمان بغیر دلیل کے بھی رکھا جا سکتا ہے، اور بدگمانی کا بادلیل ہونا ضروری ہے اس لیے مسلمانوں سے حسن ظن رکھنا ان کا ہمیشہ اچھے الفاظ میں تذکرہ کرنا اور غیبت والی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنا اصل ایمان ہے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[٦] سیدنا حضرت زبیر بن العوامؓ

آپؓ کا نام نامی اسم گرامی زبیر بن العوام بن خویلد اسدی ہے آپؓ حضرت امی خدیجۃ الکبریٰؓ کے برادرزادہ اور نبی کریم ﷺ کے پھوپھیرے بھائی ہیں یعنی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلبؓ کے بیٹے اور سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے داماد یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیقؓ کے شوہر۔

آپؓ نے نبوت کے پہلے سال ہی اسلام قبول کر لیا تھاجب آپؓ کی عمر مبارک تقریباً سولہ سال تھی اس وقت آپؓ کی والدہ محترمہ بھی مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔

آپؓ لمبے قد کے حسین و جمیل بارعب انسان تھے اور رنگ مبارک سفید تھا۔ بعض مؤرخین نے قدرے گندمی رنگ بتایا ہے۔ بدن پر گوشت کم تھا اور بال کچھ زیادہ تھے آپؓ حلم و تدبر اور جراءت و شجاعت میں بے مثال تھے۔ اور انہی سیدنا حضرت زبیرؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لكل نبي حواري وحواري الزبير (صحیح بخاری رقم الحدیث ۴۱۱۳)" {ہر نبی کا کوئی نہ کوئی مددگار ہوتا ہے اور میرا مددگار زبیر ہے۔}

اعزازات و خدمات:

- آپ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔
- آپ ﷺ کے معاون خصوصی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- آپؓ کا شمار بھی پہلے ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے۔
- رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی تھی۔
- آپؓ ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تلوار چلائی۔
- تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔
- اپنی کم عمری میں اسلام قبول کیا چچا نے بھی تکالیف دیں مگر آپ ثابت قدم رہے۔
- بیعت رضوان میں شرکت فرمانے کا اعزاز آپؓ کو بھی حاصل ہے۔
- جنگ یرموک میں گھڑ سواروں کے دستہ کی نگرانی کا شرف آپؓ کو حاصل تھا۔
- حضرت عمرؓ نے جس کمیٹی کے سپرد امور خلافت کیے تھے ان میں سے ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

محدث کبیر حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ

سرزمین دیوبند کا ہر ذرہ خورشید جہاں کہلایا ہے اس میں تو کوئی شک نہیں ہے مگر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کی شان سب سے جداگانہ ہے۔ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کا سلسلہ نسب بواسطہ شیخ مسعود آنری حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے جاملتا ہے۔ آپؒ کے آباء و اجداد اصل بغداد کے تھے آپ کے آباء و اجداد وہاں سے ہجرت کر کے ملتان آئے اور پھر لاہور منتقل ہو گئے اور بعد میں کشمیر میں سکونت اختیار کی آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ صاحبؒ بہت بڑے عالم و عابد و زاہد اور پیر طریقت تھے اور کشمیر کے خاندانی پیر و مرشد تھے آپؒ ۲۷/ شوال ۱۲۹۲ھ کو کشمیر کے علاقہ لولاب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر مولانا غلام محمد صاحبؒ سے فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھیں آپؒ بچپن ہی سے انتہائی ذکی و فطین اور بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے، جب آپؒ کو ہزارہ میں جہاں آپؒ محو تعلیم تھے وہاں اپنی پیاس بجھتی نظر نہ آئی تو آپؒ اس وقت پوری امت مسلمہ کا علمی مرجع مرکز اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۳۰۷یا ۱۳۰۸ھ میں دیوبند تشریف لائے تھے اور ۱۳۱۲ھ میں سند فراغ حاصل کی اس وقت کے یکتائے روزگار علم و حکمت کے شہسوار حضرات آپؒ کے اساتذہ تھے جن میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد اسحاق امرتسریؒ اور حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ قابل ذکر ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد فیض باطنی کے حصول کے لیے گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض باطنی حاصل کرنے کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور جامعہ امینیہ میں مدرس اول قرار پائے۔ پھر سفر حج پر روانہ ہوئے وہاں علماء حجاز مصر و شام عرب و عجم وغیرہ نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور بے نظیر حافظہ کے اپنے بیگانے سب معترف تھے حجۃ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان، حجاز، مصر کے فضلاء سے ملاقاتیں کیں اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی، لیکن تبحر علمی وسعت معلومات جامعیت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کے احاطہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کا نظیر کوئی نہیں پایا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قافلہ جارہا تھا حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ پیچھے رہ گئے۔ یعنی علم و تقویٰ اور اوصاف حمیدہ میں صحابہ کرامؓ کے قافلے کے بچھڑے ہوئے فرد معلوم ہوتے تھے۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا اور جو ایک مرتبہ سن لیا وہ ضائع ہونے سے محفوظ اور مامون ہو گیا گویا اپنے زمانے کے امام زہری تھے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اسلام کی ادھر پانچ صد سالہ تاریخ حضرت شاہ صاحبؒ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بہرحال حضرت شاہ صاحبؒ کی شخصیت ایک ہمہ جہت جامع اور مکمل شخصیت تھی ہر حال میں اتباع سنت کرنے والے ہر مسلمان سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنے والے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ وقت کے بے نظیر مناظر بھی تھے علم حدیث و فقہ میں آپؒ کی خدمات تو لائق صد تکریم ہیں ہی مگر فتنہ مرزائیت کے استیصال میں جو آپؒ کی خدمات ہیں فدائیان و مجاہدین ختم نبوت کی تاریخ میں ایک زریں باب ہے۔

مقدمہ بہاولپور جس میں ایک مسلمان لڑکی کا مرزائی سے نکاح کر دیا گیا اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا مسلمان اس مقدمہ کے وجہ سے کافی پر جوش تھے اور مرزائی

آنے والی ممکنہ رسوائی سے بے ہوش تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس مقدمہ میں امت مسلمہ کے موقف کی وکالت کی اور وکالت کا ایسا حق ادا کیا کہ عدالت کو فسخ نکاح کی ڈگری جاری کرنی پڑی، اسلام جیت گیا اور کفر ہار گیا۔

اور آگے چل کر یہی مقدمہ مرزائیت کی جھوٹی نبوت کو نیست و نابود کرنے کی تمہید ثابت ہوا اور ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی اور پھر بالآخر حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی تگ و تاز رنگ لائی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے باضابطہ طور پر ۷/ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزائیوں کو کافر قرار دے دیا۔ علم و عمل کا یہ آفتاب و مہتاب تاریخ اسلام کا چمکتا ستارہ جس کی علمی ضیاء پاشیوں نے ظلمت کدہ ہند کو رشک آفتاب بنا دیا۔ ۳/ صفر ۱۳۵۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون" خدا تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔ آمین!

باب:۶، اذکار مسنونہ:

گھر میں آنے جانے کی دعائیں

گھر میں داخل ہونے کی دعا: "بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا"

(سنن ابی داود رقم الحدیث ۵۰۹۶)

{اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہی ہم نکلے اور ہم نے اپنے رب پر ہی بھروسہ کیا۔}

اس کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کہے اور خندہ روئی سے پیش آئے۔

گھر سے نکلنے کی دعا: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۴۲۶)

{اللہ کے نام کے ساتھ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی چیز سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ کچھ کر سکنے کی قوت ہے۔}

باب:۷،لوح مرزا:

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

مرزاغلام احمد قادیانی نے جس طرح اپنی خود ساختہ نبوت کی نوک پلک سنوارنے میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں ہیں بعینہ اسی طرح خود اپنی ذات کی معرفت میں بھی ہمیشہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہا ہے مگر مرتے دم تک یہ فیصلہ نہ کرپایا کہ وہ مسلمان ہے یا ہندو ہے یا مسیح موعود ہے، سید ہے یا مغل، چائنی ہے یا فارسی یا پھر معجون مرکب ہے؟ آیئے مرزا کی ذات کو اس کے دعاوی کی شکل میں پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں، یہ کیکڑوں کا مرتباں ہے جسے مرزائیت نے نبی مان لیا ہے۔

دعویٰ ۱، مغل برلاس: "ہماری قوم برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں ثمرقند سے آئے تھے۔"

(حاشیہ کتاب البریہ روحانی خزائن ج۱۳ ص ۱۶۲، ۱۶۳، عکسی حوالہ نمبر ۱)

دعویٰ ۲، فارسی الاصل: "دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے کہ: "لوکان الایمان معلقا بالثریا لناولہ رجل من فارس "یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جاکر اس کو لے لیتا اور پھر تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے: "ان الذین کفروا رد علیہم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ "یعنی جو لوگ کافر ہوئے ہیں اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوششوں کا شکر گزار ہے یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے اباء اولین فارسی تھے۔" (کتاب البریہ ،روحانی خزائن ج۱۳ ص ۱۶۳، عکسی حوالہ نمبر ۲)

دعویٰ ۳، چینی النسل: "میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں"۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۱، روحانی خزائن ج۱۷ ص ۱۲۷، عکسی حوالہ نمبر ۳)

دعویٰ ۴، میں نالائق ہوں:

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہوکر پاگیا درگہ میں بار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۲۷، عکسی حوالہ نمبر ۴)

دعویٰ ۵، ہندو ہونے کا دعویٰ: "پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔"

(روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱، عکسی حوالہ نمبر ۵)

دعویٰ ۶، سکھ ہونے کا دعویٰ: "۸ / ستمبر ۱۹۰۶ء بوقت فجر کئی الہام ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ امین الملک جے سنگھ بہادر" (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۴۷۲، عکسی حوالہ نمبر ۶)

دعویٰ ۷، آریوں کا بادشاہ: "یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔" (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۲، عکسی حوالہ نمبر ۷)

دعویٰ ۸، ردر گوپال: "جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس ردر گوپال بھی کہتے ہیں یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا اس کا نام مجھے بھی دیا گیا ہے۔"

(روحانی یعنی خزائن ۲۲ ص ۵۲۱، عکسی حوالہ نمبر ۸)

دعویٰ:۹، مخلوط النسل معجون مرکب: "اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خاندان سے ایک معجون مرکب ہے۔" (روحانی یعنی خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۰ تا ۲۸۷، عکسی حوالہ نمبر ۹)

دعویٰ:۱۰، اعتراف حقیقت: ان مختلف دعووں کے بعد انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ

مرزا کیا چیز تھا کوئی انسان بھی تھا یا جانور تھا اس مسئلہ کو بھی مرزا نے خود ہی حل کر دیا۔ لکھتا ہے۔

کرم خاکی ہوں پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۱۲۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

ان سب دعاوی پر مرزے کو کیا سمجھا جائے عقل و خرد حیران ہے۔

بتا اے عقل انسانی حل کچھ اس معمے کا
خبر کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۱

بالکل جھوٹ تھی۔ اور اس کا نام عبدالحمید تھا۔ نہ عبدالمجید جیسا اس نے بیان کیا تھا۔ نہ وہ بٹالہ کا برہمن تھا۔ بلکہ پیدائشی مسلمان علاقہ جہلم سے تھا۔ اس کا چچا برہان الدین غازی ایک مشہور مذہبی جنونی ہے۔ ان کا تمام کا تمام خاندان میرزا قادیانی پر فدائی مرید ہے۔ یہ نوجوان عیسائی مذہب کے متلاشیوں کی طرح گجرات میں رہا تھا۔ اس نے اپنے چچا کے چالیس روپے چرا کر بُرے کاموں میں خرچ کئے۔ جس پر اس کے چچا نے میرزا قادیانی کے پاس اس کو بھیج دیا۔ میں خود بیاس گیا۔ اور پھر اس سے دریافت کیا۔ اور پانچ گواہوں کے سامنے اس نے کھلا کھلا اقرار کیا کہ اسے میرزا غلام احمد نے میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ وہ موقعہ کی تلاش میں تھا کہ جب کبھی وہ مجھے سویا ہوا یا کسی اور حالت میں پائے تو میرے سر کو پتھر سے یا کسی اور ایسی چیز سے پھوڑے۔ اس نے یہ تمام واقعات اپنی مرضی سے لکھے ہیں۔ میں اس لکھے ہوئے کاغذ کو پیش کرتا ہوں جس پر اس نے آٹھ گواہوں کے سامنے دستخط کئے۔ میری واقفیت میرزا صاحب سے

﴿۱۳۴﴾

بقیہ حاشیہ

کا قائم مقام ہو جائے۔ تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دعا بھی کرے۔ اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے ☆ اور میرے بزرگوں کے

﴿۱۳۴﴾

حاشیہ در حاشیہ

☆ عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام الہامات مَیں نے ان ہی دنوں میں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے خُذوا التوحید

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۲

روحانی خزائن جلد ۱۳ — ۱۶۲ — کتاب البریّہ

بالکل جھوٹ تھی۔ اور اس کا نام عبدالحمید تھا۔ نہ عبدالمجید جیسا اس نے بیان کیا تھا۔ نہ وہ بٹالہ کا برہمن تھا۔ بلکہ پیدائشی مسلمان علاقہ جہلم سے تھا۔ اس کا چچا برہان الدین غازی ایک مشہور مذہبی جنونی ہے۔ ان کا تمام کا تمام خاندان میرزا قادیانی پر فدائی مرید ہے۔ یہ نوجوان عیسائی مذہب کے متلاشیوں کی طرح گجرات میں رہا تھا۔ اس نے اپنے چچا کے چالیس روپے چرا کر بُرے کاموں میں خرچ کئے۔ جس پر اس کے چچا نے میرزا قادیانی کے پاس اس کو بھیج دیا۔ میں خود بیاس گیا۔ اور پھر اس سے دریافت کیا۔ اور پانچ گواہوں کے سامنے اس نے کھلا کھلا اقرار کیا کہ اسے میرزا غلام احمد نے میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ وہ موقعہ کی تلاش میں تھا کہ جب کبھی وہ مجھے سویا ہوا یا کسی اور حالت میں پائے تو میرے سر کو پتھر سے یا کسی اور ایسی چیز سے پھوڑے۔ اس نے یہ تمام واقعات اپنی مرضی سے لکھے ہیں۔ میں اس لکھے ہوئے کاغذ کو پیش کرتا ہوں جس پر اس نے آٹھ گواہوں کے سامنے دستخط کئے۔ میری واقفیت میرزا صاحب سے ﴿۱۳۴﴾

بقیہ حاشیہ

کا قائم مقام ہو جائے۔ تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دعا بھی کرے۔ اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے ☆ اور میرے بزرگوں کے ﴿۱۳۴﴾

حاشیہ در حاشیہ

☆ عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام الہامات مَیں نے ان ہی دنوں میں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے خُذوا التوحید

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۳

نسبت یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ اس اُمت کا خاتم الاولیاء ہے۔☆ جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء ہے۔ اگر درحقیقت وہی عیسیٰ علیہ السلام ہے جو دوبارہ آنے والا ہے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن جیسا کہ کَمَا کے لفظ سے مستنبط ہوتا ہے دونوں سلسلوں کے تمام خلیفوں کو من وجہ مغائر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے کہ اگر ایک دنیا اس کے مخالف اکٹھی ہو جائے تب بھی وہ اس نص واضح کو ردّ نہیں کر سکتی کیونکہ جب پہلے سلسلہ کا عین ہی نازل ہو گیا تو وہ مغائرت فوت ہو گئی اور لفظ کَمَا کا مفہوم باطل ہو گیا۔ پس اس صورت میں تکذیب قرآن شریف لازم ہوئی۔ وھٰذا باطل و کلّما یستلزم الباطل فھو باطل۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے آیت کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [1] میں وہی کَمَا استعمال کیا ہے جو آیت كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا [2] میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہو کر نہیں آئے بلکہ یہ خود موسیٰ بطور تناسخ آ گیا ہے یا یہ دعویٰ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ توریت کی اس پیشگوئی کا میں مصداق ہوں بلکہ اس پیشگوئی کے معنے یہ ہیں کہ خود موسیٰ ہی آ جائے گا جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہے تو کیا اس فضول دعویٰ کا یہ جواب نہیں دیا جائے گا کہ قرآن شریف میں ہرگز بیان نہیں فرمایا گیا کہ خود موسیٰ آئے گا بلکہ کَمَا کے لفظ سے مثیل موسیٰ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پس یہی جواب ہماری طرف سے ہے کہ اس جگہ بھی سلسلہ خلفاء محمدی کے لئے کَمَا کا لفظ موجود ہے۔

☆ شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص میں مہدی خاتم الاولیاء کی ایک علامت لکھتے ہیں کہ اس کا خاندان چینی حدود میں سے ہوگا اور اس کی پیدائش میں یہ ندرت ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بطور توام پیدا ہوگی۔ یعنی اس طرح پر خدا اناث کا مادہ اس سے الگ کر دے گا۔ سو اسی کشف کے مطابق اس عاجز کی ولادت ہوئی ہے اور اسی کشف کے مطابق میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔ منہ

[1] النور:۵۶ [2] المزمل:۱۶

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۴

﴿۹۷﴾

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار	اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس	وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ	کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا	مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم	کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں	ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند	ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے	پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار
اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ	بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف	پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل	میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے	گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے	تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول	میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم	جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ	چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے	تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
ہوگئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا	ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثلِ غبار
سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی	جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

سبق نمبر ٦، عکسی حوالہ نمبر ۵

اس کے نور کو نابود نہ کر سکی سو خدا نے جو ہر ایک کام نرمی سے کرتا ہے اس زمانہ کے لئے سب سے پہلے میرا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا کیونکہ ضرور تھا کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں ابن مریم کی طرح قوم کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھاؤں اور کافر اور ملعون اور دجّال کہلاؤں اور عدالتوں میں کھینچا جاؤں سو میرے لئے ابن مریم ہونا پہلا زینہ تھا مگر میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں جو آج سے چھبیس[۲٦] برس پہلے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرے ہاتھ سے لکھا دیئے ہیں اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں۔ میں اسمٰعیلؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت **جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء** فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔ مگر خدا نے یہی پسند کیا کہ سب سے پہلے ابن مریم کے صفات مجھ میں ظاہر کرے۔ سو میں نے اپنی قوم سے وہ سب دُکھ اُٹھائے جو ابن مریم نے یہود سے اُٹھائے بلکہ تمام قوموں سے اُٹھائے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر پھر خدا نے کسر صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ۔ کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے سو سنہ عیسوی کی بیسوئیں[۲۰] صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے چنانچہ جو ملک ہند میں **کرشن** نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رُوڈّر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن مَیں ہی ہوں

﴿۸۵﴾

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۶

ہیں اور دُعا سے ٹل سکتے ہیں قطعی حکم نہیں ہے۔"

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۸ ستمبر ۱۹۰۶ء

(۱) لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیرِ خدا نے ان کو پکڑا اور شیرِ خدا نے فتح پائی۔

(۲) امین الملک جے سنگھ بہادر۔

(۳) رَبِّ لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔[1]

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۱ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۴) "(ا) پیٹ پھٹ گیا۔"[2] (معلوم نہیں یہ کس کے متعلق الہام ہے)

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(ب) "۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء میں اور بعد اس کے اور کئی تاریخوں میں وحی الٰہی کے ذریعہ بتلایا گیا کہ ایک شخص

بقیہ حاشیہ:

ہول کر دو بلا صفر میں نازل ہوا اور موجب شماتتِ اعدا ہو جائے۔ اس کے گواہ خود میر صاحب اور گھر کے لوگ ہیں چنانچہ یہ بات سُن کر میر صاحب نے بھی اہلِ حیال لاہور میں جانا ملتوی کر دیا اور جب بموجب آسمانی پیشگوئی کے مطابق عزیز محمد اسحٰق کو سخت بخار ہو گیا اور اُس بخار کے ساتھ رانوں میں دو گلٹیاں نکل آئیں جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ طاعون ہے اور ایک نہایت خوفناک امر پیش آ گیا اور گھر میں سب پر ایک دہشت طاری ہوئی اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج تھے مگر وہ بھی رہیں میں دو گلٹیوں کے نکلنے سے وہ بھی دہشت زدہ ہو گئے تب حضرت مسیح موعود نے دعا کرنا شروع کیا اور نہایت اضطراب سے توجہ کی تب خدا کے فضل سے اس دُعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابھی دو یا تین گھنٹے سے زیادہ نہیں گزرا ہو گا کہ بخار بالکل ٹوٹ گیا اور پھر گلٹیاں بھی گم ہو گئیں۔ گویا مرض کا نام و نشان نہ تھا اور تمام آثار طاعون کے جاتے رہے اور اب میاں محمد اسحٰق بخیر و عافیت باہر پھرتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ نیز دیکھئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۶۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۰۔ نشان نمبر ۱۴۴)

[1] (ترجمہ از مرتب) اے میرے ربّ! میرے لئے رُسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔

[2] "اس پیشگوئی کے مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ میں میاں صاحب نور مہاجر جو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی جماعت میں سے تھا یک دفعہ ایک دم میں پیٹ پھٹنے کے ساتھ مر گیا اور معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں کچھ مدت سے رسولی تھی لیکن کچھ محسوس نہیں کرتا تھا اور جوان مضبوط و توانا تھا یک دفعہ پیٹ میں درد ہوا اور آخری کلمہ اس کا یہ تھا کہ اُس نے تین دفعہ کہا کہ میرا پیٹ پھٹ گیا۔ بعد اس کے مر گیا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۳۵)

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۷

اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ **جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ**۔ اور بادشاہت سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے ایسے لفظ خدا کے کلام میں آجاتے ہیں مگر معنی رُوحانی ہوتے ہیں۔ سو میں اس تصدیق کے لئے کہ وہی کرشن آریوں کا بادشاہ میں ہوں دہلی کے ایک اشتہار کو جو بالم کند نام ایک پنڈت نے ان دنوں میں شائع کیا ہے مع ترجمہ حاشیہ میں لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ آریہ ورت کے محقق پنڈت بھی کرشن اوتار کا زمانہ یہی قرار دیتے ہیں☆۔ اور اس زمانہ میں اس کے آنے کے منتظر ہیں گو وہ لوگ ابھی مجھ کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ زمانہ آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ

«۸۶»

☆ حاشیہ

شری نشکلنک بھگوان کا اوتار

(شری ہنومان جی کی جے)

سنساری پُرشوں کو ودت ہو کہ آج کل جیسے جیسے اوپدرو ہمارے دیش میں ہو رہے ہیں وہ سب کو معلوم ہی ہیں مثلاً استریوں کا بیوہ ہونا اور ساتھ ہی اُن بُری باتوں کا بھی ہونا جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور گھی اور غلّہ وغیرہ کا اس قدر گراں ہونا اور علاوہ اس کے سینکڑوں قسم کی مصیبتیں ہمارے آریہ ورت پر آئی ہوئی ہیں کہ جن کا ذکر بیان سے باہر ہے یہ آپ لوگوں پر خوب روشن ہے کہ جو طاقت آپ کے پتا و دادا میں تھی وہ اب آپ میں کہاں۔ اور آپ میں جو حوصلہ طاقت و بدھی ہے وہ آپ کی اولاد میں ہے یا کچھ آئندہ ہو جانے کی امید ہے۔ بس اے سجنو! اگر آپ لوگوں کو اس مہا کشٹ سے چھٹنے کی خواہش ہے اور نرا کار و ساکار کی ایکتا اور پرماتما میں پریم اور بھگتی بڑھانے کی خواہش ہے تو شری نشکلنک جی مہاراج کا ضرور سُمرن و دھیان کیجئے۔ کیونکہ ایشور پرماتما ہمیشہ بھگتوں کے بس میں ہوتے ہیں۔ اُن کو اپنے بھگتوں کو سُکھ دینے کی ہی اِچھا یعنی خواہش رہتی ہے وہ ضرور پرگھٹ ہو کر حال میں ہی ان سب اوپدروں اور دُشٹوں کو ناش کریں گے۔ اگر کسی سجن کو یہ خیال ہووے کہ ابھی کلجگ کا پرتھم چرن ہی ہے اور مہاراج جی کا جنم کلجگ کے انت میں لکھا ہے تو آپ غور کیجئے کہ اس سے زیادہ اور کیا کلجگ پرتیت ہوگا کہ استریاں اپنے پتیوں کو چھوڑ کر دوسروں پر نگاہ رکھیں۔ اور اولاد اپنے والدین کی وفاداری میں نہ رہیں۔ اور والدین اپنی اولاد کو اولاد کی طرح نہ سمجھیں۔ یہاں تک کہ آج کل سب ہی چیزیں اپنے اپنے دھرموں سے پھری ہوئی ہیں۔ اب کوئی صاحب یہ فرماویں کہ ابھی شاستر دوارا

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۸

روحانی خزائن جلد۲۲ ۵۲۱ تتمہ حقیقة الوحی

اس کے نور کو نابود نہ کر سکی سو خدا نے جو ہر ایک کام نرمی سے کرتا ہے اس زمانہ کے لئے سب سے پہلے میرا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا کیونکہ ضرور تھا کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں ابن مریم کی طرح قوم کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھاؤں اور کافر اور ملعون اور دجّال کہلاؤں اور عدالتوں میں کھینچا جاؤں سو میرے لئے ابن مریم ہونا پہلا زینہ تھا مگر میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں جو آج سے چھبیس[۲۶] برس پہلے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرے ہاتھ سے لکھا دیئے ہیں اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں۔ میں اسمٰعیلؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت **جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء** فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔ مگر خدا نے یہی پسند کیا کہ سب سے پہلے ابن مریم کے صفات مجھ میں ظاہر کرے۔ سو میں نے اپنی قوم سے وہ سب دُکھ اُٹھائے جو ابن مریم نے یہود سے اُٹھائے بلکہ تمام قوموں سے اُٹھائے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر پھر خدا نے کسر صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ۔ کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے سو سنہ عیسوی کی بیسویں[۲۰] صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن مَیں ہی ہوں

﴿۸۵﴾

Published-in 2008

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۹

Published-in 2008

شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سیادت سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان لاتا اور اِسی پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اِسی پر الہامِ الٰہی کے تواتر نے مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے۔

۵۰ ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا ہے مجھ کو یہ الہام ہوا اشکر نعمتی رئیت خدیجتی انّک الیوم لذو حظٍّ عظیم۔ ترجمہ۔ میری نعمت کا شکر کر۔ تو نے میری خدیجہ کو پایا آج تو ایک حظِّ عظیم کا مالک ہے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸ اور اس زمانہ کے قریب ہی یہ بھی الہام ہوا تھا بکر و ثیب یعنی ایک کنواری اور ایک بیوہ تمہارے نکاح میں آئے گی۔ یہ مؤخر الذکر الہام مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو بھی سنا دیا گیا تھا لیکن الہام مذکورہ بالا جس میں خدیجہ کے پانے کا وعدہ ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں درج ہو کر نہ صرف محمد حسین بلکہ لاکھوں انسانوں میں اشاعت پا چکا تھا۔ ہاں شیخ محمد حسین مذکور ایڈیٹر اشاعۃ السنّہ کو سب سے زیادہ اس پر اطلاع ہے کیونکہ اُس نے براہین احمدیہ کے چاروں حصوں کا ریویو لکھا تھا اور اس کو خوب معلوم تھا کہ ان صفات کی ایک باکرہ بیوی کا وعدہ دیا گیا ہے جو خدیجہ کی اولاد میں سے یعنی سید ہوگی جیسا کہ الہام موصوفہ بالا میں آیا ہے کہ تو میرا شکر کر اِس لئے کہ تو نے خدیجہ کو پایا یعنی تو خدیجہ کی اولاد کو پائے گا۔ اِسی کی تائید میں وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۲ حاشیہ دوم اور صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ اردتُ ان استخلف فخلقت اٰدم.

سبق نمبر ۶، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

﴿۹۷﴾

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار	اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس	وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ	کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا	مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم	کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں	ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند	ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے	پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار
اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ	بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف	پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل	میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے	گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے	تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول	میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم	جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
آسماں میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ	چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے	تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
ہوگئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا	ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار
سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی	جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:۷

باب:۱، ایمانیات:

حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام

قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک علامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا بھی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت خاصہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا جس طرح سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ مَثَلَ عِیسَی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ" کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے مثل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود نے انتہاء درجے کی دشمنی کی، ی کہ آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور آپ علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا اور ان کے ایک آدمی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی جسے انہوں نے پھانسی پر چڑھا دیا۔یہودی اس بات پر خوش ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر چڑھا دیا مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ یہودیت و عیسائیت کا مشترکہ خون تھا، اس نے بھی وہ نظریہ اختیار کیا جو یہودیت و عیسائیت دونوں کی ترجمانی کرے یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے کہہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام پھانسی پر چڑھائے گئے صلیب دیئے گئے ہیں اور عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے کہا کہ صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہاں سے نکل کر پھر کشمیر آگئے تھے اور ایک سو بیس سال زندہ رہ کر محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں فوت ہو کر دفن ہوئے یہ سب باتیں ہفوات

ولغویات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں اور واضح رہے عیسائی، یہودی اور مرزائی حضرت عیسی علیہ السلام کی موت پر متفق ہیں۔ مسیحی قوم سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول وآمد ثانی کی قائل ہے۔ لیکن قادیانی اس کے بھی منکر ہیں۔ صرف امت مسلمہ کا نظریہ ہے کہ عیسی علیہ السلام نہ تو قتل کیے گئے اور نہ صلیب دیے گئے بلکہ اللہ تعالی نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور اب قرب قیامت دوبارہ تشریف لائیں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کیے جانے اور صلیب دیئے جانے کی خود نفی فرمادی ہے۔ ارشاد فرمایا: "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" نہ وہ قتل کیے گئے اور نہ سولی دیئے گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر زندہ ہونے کا عقیدہ پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے جو بے شمار نصوص قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے جب دجال خروج کرے گا اور پوری دنیا میں فساد برپا کرے گا اس وقت جب حضرت مہدی دمشق کی جامع مسجد میں نماز کے لیے کھڑے ہو چکے ہوں گے عین اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔نازل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کا اتباع فرمائیں گے۔ اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے البتہ بعض کم عقل لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو خود کس مسلک کے مطابق ہوں گے؟ حالانکہ یہ اعتراض سائل کی جہالت سے پیدا ہوا ہے ورنہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کرنا عوام الناس اور غیر مجتہد علماء کا کام ہے نبی تو سب سے بڑے عالم اور مجتہد ہوتے ہیں اسے کسی کی تقلید کرنے ضرورت نہیں ہوتی جیسے مجتہد پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اس پر کسی دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہوتی۔

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں حضرت مہدی علیہ الرضوان امتی ہیں اور قرب قیامت میں پیدا ہوں گے اس کے برعکس بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ پیدا نہیں ہوں گے

بلکہ ظاہر ہوں گے ابھی کسی مجبوری کی وجہ سے سرّی من رائ کے غار میں چھپے ہوئے ہیں اور بقول یہ عیہ مرات کے جب تین سو تیرہ مخلص شیعہ پیدا ہو جائیں گے تو اس وقت خروج فرمائیں گے ایک ہزار سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے تاحال تو ان میں تین سو تیرہ مخلص پیدا نہیں ہوئے اب دیکھو قرب قیامت میں تعداد پوری ہوتی ہے یا اسی حسرت میں قیامت قائم ہو جائے گی۔ البتہ اہل سنت کے نزدیک وہ پیدا ہوں گے مسلمانوں کی ایک جماعت انہیں پہچان لے گی اور پھر ان کے ہاتھ میں اپنی قیادت دے دے گی۔ ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو پوری دنیا میں غالب فرمائیں گے۔

باب:۲،اسلامیات:

حقوق العباد

بندوں کے باہم معاملات کا ہونا ایک دوسرے سے ملنا جلنا اور باہم لین دین یہ ایک ایسا ضروری اور لازمی امر ہے کہ کوئی بھی معاشرہ خواہ نیک ہو یا بد، مسلمان ہو یا کافر، باہمی معاشرتی رابطے کے بغیر وہ معاشرہ نہیں چل سکتا اسلام کی جہاں اور بے شمار خوبیاں ہیں وہاں سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں یہ انسانیت کو بغیر رہنمائی کے نہیں چھوڑتا اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی پر اس قدر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حق میں کوتاہی تو برداشت کر لیتے ہیں مگر بندوں کی حق تلفی برداشت نہیں کرتے جیسے نماز کی ادائیگی خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں اللہ تعالیٰ یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ اسے وقت سے پہلے ادا کیا جائے اور اور حکم فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کہ نماز مقررہ وقت پر فرض ہے لہٰذا قبل از وقت نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ اپنا دینی یا دنیاوی کام کرتے رہ،و وقت سے پہلے نماز نہیں پڑھی جائے گی لیکن زکوۃ و عشر اور فطرانہ کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے اس لیے اگر کوئی کسی ضرورتمند کو قبل از وقت بھی زکوۃ ادا کر دے یا یکم رمضان المبارک

کو ہی فطرانہ ادا کر دے تب بھی ادا ہو جائے گا اس لیے اسلام میں ہر اس شخص کا حق بیان کیا گیا ہے جس سے انسانی زندگی میں کوئی معاملہ پیش آتا ہے۔

پڑوسی کے حقوق: پڑوسی اور ہمسایہ اسے کہتے ہیں جو آپ کے پڑوس میں آباد ہو، چاہے وہ مسلم ہو یا کافر، اس کے کچھ حقوق شریعت نے بیان کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے اس قدر تاکید کی گئی کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ شاید اس کو وراثت میں بھی حصہ دار قرار دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اسے اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ کی محبت نصیب ہو جائے تو وہ تین باتوں کا اہتمام کرے۔

۱: بات کرے تو سچ بولے۔ ۲: جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ایمان داری کے ساتھ اس کو اداء کرے۔ ۳: اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(شعب الایمان)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں اور ایذاؤں کی وجہ سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (مسلم)

اس لیے پڑوسی کا حق ہے کہ اس کی عزت و آبرو اور مال کی حفاظت کی جائے۔ وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔ انتقال کر جائے تو اس کا جنازہ اور کفن دفن میں شرکت کرو۔ اگر وہ قرض مانگے تو بقدر استطاعت اسے قرض دو۔ اگر وہ برا کام کرے تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ اگر اسے کوئی خوشی ملے تو اسے مبارکباد دو، اسے کوئی دکھ پہنچے تو اس کی تعزیت کرو، مکان بناو تو ایسا بناو کہ پڑوسی کی نہ تو ہوا بند ہو اور نہ اسے کوئی اور تکلیف ہو، تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے بچوں کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو الّا یہ کہ اس کے گھر کچھ سالن بھیج دو۔

رشتہ داروں کے حقوق: رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا ان کے حقوق کا لحاظ رکھنا بھی ایمان والوں کے لیے ضروری ہے آپ ﷺ سب سے زیادہ رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ کرتے تھے، لیکن افسوس ہم نے رشتہ داروں کے ساتھ برادران یوسف والا معاملہ

شروع کر رکھا ہے بیٹیوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں اور جہیز دینے کو وراثت کا قائمقام قرار دے لیتے ہیں اسی طرح بیٹیوں کو ان کا شرعی حق وراثت سے محروم کر دیتے ہیں، اخلاقی تعلیم سے ان کو محروم رکھتے ہیں اسی طرح آدمی کے چچا کو شریعت نے باپ کا قائمقام قرار دیا ہے اور آدمی کی خالاؤں کو ماں کی مثل قرار دیا ہے۔ ماں باپ کے بعد دوسرے قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اساتذہ و مشائخ کے حقوق: والدین کے بعد انسان پر جن ہستیوں کا سب سے زیادہ حق ہے وہ اس کے اساتذہ کرام ہیں جو اس کی اخلاقی و دینی تعلیم و تربیت کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں ان کا ادب و احترام کرنا درحقیقت علم کی عزت کرنا ہے اس لیے کہ آپ ﷺ بھی دنیا میں بحیثیت معلم تشریف لائے تھے۔ اپنے اساتذہ کرام اور علماء کرام کا احترام اور حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت رکھے بحث و مباحثہ نہ کیا جائے ان کے مقابلے میں خود کو کبھی بڑا نہیں سمجھنا چاہیے اور کبھی اپنے اساتذہ کرام یا علماء کرام کو برے الفاظ سے یاد نہیں کرنا چاہیے۔

باب:۳۰، اخلاقیات:

ریاکاری اور اخلاص

دینی اعمال میں جو سب سے زیادہ حسین چیز ہے وہ اخلاص ہے اور جو سب سے زیادہ قبیح چیز ہے وہ ریاکاری ہے۔ ریاکاری کا مطلب ہے کہ دکھلاوا کرنا۔ اور دین اسلام میں ریاکاری کا درجہ شرک کے قریب قریب ہے اللہ تعالیٰ نے اسے نمازیوں کی حالت بیان کی ہے جو نمازیں بھی دکھلاوے کے لیے پڑھتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک عالم، ایک شہید اور ایک سخی کو لایا جائے گا ان سے ان کا حال معلوم کیا جائے گا عالم کہے گا کہ یا اللہ میں نے علم اس لیے حاصل کیا کہ لوگوں کی دینی رہنمائی کر سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ نہیں، تو نے

علم اس لیے حاصل کیا کہ لوگ تجھے علامہ مفتی کہہ سکیں۔ سو لوگوں نے کہہ لیا اب جہنم کا مزہ چکھو۔ شہید سے پوچھا جائے گا کہ تو نے جان کس لیے دی؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ تیری رضا کے لیے اپنی جان قربان کر دی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے نہیں، تو نے اپنی جان لوگوں میں خود کو بہادر اور غازی مشہور کروانے کے لیے گنوائی ہے، اب جاو جہنم میں۔ اسی طرح سخی سے بھی کہا جائے گا کہ تو نے مال اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں پس اب جہنم میں جلتے رہو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ریاکاری کرنے والے سے کہا جائے گا کہ جاؤ جن کو دکھانے کے لیے نیک اعمال کرتے تھے انہی سے بدلہ حاصل کرو۔

ریاکاری کے طریقے: ریاکاری کا سب زیادہ مرض دیندار طبقے میں پایا جاتا ہے جو خود کو نیک و صالح اور انتہائی پارسا سمجھتے ہیں ان کی ریاکاری بھی اپنی مثال آپ ہوتی ہے، بعض تو اپنے کو بڑا عالم و زاہد اور نیک ثابت کرنے کے لیے ہمہ وقت اپنے مریدین کی تعداد بڑھانے، ان کی گنتی کرنے اور لوگوں میں اپنے مریدین کے حلقہ کی وسعت بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

بعض تو جو جدید قسم کے ریاکار اس دور میں پیدا ہوئے ہیں وہ تو باقاعدہ مجالس ارشاد اور بیعت کی تصویریں اور ویڈیوز بنا کر اپ لوڈ کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کے دیکھا دیکھی اور بھی نادان لوگ ہمارے دام ہمرنگ زمین میں پھنس جائیں، اپنی زبانی اپنی نالائقی کا اعتراف بھی بار بار کریں گے۔ اور ساتھ ساتھ لوگوں میں اپنی قبولیت کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے رہیں گے۔ ایسے لوگ علماء سوء ہیں جو لوگوں کو پھانسنے کے لیے مختلف حیلے بہانے اختیار کرتے رہتے ہیں۔

بعض لوگ پھٹے پرانے کپڑے پہنیں گے، سر جھکا کر چلیں گے تاکہ لوگ انہیں ایک متواضع اور آخرت کا طالب انسان تصور کریں۔

جب کہ ایک طبقہ انہی نام نہاد اولیاء کا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اچھے کپڑے، اچھی گاڑی اور اچھی شان و شوکت اختیار کریں گے اس سے ان کا مقصد اللہ کی رضا یا شکرانِ نعمت

نہیں ہوتا بلکہ اصل خواہش یہ ہوتی ہے کہ میری یہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر امراء میرے قریب آئیں گے، میڈیا مجھے کوریج دے گا اور میں جلد ہی ایک مشہور و معروف ہستی بن جاؤں گا۔اعاذنا اللہ من ذلک!

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۷] سیدنا حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

آپؓ کا نام عامر ہے مگر ابو عبیدہ کے نام سے معروف ہوئے والد کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام جراح ہے۔ فہر بن مالک پر جاکر آپؓ کا سلسلہ نسب آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ چنانچہ آپؓ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک۔

آپؓ پر کشش آنکھیں، لمبے قد اور حسین و جمیل جسم رکھتے تھے۔ دیکھنے والا متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اعلان نبوت کے پہلے ہی سال سیدنا حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ ہر جنگ میں صف اول کے سپاہی رہے اور جنگ احد میں خود کی دو کڑیاں جو آپ ﷺ کے چہرہ انور میں دھنس گئی تھیں آپؓ نے ان کو اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا جس سے آپؓ کے دو دانت شہید ہو گئے۔

جانثاری کی عجیب مثال قائم فرمائی جنگ بدر میں بالخصوص جب آپؓ مردانہ وار میدان میں کودے تو موت سے بالکل بے نیاز ہو کر لڑے یہ دیکھ کہ دشمن کے نامی گرامی جنگجو بھی سیدنا حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے مگر ایک شخص بار بار ان کے سامنے آرہا تھا اور سیدنا حضرت ابو عبیدہؓ اس کو بار بار ڈھیل دے رہے تھے مگر جب وہ باز نہ آیا تو انہوں نے تلوار کے ایک ہی وار سے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ زمین پر گر پڑا یہ

کوئی اور شخص نہیں بلکہ سیدنا حضرت ابو عبیدہؓ کا والد تھا جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن بن کر آیا تھا مگر یہ بات بھول گیا تھا کہ صحابہؓ کے نزدیک اب وہ ہی اپنا تھا۔ جو آقا مدنی کریم ﷺ کا تھا۔ جو آقا مدنی کریم ﷺ کا دشمن تھا وہ صحابہؓ کا بھی دشمن تھا چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔ سیدنا حضرت ابو عبیدہؓ نے فنا فی الرسول ہونے کی نئی تاریخ رقم کر دی۔ سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں قریش کے تین آدمی سب سے زیادہ خوش اخلاق اور باحیاء ہیں اگر وہ تم سے بات کریں گے تو کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور تم ان سے بات کرو گے تو کبھی تمہاری تکذیب نہیں کریں گے وہ سیدنا حضرت ابو بکر الصدیقؓ، سیدنا حضرت عثمان غنیؓ اور سیدنا حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں۔

سیدنا حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو اللہ تعالیٰ نے میدان جہاد میں جام وصال پلایا مگر موت کا سبب طاعون عمواس بنا۔ ۱۸ھ میں بعمر ۵۸ سال اردن کے مقام پر فوت ہوئے۔

رضی اللہ عنہ وعنہم!

سیدنا حضرت معاذ بن جبلؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور غوربیان نامی جگہ پر مدفون ہوئے۔

دینی خدمات و اعزازات:

1. زبان نبوت ﷺ سے اسی دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت ملی۔
2. آپؓ کا شمار بھی سابقین اسلام میں ہوتا ہے۔
3. غزوہ بدر میں اپنے مشرک باپ عبد اللہ بن الجراح کو قتل کیا۔
4. دربار نبوت سے امین ا امیاب کا لقب آپؓ کو ملا۔
5. صلح حدیبیہ میں شمولیت کا اعزاز بھی آپؓ کو ملا۔
6. بنو قضاعہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاری کی تو ان کی سرکوبی کے لیے سیدنا حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک دستے کا کمانڈر بنایا جس دستے میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ

بحیثیت سپاہی کے شریک تھے۔

7. قریش کی بد عہدی کے بعد ان کے قافلوں کی نگرانی کے لیے ایک مہم ساحل سمندر کی طرف بھیجی گئی اس لشکر اسلام کی قیادت آپؓ نے ہی کی۔

8. سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جب زخمی ہوئے اور آخرت کا رخت سفر باندھا اس وقت فرمایا "آج اگر ابو عبیدہؓ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا اس لیے کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے امین ا امیاب کا لقب دیا تھا"۔

9. فاتح شام بھی آپؓ کا لقب ہے۔

10. فاتح بیت المقدس بھی آپؓ ہی تھے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۱۸۷۸ء میں بھارت کے ضلع اناو کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے والد کا نام حبیب اللہ تھا جو ایک بلند پایہ عالم دین تھے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حسینی سید تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر تیرہ برس کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں حصول علم کے لیے شامل درس ہوئے۔ جن اساتذہ کرام سے دیوبند میں آپؒ نے علم حاصل کیا ان میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبد العلی محدث دہلویؒ وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ ۱۳۱۶/۱۸۹۸ میں آپؒ کے والد مع اہل و عیال مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اس وقت مدینہ منورہ میں جو دو بڑے کتب خانے موجود تھے حضرتؒ نے ان سے خوب استفادہ کیا اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ آپؒ نے مدینہ منورہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ ۱۹۰۰ء میں دوبارہ ہندوستان تشریف لائے اور پھر دو سال ہندوستان میں قیام کر کے ۱۹۰۲ء میں دوبارہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ اب دور دراز سے

تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے حضرتؒ کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے آپؒ کے درس اور علوم کی شہرت عرب و عجم میں ہر جگہ پہنچ چکی گئی کہ ۲۴ سال کی عمر میں شیخ العرب والعجم کے لقب سے نوازے گئے۔

آپؒ تصوف میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت تھے۔ ۱۸۹۸ء میں حضرت گنگوہیؒ نے چاروں سلسلوں میں اجازت و خلافت سے نوازا اس دوران چونکہ ان کے والد ماجدؒ مدینہ ہجرت کر چکے تھے اور مکہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف فرما تھے اس لیے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا وہاں حضرت حاجی صاحبؒ سے ذکر و شغل کی تربیت حاصل کر لینا۔ حضرت مدنیؒ نے تقریباً سترہ برس تک مدینہ منورہ میں روضہ رسول کے سایہ میں حدیث رسول ﷺ پڑھانے کا شرف حاصل کیا اس وقت چونکہ خلافت عثمانیہ پوری امت مسلمہ کی جہد مسلسل کی امین اور ان کے حقوق کے نگہبان تھی مگر اندرونی سازشوں اور بیرونی حملوں سے تقریباً حالت نزع میں تھی، جب شریف مکہ نے انگریزوں کے ساتھ مل کر خلافت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا حضرت شیخ الہندؒ جن کی انگریز دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی ان دنوں حجاز میں تشریف فرما تھے انگریزوں نے شریف مکہ کے ذریعے حضرتؒ کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کر لیا جن میں مولانا سید عزیر گلؒ اور حضرت مدنیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کو مالٹا کے جزیرے میں قید کر دیا گیا حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حضرت مدنیؒ کم و بیش ساڑھے چار سال قید رہے اسی دوران آپؒ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ مالٹا سے رہا ہونے کے بعد حضرت مدنیؒ اپنے استاد محترم کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اس لیے کہ خلافت عثمانیہ زوال پذیر ہو چکی تھی عرب ممالک کے حصے بخرے کر کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ پس آپؒ نے بقیہ زندگی برصغیر کو انگریز کے استعمار سے نجات دلانے کے لیے وقف کر دی انہی حضرات کی جہد مسلسل اور وادی آزمائش میں آبلہ پائی کا نتیجہ تھا کہ انگریز کو اپنا رخت سفر باندھ کر یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔ آپؒ دارالعلوم

دیوبند کی مسند صدارت پر بٹھا دیئے گئے آپؒ نے کم و بیش ۳۱ سال تک مسند حدیث پر بیٹھ کر درس دیا۔

حضرت مدنیؒ طبعاً درویش اور سنت نبوی ﷺ کے فدائی تھے مگر ساتھ ساتھ ایک انتہاء درجے کے سیاسی لیڈر، مفکر اور مدبر تھے حضرتؒ کی امت مسلمہ کی سیاسیات پر گہری نظر تھی۔ حضرتؒ نے انگریزی استعمار کی چیرہ دستیوں کے بارے میں ایک ایسی لاجواب کتاب لکھی، جس کا حرف حرف آپؒ کی سیاسی بصیرت اور علم و تدبر کی گواہی دے رہاہے۔ کتاب کا نام ہے "برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا؟" حضرت مدنیؒ زمین پر خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اسلام کی حقانیت کی ایک واضح علامت تھے۔ حضرتؒ نے جب انتہائی مصروف زندگی گزار لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام اجل آگیا اور آپؒ ۱۹۵۷ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور " فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ " کا مستحق ٹھہرے۔ خدا ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین!

باب:٦، اذکار مسنونہ:

شادی کرنے اور سواری کا جانور خریدنے والے کی دعا: " اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ " (سنن ابی داود رقم الحدیث ۲۱۶۰)

{اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس پر تونے اسے پیدا کیا اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس پر تونے اسے پیدا کیا ہے۔}

بیوی سے ہمبستری کرنے سے پہلے کی دعا: " اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا " (بخاری رقم الحدیث ۱۴۱)

{اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جو تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے محفوظ فرما۔}

باب:۷، لوح مرزا:

الہامات و مکاشفات مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت نے اپنی جعلی اور لولی لنگڑی نبوت کو الہامات کی بیساکھی فراہم کی اور اپنے اوپر وحی کے نازل ہونے کا مدعی ہوا۔ تمام اہل مذاہب جانتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی اپنی شان میں اور معانی و رموز میں انسانی کلام سے بلند و برتر ہوتی ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی وحیوں کو اگر سرسری نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو اس کا خدائی کلام ہونا تو دور کی بات بلکہ کسی دانا مرد کی بات بھی معلوم نہیں ہوتی ہر وحی کے مضمون اور اس میں چھپی ہوئی حرص سے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ کسی تبخیر کے مریض کے معدہ سے اٹھنے والے بخارات ہیں جسے وہ بدقسمتی سے الہامات و مکاشفات اور وحی سمجھ بیٹھا۔ تو لیجیے پہلے مرزا قادیانی کے وحی کے بارے میں کچھ اصول ملاحظہ کریں اور پھر دیکھیں کہ مرزا کے اپنے بیان کردہ اصول اور اس کے اوپر نازل ہونے والی وحی علمی دنیا میں کس حیثیت کی حامل ہے۔

اصول ا: شیطانی الہامات: "واضح ہو کہ شیطانی الہامات کا ہونا حق ہے۔"

(روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۴۸۳، عکسی حوالہ نمبر ۱)

اصول ۲: شیطان بھی سچی بات کر دیتا ہے ایمان چھیننے کے لیے: "ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو کیونکہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکہ دیتا ہے تاکہ ایمان چھین لے۔"

(حقیقت الوحی ص ۳، مندرجہ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳، عکسی حوالہ نمبر ۲)

اصول 3: بیہودہ اور غیر معقول وحی: "یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے کیا فائدہ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔" (چشمہ معرفت ص ۲۰۹، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۱۸، عکسی حوالہ نمبر ۳)

اصول ۴: وحی اور شکوک و شبہات: "جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی تجلی فرماتا

ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہر گز نہیں رہتی۔"

(نزول المسیح ص ۸۹، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۶۷، عکسی حوالہ نمبر ۴)

اصول ۵: شیطانی کلام: "لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کمتر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔" (نزول المسیح ص ۱۰۸، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۸۶، عکسی حوالہ نمبر ۵)

اب مندرجہ بالا پانچ اصول جو وحی کو پرکھنے کے لیے مرزا صاحب نے خود بیان کیے ہیں ان کی روشنی میں مرزا کے اوپر نازل ہونے والی وحی کو پرکھ لیا جائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مرزا قادیانی کی وحی شیطانی کلام بیہودہ اور نامعقول ہفوات ہیں جن کا حق اور سچ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور مرزائیت کی وحی مرزائیت ہی کے اصولوں کی روشنی میں بیچ چوراہے اپنی عزت لٹوا بیٹھی ہے بقول غالب:

ادھر وہ بد گمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

وحی نمبر ۱: "مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔"

(نزول المسیح ص ۵۷، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۵، عکسی حوالہ نمبر ۶)

اب مرزا قادیانی کے اصول نمبر ۳ کو ملاحظہ کرلیں اور دیکھیں کہ اس کے الہامات کس قدر بیہودہ اور نامعقول ہیں۔

وحی نمبر ۲: "ہمارا رب عاجی ہے۔ (اس کے معنیٰ ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)"

(براہین احمدیہ ص ۵۵۶، روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۶۳، عکسی حوالہ نمبر ۷)

اب اصول نمبر ۴ کو ملاحظہ کریں کہ آفتاب وحی شک کی تاریکی ختم کر دیتا ہے مگر اس کے تو معنیٰ بھی نہیں بتائے لہٰذا پانچویں اصول کے مطابق یہ شیطانی کلام ہوا۔

وحی نمبر ۳: نعسا: "پھر اس کے بعد فرمایا: "ہو شعنا نعسا" یہ دونوں فقرے شاید

عبرانی ہیں اوران کے معنی اس عاجز پر ابھی نہیں کھلے پھر بعد کے دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں I Love you, I Shell go you Long Party of Islam چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنٰی کھلے ہیں اس لیے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔" (براہین احمدیہ ص۵۵۷،روحانی خزائن ج ۱ص ۶۶۴، عکسی حوالہ نمبر ۸)

اب اصول نمبر۳ کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کیا اس پر نازل ہونے والی وحی نے اس کی تاریکی کم کی ہے یا زیادہ؟

وحی نمبر:۵: "طبیعت غمگین ہے موت تیرا ں ماہ حال کو غالباً تیراماہ حال سے مراد تیرا ں ماہ شعبان ہے واللہ اعلم اور میں نہیں جانتا کہ کس کے حق میں ہے اس لیے طبیعت غمگین ہے۔" (تذکرہ ص ۵۷۰، عکسی حوالہ نمبر ۹)

اب اصول نمبر ۴ اور ۵ کی روشنی میں موازنہ فرمالیں کہ اس کے الہامات ربانی ہوتے تھے یا شیطانی۔

وحی نمبر:۶: "پٹی پٹی گئی"

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام ہتھکنڈے جو اس نے محمدی بیگم کے حصول کے لیے اختیار کیے تھے ناکام گئے تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق محمدی بیگم کو گالیاں اور بددعائیں دینا شروع کر دیں جب نبی اس طرح کا رنگین قماش کا ہو گا تو وحی جن علوم و معارف سے لبریز ہو گی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مرزائیوں کے سلطان القلم صاحب کی پنجابی وحی ملاحظہ فرمائیے جو محمدی بیگم کے بارے میں نازل ہوئی۔ "پٹی پٹی گئی"۔ یعنی پٹی تباہ ہو جائے گی۔ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص ۶۸۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

اب پہلے اصول کی روشنی میں یہ صرف شیطانی الہام ہی ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس سے نہ تو آخرت کا کوئی فائدہ نظر آتا ہے نہ دنیا کا۔ اور ایسے شیطانی الہامات بقول مرزا بر حق ہیں۔

وحی والہام نمبر:۷: تائی آئی: مرزا صاحب اپنا شیطان الہام بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "تائی آئی ہماری سمجھ میں اس کا معنیٰ اور مطلب نہیں آیا ہماری کوئی تائی نہیں نزدیک نہ دور۔"

(تذکرہ ص ۶۶۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۱)

اب مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں مرزا کی تائی کو چیک کر لیا جائے کہ یہ کہاں سے آئی ہے اور کس کی بھیجی ہوئی ہے۔

وحی نمبر:۸: بلی کو چھیچھڑوں کے خواب: "بہتر ہو گا اور شادی کر لیں۔ فرمایا معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہوا۔" (تذکرہ ص ۵۸۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۲)

شاید یہ الہام بھی محمدی بیگم کے متعلق ہوا ہو گا مگر پہلے الہامات کی جو درگت محمدی بیگم کے باپ نے بنائی اس انجام سے ڈر کر کھل کر نام نہیں لیا اور اسے نامعلوم الہام کہہ دیا۔

قید میں ہے تیرے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہاں کچھ اک رنج گر انباری زنجیر بھی تھا

واحی نمبر:۹: ـے یـ م مسلمین: نبی کا خواب بھی چونکہ وحی ہوتا ہے اس لیے مرزا قادیانی جو کہ مرزائیوں کا تیار کردہ نبی ہے اس کے خواب بھی ملاحظہ فرمائیں: "دیکھا کہ ایک دیوار پر مرغی ہے وہ کچھ بولتی ہے سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو یاد رہا وہ یہ تھا ان ـکیـ م مسلمین"۔ اس کے بعد بیداری ہوئی، یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں پھر الہام ہوا: انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین" (تذکرہ مجموعہ وحی الہامات ص ۴۹۲، عکسی حوالہ نمبر ۱۳)

یعنی الہام کی تشریح بھی چندہ مانگنے سے ہوئی اور مرغیوں کے پیچھے چلنے والا مرغی باز نبی اپنی امت کو کیا راہ راست دکھلائے گا؟

وحی نمبر:۱۰: برکات الہامات ووحیات: "بارک اللہ فی الہامک و وحیک ورءیاک، برکت دی اللہ تعالیٰ نے تیرے الہامات میں اور تیری وحی میں اور تیرے خوابوں میں۔"

(تذکرہ ص ۵۶۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۴)

واقعی مرزا قادیانی کی وحی کی برکات محمدی بیگم سے نکاح کی شکل میں، مولانا ثناء

اللہ امر تسری مرحوم کی مرزا سے پہلے وقوع موت کی خبر کی شکل میں، قادیان کے طاعون سے محفوظ ہونے کی شکل میں، یا مکہ مدینہ میں مرنے کا الہام سنا کر لیٹرین میں مرنے کی برکات پوری قادیانیت کا چپہ چپہ مرزا قادیانی کے الہامات کی برکات سمیٹ رہا ہے۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

خزاں کیا فصل گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں قفس ہے اور ماتم بال دیر کا ہے

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱

راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے۔

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں۔ اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے۔ بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کیلئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں۔

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے اور بعض ناتمام سالک لوگوں کو ہوا کرتے ہیں۔ اور حدیث النفس بھی ہوتی ہے جس کو اضغاث احلام کہتے ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے وہ

﴿۱۳﴾

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ رُسُلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

(۱) بعد ھذا واضح ہو کہ مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ اس زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا۔ اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب☆ یاد رکھنا چاہیے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے وہ طرح طرح کی راہوں سے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تا ایمان چھین لے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنے صدق اور وفا اور عشق الٰہی میں کمال

☆ جس طرح جب ایک تو آفتاب پر بادل محیط ہو اور دوسرے ساتھ اُس کے گرد و غبار بھی اُٹھا ہوا ہو تو اس صورت میں آفتاب کی روشنی صاف طور پر سے زمین پر نہیں پڑ سکتی اسی طرح جب نفس پر اپنی ذاتی تاریکی اور شیطان کا غلبہ ہو تو روحانی آفتاب کی روشنی صاف طور پر سے اُس پر نہیں پڑے گی۔ اور جیسے جیسے وہ گرد و غبار اور ابر کم ہوتا جائے گا روشنی بھی صاف ہوتی جائے گی۔ یہی فلاسفی وحی الٰہی کی ہے۔ مصفّا وحی وہی لوگ پاتے ہیں جن کے دل صاف ہیں اور جن میں اور خدا میں کوئی روک نہیں۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ وہ الہام جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو اور اکرام اور اعزاز کی اُس میں صریح علامتیں پائی جائیں اور قبولیت کے آثار اُس میں نمودار ہوں وہ بغیر مقبولان الٰہی کے کسی کو نہیں ہو سکتا اور شیطان کے اقتدار سے یہ باہر ہے کہ کسی جھوٹے مدعی کی تائید اور حمایت میں کوئی قدرت نمائی کا الہام اُس کو کرے اور اُس کو عزت دینے کے لئے کوئی خارق عادت اور مصفّا غیب اُس پر ظاہر کرے تا اُس کے دعوے پر گواہ ہو۔ منہ

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۳

روحانی خزائن جلد ۲۳ ۲۱۸ چشمہ معرفت

میں تغیرات ذاتاً ہے اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے پس جب کہ بموجب اصول آریہ سماج کے وید کے رشیوں کی زبان ویدک سنسکرت نہیں تھی اور نہ وہ اُس کے بولنے اور سمجھنے پر قادر تھے اور پھر خدا کا ایسی بیگانہ زبان میں اُن کو الہام کرنا گویا دیدہ دانستہ اُن کو اپنی تعلیم سے محروم رکھنا تھا۔ اور اگر کہو کہ خدا اُن کو اُن کی زبان میں سمجھا دیتا تھا کہ ان عبارتوں کے یہ معنی ہیں تو اس صورت میں پرمیشر کا یہ عہد بحال نہیں رہے گا کہ انسانی زبان میں اُس کو بولنا حرام ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ ان نہایت کچی اور خام باتوں کے پیش کرنے سے آریوں کو فائدہ کیا ہے کیا جو کچھ انسان کا ہے وہ سب کچھ پرمیشر کا نہیں ہے تو پھر کونسی پرمیشر کی ہتک عزت ہے کہ انسان کو اُسی کی زبان میں سمجھا دے کیا ہمارا خدا ہماری دعائیں ہماری زبان میں ہی نہیں سنتا۔ پس جب کہ ہماری زبان میں ہی ہماری دعا سننے سے اُس کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا تو پھر ہماری زبان میں ہی ہمیں کوئی راہ راست سمجھانے سے کیوں اُس کی شان میں فرق آئے گا۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق تو یہی عادت الٰہی ہے کہ وہ ہر ایک قوم کے لئے اُسی زبان میں ہدایت کرتا ہے لیکن اگر کوئی زبان ایسی ہو کہ ملہم کو خوب یاد ہو اور گویا اُس کی زبان کے حکم میں ہو تو بسا اوقات ملہم کو اس زبان میں الہام ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف کے بعض الفاظ سے یہ سند ملتی ہے کیونکہ اوّل قرآن شریف قریش کی زبان میں ہی نازل ہونا شروع ہوا تھا کیونکہ اوّل مخاطب قریش ہی تھے مگر بعد اس کے قرآن شریف میں عرب کی اور اور زبانوں کے بھی الفاظ آ گئے ہیں اور ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف ہے اس لئے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آنحضرت

﴿۲۰۰﴾

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۴

روحانی خزائن جلد ۱۸ ۴۶۷ نزول المسیح

(۸۹) حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ سو ضرور ہے کہ یہ زمانہ گذر نہ جائے اور ہم اس دنیا سے کوچ نہ کریں جب تک خدا کے وہ تمام وعدے پورے نہ ہوں۔ جو شخص تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام بھی اس کے بندوں پر نازل ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بے خبر ہے لہٰذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو وساوس کے نیچے پامال دیکھتا ہے اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث احلام اور حدیث النفس کے اور کچھ نہیں اور غایت کار وہ ظنی طور پر نہ یقینی اور قطعی طور پر الہام الٰہی کا خیال دل میں لاتا ہے مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی۔ کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے۔ پھر جس حالت میں موسیٰ کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی تو کیا یہ امت اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے اور پھر اسی طرح مریم کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر بھروسہ کر کے اس نے قوم کی کچھ پرواہ نہیں کی تو حیف ہے اس امت مخذول پر جو ان عورتوں سے بھی کم تر ہے۔ پس اس صورت میں یہ امت خیر الامم کاہے کو ہوئی بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی۔ اسی طرح خضر جو نبی نہیں تھا اور اسے علم لدنی دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا تو کیوں اس نے ایک ناحق بچہ کو قتل کر دیا۔ اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہئے یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیوں انہوں نے اس پر عمل کیا۔ پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دہریہ نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الٰہیہ ہو سکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے اخقر الامم نہ ٹھہر جائے۔ سو خدا نے آخری زمانہ

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۵

روحانی خزائن جلد ۱۸ ۔ ۴۸۶ ۔ نزول المسیح

﴿۱۰۸﴾ اور روز جزا اور بہشت اور دوزخ سب سچ ہے کیونکہ اگرچہ قصہ اور نقل کے طور پر تمام اہل اسلام اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا موجود ہے اور اس کا رسول برحق مگر یہ ایمان کوئی یقینی بنیاد نہیں رکھتا اس لئے ایسے ضعیف ایمان کے ذریعہ سے یقینی رنگ کے آثار ظاہر ہونا اور گناہ سے سچی نفرت کرنا غیر ممکن ہے اور بوجہ اس کے کہ اسلام پر تیرہ سو برس گذر گئے تمام معجزات گزشتہ برنگ نقول اور قصص ہو گئے ہیں اور قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے جو درحقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے میں ایک خاص دست و بازو کی محتاج ہے۔ اس پر دلیل شاہد یہ آیت ہے کہ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[1] پس وہ ناپاکوں کے دلوں پر معجزہ کے طور پر اثر نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا اثر دکھلانے والا بھی قوم میں ایک موجود ہو اور وہ وہی ہوگا جس کو یقینی طور پر نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ نصیب ہوگا۔ غرض تمام برکات اور یقین کے حصول کا ذریعہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے اور انسان کی یہ زندگی جو شکوک اور شبہات سے بھری ہوئی ہے بجز مکالمات الٰہیہ کے سرچشمہ صافیہ کے یقین تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی مگر خدا تعالیٰ کا وہ مکالمہ یقین تک پہنچاتا ہے جو یقینی اور قطعی ہو جس پر ایک ملہم قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکالمہ ہے جس رنگ کا مکالمہ آدم سے ہوا اور پھر شیث سے ہوا اور پھر نوح سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسماعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف سے اور پھر چار سو برس کے بعد موسیٰ سے اور پھر یسوع بن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور الیسع نبی سے اور دانیال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں عیسیٰ بن مریم سے ہوا اور سب سے اتم اور اکمل طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کمتر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دنیا پر پڑتی ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اس کے نکلنے میں شک

[1] الواقعۃ: ۸۰

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۶

لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔ مثلاً عربی عبارت کے سلسلہ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک ٹھیک بسیاری عیال کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سلسلہ عبارت اُس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ ضفف ڈالا گیا جس کے معنے ہیں بسیاری عیال۔ یا مثلاً سلسلہ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہوئی جس کے معنی ہیں غم و غصہ سے چپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں تو فی الفور دل پر وحی ہوئی کہ وجوم۔ ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیات قرآنی ہوتے ہیں یا اُن کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرف سے۔ اور بعض اوقات کچھ مدت کے بعد پتہ لگتا ہے کہ فلاں عربی فقرہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے بر رنگ وحی متلو القا ہوا تھا وہ فلاں کتاب میں موجود ہے چونکہ ہر ایک چیز کا خدا مالک ہے اس لئے وہ یہ بھی اختیار رکھتا ہے کہ کوئی عمدہ فقرہ کسی کتاب کا یا کوئی عمدہ شعر کسی دیوان کا بطور وحی میرے دل پر نازل کرے۔ یہ تو زبان عربی کے متعلق بیان ہے مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براھین احمدیہ میں کچھ نمونہ اُن کا لکھا گیا ہے اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادت اللہ میرے ساتھ ہے اور یہ نشانوں کی قسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے جو مختلف پیرایوں میں امور غیبیہ میرے پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور میرے خدا کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ کوئی کلمہ جو میرے پر بطور وحی القا ہو وہ کسی عربی یا انگریزی یا سنسکرت کی کتاب میں درج ہو کیونکہ میرے لئے وہ غیب محض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سے توریت کے قصے بیان کرکے ان کو علم غیب میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب تھا گو یہودیوں کے لئے وہ غیب نہ تھا۔ پس یہی راز ہے جس کی وجہ سے مَیں ایک دنیا کو

﴿۵۷﴾

خاتمہ ہوجاتا یا اگر خدائے تعالیٰ عین وقتوں پر رات اور دن اور سورج اور چاند اور ہوا اور بادل کو خدماتِ مقررہ میں نہ لگاتا تو تمام سلسلہ عالم کا درہم برہم ہوجاتا اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے۔ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ وَیَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ [1] وَھُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَیَنۡشُرُ رَحۡمَتَہٗ وَھُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِیۡدُ. [2] **الجزو نمبر ۲۵** . یعنی کیا یہ منکر لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں اور خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔ اگر خدا چاہے تو اس کا اترنا بند کردے پر وہ بند نہیں کرتا کیونکہ اس کی عادت اسی پر جاری ہے کہ وہ احقاقِ حق اور ابطال باطل اپنے کلمات سے کرتا ہے۔ اور یہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں ﴿۵۵۵﴾ کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحرِ ذخّار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدائے تعالیٰ کا ﴿۵۵۶﴾ تائیدات کرنا اور اسرارِ غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائقِ الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایماندار کا فرض ہے۔ پھر بقیہ الہامات بالا کا ترجمہ یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا۔ اے میرے ربّ میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں ان سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے۔ اے میرے خدا مجھ کو میرے غم سے نجات بخش اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

[1] الشوریٰ:۲۵ [2] الشوریٰ:۲۹

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۸

﴿۵۵۴﴾

منصب اُسی کو پہنچتا ہے کیونکہ امراض روحانی پر اُسی کو اطلاع ہے اور ازالۂ مرض اور استرداد صحت پر وہی قادر ہے پھر بعد اس کے بطور استدلال کے فرمایا کہ اللہ وہ ذات کامل الرحمت ہے کہ اُس کا قدیم سے یہی قانون قدرت ہے کہ اس تنگ حالت میں وہ ضرور مینہ برساتا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو چکتے ہیں پھر زمین پر اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی کارسازِ حقیقی اور ظاہراً و باطناً قابل تعریف ہے یعنی جب سختی اپنی نہایت کو پہنچ جاتی ہے اور کوئی صورت مخلصی کی نظر نہیں آتی تو اس صورت میں اس کا یہی قانون قدیم ہے کہ وہ ضرور عاجز بندوں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں جو اُس سے باہر ہو کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی ﴿۵۵٦﴾ متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلاثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلّی اور تشفّی کے لئے بحرِ عظیم کی طرح ﴿۵۵۷﴾

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے پھر بعد اس کے فرمایا **ھو شعنا نعسا**۔ یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنے ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں **آئی لَو یو۔ آئی شَیل گِو یوء لارج پارٹی اوف اسلام**۔ چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنے کھلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہے۔ **یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الی (و مطھرک من الذین کفروا)[1]۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامه. ثلة من الاولین وثلة من الآخرین** ۔ اے عیسٰی میں تجھے ﴿۵۵۷﴾

[1] یہ فقرہ سہوِ کاتب سے براہین میں رہ گیا ہے۔ (براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۷۳ حاشیہ)

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۹

۵۷۰

(۴) كَتَبْتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَحْمَةً وَّكَتَبْتُ لَكَ رَحْمَةً فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔[1]

(۵) نَزِيْدُهٗ فِيْ رَحْمَتِكَ وَصِدْقِكَ وَوَفَائِكَ۔[2]

(آخری نَزِيْدُهٗ بترکات یہ خدا کی طرف سے نہیں صرف تفہیم ہے بیشکر لفظوں میں)

(۶) كُلُّ مُكَذِّبٍ جَآءَ۔ يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔[3]

(۷) مَآ اَنَا اِلَّا كَالْقُرْاٰنِ وَسَيَظْهَرُ عَلٰى يَدَيَّ مَا ظَهَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ۔[4]

(۸) رؤیا۔ دیکھا کہ میں ایک فراخ اور خوبصورت اور چمکدار جوتہ پہنے ہوئے چند آدمیوں کے ساتھ ایک طرف جا رہا ہوں اور وہ جوتہ میرے پاؤں تک لٹک رہا ہے اور چمک کی شعاعیں اس میں سے نکل رہی ہیں۔

(۹) خدا اُس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔ (نا معلوم کس کے متعلق یہ الہام ہے)۔

(۱۰) رؤیا دیکھا کہ ایک بھونچال آیا۔ کچھ دہشت ناک معلوم ہوا اور ہم چھت کے نیچے سے باہر آگئے مبارک میرے ساتھ تھا اور خفیف خفیف بارش کے قطرے خوشنما برس رہے تھے۔"

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۳ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء

(الف) "موت، تیراں ماہ حال کو

غالباً تیراں ماہ حال سے مراد تیراں ماہ شعبان ہے۔ واللہ اعلم۔ اور میں نہیں جانتا کہ تیراں ماہ حال سے یہی شعبان ہے یا کسی اور شعبان کی تیراں تاریخ۔ اور میں قطعی طور پر نہیں جانتا کہ کس کے حق میں ہے اس لئے طبیعت غمگین ہے۔ خدا اپنے تعالیٰ فضل کرے۔ آمین۔"

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۴ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

---

[1] (۴) تجھ پر ایمان لانے والوں کے لئے میں نے رحمت لکھ دی ہے اور تیرے لئے دنیا اور آخرت میں میں نے رحمت لکھ دی ہے۔

[2] (۵) تیری رحمت اور صدق اور وفا میں ہم زیادتی کریں گے یعنی تجھ پر برکات کی زیادتی کی جائے گی۔

[3] (۶) سب مکذب آئے اور کہنے لگے۔ اے عزیز ہم اور ہمارے اہل و عیال تکلیف میں ہیں اور ہم تھوڑی سی پونجی لائے ہیں۔ پس ہمیں پورا ناپ تول دے اور ہم پر صدقہ کر۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

[4] (۷) میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور عنقریب میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا جو کچھ فرقان سے ظاہر ہوا۔

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

سبع مثانی کی تحقیق کا ذکر ہوا۔ کسی نے الحمد کا نام بتلایا اور کسی نے دوسری آیتوں کا۔ اور کسی نے کہا کہ الحمد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس لئے دونوں مقام پر نازل ہونے کے باعث اس کا نام سبع مثانی ہوا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن ہمارے نزدیک اس سورۃ کا ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا اور دوسری بار مسیح موعود پر نازل ہونا ہے جس کے سبب سے اس کا نام سبع مثانی ہوا۔"

(مکتوب[1] صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ)

۲۷- فرمایا "آج رات کو ہمیں الہام ہوا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[2]"

(مکتوب صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ ۔ البشریٰ مؤلفہ صاحبزادہ صاحب صفحہ ۴۰۔

الحکم جلد ۳۳ نمبر ۱۲ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱)

۲۸- اس کے بعد پھر الہام ہوا:-

"نُوْرٌ الَّذِیْنَ"

(مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ ۔ البشریٰ صفحہ ۶۳)

۲۹- ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ الہام سنایا کہ:-

"پٹی[3] پٹی گئی"

(مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ ۔ البشریٰ مرتبہ پیر سراج الحق صاحب صفحہ ۸۱)

---

[1] یہ مکتوب قلمی دفتر تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں بوقت تیاری تذکرہ طبع دوم موجود تھا جس سے خاکسار نے نقل کیا مگر اب کہیں غائب ہے۔ (مرتب)

[2] (ترجمہ از مرتب) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہے ان پر فرشتے اُترتے ہیں یہ پیغام دیتے ہوئے کہ خوف نہ کھاؤ اور غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اُس جنت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست و مددگار ہیں اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

نوٹ:- الحکم پرچہ مذکورہ بالا اور البشریٰ صفحہ ۴۰ میں یہ فقرہ "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" نہیں ہے اور الحکم پرچہ مذکورہ بالا میں اس کی جگہ "نُوْرُ الَّذِیْنَ" کے الفاظ ہیں۔ (مرتب)

[3] پٹی ایک قصبہ کا نام ہے جو ضلع لاہور میں ہوتا تھا مگر ملکی تقسیم کے وقت ضلع امرتسر میں چلا گیا۔ (مرتب)

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۱

۲۶۵

سنہ ۱۹۰۰ء پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج تھوڑی دیر ہوئی عجیب الہام ہوا کہ جو سمجھ میں نہیں آیا پہلے الہام ہوا:۔

"تائی آئی"

ہمارے تو کوئی تائی ہے نہیں نہ نزدیک نہ دور ہاں ہمارے لڑکوں کی تائی ہے جو وہ ہماری دشمن ہے۔ پھر الہام ہوا:

"تار آئی"

(البشریٰ مرتبہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی صفحہ ۱۱۳ حاشیہ)

۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۱ء "کتّاب تنوّعہ عندہ وغظ متغطّل"

(الحکم جلد ۲۶ نمبر ۱۹، ۲۰ مورخہ ۲۱/۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۸)

سنہ ۱۹۰۱ء حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

(الف) "جب قادیان کی زندگی احمدیوں کے لئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ مسجد میں خدا تعالیٰ کی عبادت

لہ "اس الہام میں دراصل تین پیشگوئیاں ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت مسیح موعود کی اولاد میں سے خلیفہ ہوگا۔ دوّم یہ کہ اس وقت (حضور کی اولاد کی) تائی صاحبہ جماعت میں شامل ہوں گی۔ تیسرے تائی صاحبہ کی عمر کے متعلق پیشگوئی تھی...... کہ وہ زندہ رہے گی اور آپ کی اولاد سے ایک خلیفہ ہوگا جس کی بیعت میں (وہ) شامل ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مطبوعہ الفضل جلد ۱۵ نمبر ۴۹ مورخہ ۹ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۸)

(نوٹ از مرتب) تائی صاحبہ کا نام حرمت بی بی تھا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی زوجیت میں تھیں۔ آپ نے سنہ ۱۹۱۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (دیکھئے الفضل جلد ۳ نمبر ۴۹ مورخہ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء)

اور یکم دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہوئیں۔

(الفضل جلد ۱۵ نمبر ۴۴ مورخہ ۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء صفحہ ۷ تا ۸)

اور تار آئی سے یہ مراد تھی کہ یہ خبر گویا خدا تعالیٰ آسمانی تار کے ذریعہ دے رہا ہے۔ (ایضاً)

ٹہ غالباً یہ لفظ کتّاسہ ہے جو کاتب کی غلطی سے کتّاب لکھا گیا واللہ اعلم بالصواب جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک شخص کی حالت کا بیان ہے کہ اس کا حال ایک سے کار دھتا کے وقت بعض وقت سے ایسا ہو جاتا ہے گویا کمال ازری ہوتی بکری گ۔ (مرتب)

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

۵۸۹

۲۰ فروری ۱۹۰۷ء "(۱) اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَ اَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ۔ (۲) پسپا شدہ ہجوم۔ (۳) افسوسناک خبر آئی ہے۔

فرمایا۔ اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا مگر یہ انتقالِ ذہن بعد میں پیدا ہوا۔ الہام بھی شاید اس کے متعلق ہو۔

(۴) بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں۔

فرمایا۔ معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳، الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

۲۰ فروری ۱۹۰۷ء "خدا فرماتا ہے کہ میں[2] ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ عام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا۔ چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اُس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء مندرجہ اندرونی ٹائٹل پیچ قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۲۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۸۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۶۷)

---

[1] (ترجمہ) (۱) میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کے ملامت کنندہ کو ملامت کروں گا۔

[2] (الف) "ڈوئی اس پیشگوئی کے بعد اس قدر جلد مر گیا کہ ابھی پندرہ دن ہی اس کی اشاعت پر گزرے تھے کہ ڈوئی کا خاتمہ ہوگیا۔ پس ایک طالب حق کے لئے یہ ایک قطعی دلیل ہے کہ یہ پیشگوئی خاص ڈوئی کے بارے میں تھی کیونکہ اول تو اس پیشگوئی میں یہ لکھا ہے کہ وہ فتح عظیم کا نشان تمام دنیا کے لئے ہوگا اور دوسرے یہ لکھا ہے کہ وہ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ پس اس سے زیادہ عنقریب اور کیا ہوگا کہ اس پیشگوئی کے بعد بدقسمت ڈوئی اپنی زندگی کے بیس دن بھی پورے نہ کر سکا اور خاک میں جا ملا۔ جن پادری صاحبان نے آتھم کے بارہ میں شور مچایا تھا اب ان کو ڈوئی کی موت پر ضرور غور کرنی چاہیئے۔" منہ

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۵ حاشیہ)۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۱۱ حاشیہ)

(ب) "اب ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوگا۔ چونکہ میرا اصل کام کسرِ صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا کیونکہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامیِ صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اُس کو ہلاک کیا۔ ۔ ۔ ۔ پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۱۳)

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۳

۴۹۲

دن سب پر اُداسی چھا جائے گی (۴) قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ وَلَا نُبْقِيْ لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا[1]

(بدر جلد ۱ نمبر ۴۸ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ - الحکم جلد ۹ نمبر ۴۲ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱)

۱۹۰۵ء

فرمایا: میرے ایک چچا صاحب فوت ہوگئے تھے۔ عرصہ ہوا میں نے ایک مرتبہ اُن کو عالمِ رؤیا میں دیکھا اور ان سے اس عالم کے حالات پوچھے کہ کس طرح انسان فوت ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اُس وقت عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ جب انسان کا آخری وقت آتا ہے تو دو فرشتے جو سفید پوش ہوتے ہیں سامنے آتے ہیں اور وہ کہتے آتے ہیں تُوْلابِس، تُوْلابِس۔

(فرمایا: حقیقت میں ایسی حالت میں جب کوئی مفید وجود درمیان سے نکل جاتا ہے یہی لفظ تُوْلابِس موزوں ہوتا ہے)۔

اور پھر وہ قریب آ کر دونوں اُنگلیاں ناک کے آگے رکھ دیتے ہیں۔

اے رُوح! جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے واپس نکل آ۔

فرمایا: طبعی اُمور سے ثابت ہوتا ہے کہ ناک کی راہ سے رُوح داخل ہوتی ہے اسی راہ سے معلوم ہوا نکلتی ہے۔ توریت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نتھنوں کے ذریعہ زندگی کی رُوح پھونکی گئی۔ وہ عالم عجیب اسرار کا عالم ہے جس کو اس زندگی میں انسان پورے طور پر سمجھ بھی نہیں سکتا۔"

(الحکم جلد ۹ نمبر ۴۳ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

۲ دسمبر ۱۹۰۵ء

رؤیا۔" دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مُرغی ہے۔ وہ کچھ بولتی ہے سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا:۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ[2]

اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مُرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں۔ پھر الہام ہوا:۔

اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ[3]

---

[1] (ترجمہ) تیری اجلِ مقدر قریب ہے اور ہم تیرے لئے کوئی رُسوا کرنے والا ذکر باقی نہ چھوڑیں گے۔ (بدر)

[2] فرمایا: ان الہامات پر غور کرکے میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ زمانہ بہت ہی قریب ہے۔ پہلے بھی یہ الہام ہوا تھا۔ اُس وقت اس کے ساتھ ایک رؤیا بھی تھی۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۴۳ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

[2] (ترجمہ) اگر تم مسلمان ہو۔

[3] اللہ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو۔

سبق نمبر ۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۴

۵۶۹

اس جماعت میں سے ایک شخص دم میں دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور پیٹ پھٹ جائے گا اور شعبان کے مہینہ میں وہ فوت ہو گا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳)

۸؍ستمبر ۱۹۰۶ء رؤیا۔ دیکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک کاغذ بھیجا ہے جو پروف کی طرح ہے جو لڑکا لے کر آیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے حاشیہ پر سطر ہے ذرا پڑھ لینا۔ اُس کاغذ کے دائیں طرف کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

دشمن نہایت اضطراب میں ہے

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۱۵؍ستمبر ۱۹۰۶ء "فرمایا۔ گھر میں ایک چوکھٹ کے اندر ایک قطعہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے:۔

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ

ہم نے آج کشفی نگاہ میں دیکھا کہ وہ الفاظ مٹے ہوئے ہیں مگر اس پر لکھا ہے۔ خیر۔"

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

۱۷؍ستمبر ۱۹۰۶ء "(۱)[2] قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ نَازِلٌ مِّنَ السَّمَآءِ مَا يُرْضِيكَ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ۔

(۲) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكَ۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ۔[3]

(۳) بَارَكَ اللّٰهُ فِي إِلْهَامِكَ وَوَحْيِكَ وَرُؤْيَاكَ۔[4]

---

[1] یہ الہام ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء کو ہوا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۵۶۳۔ (مرتب)

[2] (ترجمہ از مرتب) (۱) تیرے رب نے فرمایا ہے کہ تیرے لئے آسمان سے وہ چیز اترنے والی ہے جو تجھے خوش کر دے گی اور ہم تیرے رب کے حکم کے سوا کبھی نازل نہیں ہوتے۔

[3] (ترجمہ) (۲) اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی تیری دعا قبول کی گئی۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرتے ہیں۔

[4] (۳) برکت دی اللہ تعالیٰ نے تیرے الہام میں اور تیری وحی میں اور تیری خوابوں میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبق نمبر:۸

باب:۱، ایمانیات:

تقلید و اجتہاد

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور ساتھ اصول و دستور کے طور پر کچھ کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب کے ساتھ ایک صاحب کتاب کو بھیجا جو اپنی امت کو اس کتاب کا معنیٰ سمجھائے اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب تو نازل کر دی ہو مگر ساتھ کوئی نبی نہ بھیجا ہو سابقہ امتوں میں منصوصات کی پیروی کی جاتی تھی اور ایک کے بعد دوسرا نبی آکر فریضہ قیادت سنبھال لیتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اس لیے امت کو روز روز پیش آنے والے جدید مسائل میں رہنمائی کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے صدقے اس امت کو اجتہاد کی دولت سے نوازا ۔اجتہاد کہتے ہیں اللہ کی دی ہوئی فہم و فراست اور علم اور تقویٰ کی برکت سے مجتہد ان مسائل تک رسائی حاصل کرے جن دقیق اور پیچیدہ مسائل تک عام آدمی کا ذہن نہیں پہنچ سکتا لہٰذا مجتہد ان غیر منصوص اجتہادی مسائل میں قوت اجتہاد سے مسئلہ کا حل نکالے گا اور عوام الناس اس پر عمل کریں گے اسے تقلید کہتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں بھی یہی دو اصول کار فرما ہیں ایجاد اور اعتماد۔ دنیا کا ماہر سائنس دان اور ڈاکٹر نئی مشینری ایجاد کرتا ہے اور عوام اس کی ایجاد کردہ مشینری یا، دوائی میں اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ ایسے ہی دین میں دین کا ماہر

عالم مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور بقیہ عوام اس پر اعتماد کر کے اس کی تقلید کرتے ہیں۔

تقلید: تقلید کہتے ہیں کہ کسی ناواقف عام آدمی کا کسی غیر منصوص اجتہادی مسئلہ میں مجتہد کی بات کو بغیر مطالبہ دلیل کے ماننا صرف اس اعتقاد کی بناء پر کہ یہ جو مسئلہ بھی بتائے گا صحیح بتائے گا۔ یہ تقلید پوری امت میں شروع سے متواتر امت کا معمول رہی ہے۔ نیز واضح رہے کہ تقلید صرف ان مسائل میں ہوتی ہے جو اجتہادی ہوں جن کا سمجھنا عوام کی سمجھ سے باہر ہو، ہاں البتہ وہ مسائل جو منصوص ہیں جیسے نماز پڑھنا، ایمان لانا، حج کرنا، روزے رکھنا، یا جن کا حرام ہونا واضح ہے جیسے چوری، زنا، ڈکیتی وغیرہ ان مسائل میں تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ان میں کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے۔ تقلید کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ کبھی مسئلہ اجمالی طور پر بیان ہوتا ہے مگر اس کی تفصیل مطلوب ہوتی ہے مجتہد ان تمام حالات میں جہاں امت کسی گرداب میں پھنس جائے آکر ان کے لیے راہ عمل متعین کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دین کی خدمت جس طرح مختلف ادوار میں مختلف جماعتیں مختلف طریقوں سے سرانجام دیتی رہی ہیں مثلاً قرآن پاک کو جمع کرنا، کتابی شکل میں لکھنا، تیس پاروں میں اس کو ترتیب دینا اس پر نقطے لگوانا یہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے لیا اسی طرح امت کے پیش آمدہ مسائل کی پیش بندی اور فقہی احکام و اصول کی ترتیب و تدوین کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرات فقہاء کرام سے لیا ہے۔ چار فقہاء کرام امت میں مشہور ہوئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعیؒ، امام مالک بن انس المدنیؒ، امام محمد بن ادریس الشافعیؒ، امام احمد بن محمد بن حنبلؒ۔

ان چاروں اماموں میں بڑے امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں اسی لیے ان کو امام اعظم کہا جاتا ہے۔ ان چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے امت کے فقہی مسائل کو مرتب کیا اور قیامت تک کے لیے امت کا دین پر چلنا آسان کردیا۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے اقوال و احادیث مبارکہ کو جمع کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر محدثین

سے لیا جیسے امام طحاویؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ، اور دیگر ائمہ صحاح ستہ وغیرہ ان حضرات نے احادیث رسول ﷺ کو جمع کیا اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو امت کی طرف سے بہترین جزاء عطاء فرمائے۔ آمین

نیز یہ بات واضح رہے کہ مجتہد معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا یہ منصب صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ مجتہد کا فیصلہ محتمل خطاء ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود مجتہد کو ہر خطاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس کی صراحت ہے کہ اگر مجتہد درست فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ دو اجر عطاء فرماتے ہیں اور اگر اس سے خطاء ہو جائے تو تب بھی اللہ تعالیٰ ایک اجر ضرور عطاء فرماتے ہیں۔ اس لیے ائمہ مجتہدین سے بدگمانی کی وباء جو اس وقت سادہ لوح اہل ایمان کو برباد کر رہی ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

باب:۲، اسلامیات:

آداب لباس

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا ستر چھپانے کے لیے اس کے لباس کا اہتمام و انتظام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے صرف انسان ہی ایسا ہے جو رنگ رنگ کے لباسوں سے اپنا ستر چھپاتا ہے ورنہ بقیہ مخلوقات کی جسمانی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ لباس سے بے نیاز ہیں اور وہ احکام شرع کے مکلف بھی نہیں ہیں اس لیے اسلام نے جس باحیاء معاشرہ کی داغ بیل ڈالی ہے اس میں لباس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ فرض لباس یہ ہے کہ مرد کا ستر گھٹنے سے لے کر ناف تک کا حصہ ڈھانپنا ہے اس کے بغیر نماز وغیرہ بھی اداء نہیں ہو گی اور اس حصے کا کسی مرد و عورت کے سامنے ننگا کرنا بھی حرام ہے۔ اِلّا یہ کہ اپنی بیوی ہو ان کے سامنے کھولا جا سکتا ہے۔اسی طرح مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا مشابہ لباس پہننے پر شریعت نے پابندی لگائی ہے اور ایسی عورتوں

پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنیں جیسے پینٹ شرٹ وغیرہ مگر اس زمانے میں روشن خیالی کی تاریکی نے یکسر کایاپلٹ دی ہے اور مرد وزن کی تمیز ختم کردی ہے اور معاشرتی بے حیائی اپنے نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے۔ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا اذا لم تستحی فاصنع ماشئت اگر تو حیاء نہ کرے تو پھر جو مرضی کر۔ یعنی بے حیاء آدمی جو مرضی کرے اسے روکنے والی کوئی چیز نہیں رہتی حتٰی کہ وہ عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔ لباس کی چند شرائط ہیں جن کا لحاظ کرنے سے آدمی گناہ سے بچ کر نیکی کا مستحق بن جاتا ہے۔ لباس تو ویسے ہی پہننا ہے اور یہ فطرت انسانی میں شامل ہے یہ اور بات ہے کہ یورپ والوں کی طرح کسی کی فطرت ہی مسخ ہو جائے اور وہ جانوروں کی طرح ننگا گھومنا شروع کردے۔

۱: لباس میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ کسی غیر قوم کے مشابہ نہ ہو جیسے یہود و نصارٰی یا ہنود وغیرہ ان کے یا کسی اور قوم کے مشابہ لباس پہننا حرام ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ لیس منا من تشبہ بغیرنا (سنن ترمذی، رقم ۲۶۹۵)، وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کی۔

۲: لباس اتنا تنگ نہ ہو کہ جس سے مرد وزن کے ستر کا حجم واضح ہو رہا ہو اور اس ساخت نمایاں ہو جس طرح آج کل کی پینٹ شرٹس ہیں ... ں کی طرح جسم سے چپکی ہوئی۔

۳: لباس اتنا باریک نہ ہو کہ جسم کی جلد نظر آئے اور رنگت نمایاں ہو رہی ہو۔

مردوں کو اپنے علاقے کے اہل حق علماء اور صلحاء والا لباس اختیار کرنا چاہیے تاکہ قیامت کو انہی لوگوں کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

اور مردوں کو اپنا سر ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانپ کر رکھنا چاہیے اس لیے کہ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ ہے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ: "کان (النبی ﷺ) یکثر القناع (الجامع الصغیر للسیوطی ج۲، ص ۳۹۰)، فتح الباری ج۳ ص۴۶۳، فیض القدیر للمناوی ج۲، ص۸۷، کنزالعمال ج۳۸، ص۲۲۶)" آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سر مبارک کو اکثر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ اس

لیے نماز اور نماز کے علاوہ سر کو ڈھانپ کر رکھنا ہی سنت ہے۔

نیز جسمانی صفائی ستھرائی پر مومن کو خصوصی توجہ دینی چاہیے حدیث مبارکہ میں صفائی کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ ہر جمعرات کو ناخن تراشنا، بغلوں کے بالوں اور دیگر ناپاک بالوں کو صاف کرنا، اچھی خوشبو کا استعمال کرنا، یہ سب چیزیں ایک مومن کی پاکیزگی کے لیے ضروری ہیں اس لئے تو صاف لباس اور اچھی خوشبو کے استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"مَنْ نَظَّفَ ثَوْبَهُ قَلَّ هَمُّهُ وَمَنْ طَابَ رِيْحُهُ زَادَ عَقْلُهُ" (احیاء علوم الدین للعراقی ج ۱، ص ۳۵۲، شرح کتاب غایۃ البیان ج ۱، ص ۱۵۴ ... مریبی ... ج ۳، ص ۲۸۱) یعنی جس کا لباس صاف ستھرا ہو گا اسکے غم کم ہونگے اور جس کی خوشبو اچھی ہو گی اسکی عقل زیادہ ہو گی۔

اسی طرح عورتوں کو بھی وہ لباس اختیار کرنا چاہیے جو ڈھیلا ڈھالا ہو کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسانیت جتنی خوشحال ہوتی جارہی ہے اتنی ہی ننگی ہوتی جارہی ہے عورت کو ایسا لباس پہننا حرام ہے جو لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرے جس سے جسمانی ساخت نمایاں ہو اور ایسا باریک جس سے جسم کی رنگت جھلک رہی ہو آپ ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی نظر آئیں ان کے بارے میں فرمایا کہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتیں (صحیح مسلم رقم ۲۱۲۸، مسند ابی یعلی موصلی رقم ۶۶۹۰) اسی طرح عورت کا برقع بھی اس نوعیت کا ہونا چاہیے کہ اس سے تشہیر کی بجائے ستر کا کام لیا جاسکے۔

بچوں کا لباس: آج کل ہم میڈیا سے اس حد تک متاثر ہیں کہ بچوں کو وہ لباس پہناتے ہیں جس میں ستر کی بنسبت نمود و نمائش زیادہ ہو اگرچہ بچہ احکام شرع کا مکلف نہیں ہے مگر بے ہودہ لباس پہن کر اس کے لاشعور سے ننگے ہونے کی قباحت ختم ہو جاتی ہے اور بڑا ہو کر بھی اسے دوسروں کے سامنے کپڑے اتارتے ہوئے شرم و حیاء نہیں ہوتی اس لیے بچوں کو بچپن سے ہی مکمل شرعی لباس کا عادی بنانا چاہیے تاکہ بڑے ہو کر وہ لباس ان کے دل و دماغ

میں راسخ ہو چکا ہو۔

باب:۳۰، اخلاقیات:

خوف ورجاء

خوف کہتے ہیں کسی آنے والی تکلیف کے اندیشہ سے دل اور جسم پر پیش آمدہ تکلیف کا سوچ کر لرزہ طاری ہو جائے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ، عدل، قہار، جبار کی معرفت پیدا ہو گی اور اسے اس بات کا ڈر پیدا ہو گا کہ میں نافرمانی کروں گا میرا رب مجھے پکڑ لے گا ایسا خوف جو آدمی کو خدا کی نافرمانی سے بچائے وہ قابل تعریف ہے اور شریعت کا مطلوب ہے۔

پس اگر انسان چاہے کہ میرے اندر اللہ کا خوف پیدا ہو جائے اور میں خدا کی نافرمانی سے بچ جاؤں تو اسے چاہیے کہ اپنے رب کی بے نیازی پر غور کرے، سابقہ اقوام کی حالت پر غور کرے، جو خدا کی نافرمانی اور سرکشی کے باعث عذاب کا شکار ہوئیں۔ اگر خدا ان لوگوں کو تباہ وبرباد کر سکتا ہے تو میرے گناہوں کی وجہ سے مجھے بھی تباہ کر سکتا ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ جنت میں جانے والی مخلوق اور جہنم میں جانے والے بدقسمت ازل سے طے ہو چکے ہیں، اب معلوم نہیں کہ میرا شمار کن لوگوں میں ہے اس لیے بے خوفی اور نڈر پن کی زندگی گزارنے کی بجائے خدا کا خوف اپنے اوپر غالب رکھنا چاہیے اور ہر حال میں خداوند قدوس کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم پکڑنا چاہیے۔ اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات پر غور کر کے ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہے جو باوجودیکہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے تھر تھر کانپتے رہتے تھے۔ کسی اللہ والے نے کیا خوب کہا ہے کہ: "خدا کا خوف بقدر علم ہوتا ہے اور بے خوفی بقدر جہالت "یعنی جو جتنا زیادہ جاہل ہو گا اتنا

ہی خدا سے بے خوف ہو گا اور جتنا بڑا عالم ہو گا اتنا ہی خوف خدا سے کانپ رہا ہو گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک پرندے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے کاش میں تجھ جیسا پرندہ ہی ہوتا کہ احکام خداوندی کا مکلف نہ ہوتا۔

خوف کی مقدار: خوف حقیقت میں سرزنش اور تنبیہ ہے جو انسان کو سعادت ابدی کی طرف متوجہ کرتا ہے لیکن ہر چیز اعتدال میں رہے تو ٹھیک ہوتی ہے۔ خوف کی بھی کوئی حد ہے۔ یعنی خوف اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ جو بندے کو اس کے رب سے مایوس کر دے، ایسا خوف جو خدا سے نا امید کر دے وہ شرعاً مذموم ہے۔

رجاء

خوف کے مقابل جو چیز ہے وہ رجاء ہے یعنی امید، اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا۔ ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ اپنے رب سے اچھی امید رکھے کیونکہ بندہ اپنے رب سے جیسی امید رکھے گا اللہ تعالیٰ کا اس سے ویسا ہی معاملہ ہو گا۔ خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کو ایمان کہتے ہیں، حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اگر قیامت کو فرمان جاری ہوا کہ جنت میں صرف ایک آدمی جائے گا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ اور اگر یہ فرمان جاری ہوا کہ جہنم میں ایک آدمی جائے گا تو مجھے اللہ سے ڈر ہے کہ کہیں وہ میں ہی نہ ہوں۔

اس لیے علماء صوفیاء یہی فرماتے ہیں کہ جوانی میں انسان کو اپنے اوپر خوف غالب رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ جوانی میں انسان پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے جو اسے گناہ اور خدا کی نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے۔ اور بڑھاپے میں شہوت ختم ہو چکی ہوتی ہے ایسی حالت میں خوف انسان کو نا امید کر دیتا ہے۔ تو جو چند نیک اعمال آدمی کر رہا ہوتا ہے خوف کی زیادتی کی وجہ سے وہ بھی چھوٹ جاتے ہیں، لہٰذا آخری عمر میں خدا سے اچھی امید رکھنی چاہیے، اور توبہ استغفار کے ساتھ ساتھ خدا کی محبت اور رحمت کو یاد کر کے اللہ سے ملنے کی تمنا رکھنی چاہیے اس لیے کہ اللہ اس شخص سے ملنا پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے۔ اور اس شخص سے

ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں جو خدا سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۸] سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شروع شروع میں اسلام لانے والے سابقین میں سے ہیں آپ کے والد کا نام مالک بن وہیب ہے کلاب بن مرہ پر جا کر ان کا شجرہ نسب آپ ﷺ سے مل جاتا ہے، شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الزہری۔

جس سال رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اسی سال سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت آپؓ کی عمر سترہ برس تھی آپؓ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ تہہ در تہہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں کہ اچانک ایک چمکتا ہوا چاند نمودار ہوا میں اس کی طرف چل پڑا دیکھا تو میرے آگے زید بن حارثہؓ، علی بن ابی طالبؓ اور ابو بکر صدیقؓ ہیں پس میں صبح بیدار ہوا تو تلاش کے بعد پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ خفیہ طور پر دین کی دعوت دے رہے ہیں میں سمجھ گیا کہ میرا رب میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے میں فوراً رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں چل پڑا اور آپ ﷺ کو جیاد کی کھائی میں پایا آپ ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تھے چنانچہ میں مسلمان ہو گیا۔ جب سیدنا حضرت سعدؓ کے قبول اسلام کی خبر ان کی والدہ تک پہنچی تو شدید غضبناک ہو گئی اور باپ دادا کا دین چھوڑنے پر ملامت کی اور کہا کہ اگر تو نے یہ نیا دین نہ چھوڑا تو میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی حتیٰ کہ اسی بھوک کی حالت میں مر جاؤں گی حضرت سعدؓ نے کہا کہ امی جان اگرچہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کی

کوئی حیثیت نہیں ہے اگر آپ میں ہزار جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے نکل جائیں تو میں تب بھی دین اسلام نہیں چھوڑ سکتا جب ماں نے دیکھا کہ بیٹا اپنے فیصلے میں اٹل ہے تو اس نے بھوک ہڑتال کا ارادہ ختم کر دیا۔ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی عمر کی ستر بہاریں دیکھنے کے بعد ۵۵ھ میں مدینہ کے قریب مقام عتیق میں فوت ہوئے لوگ جنازہ اٹھا کر مدینہ منورہ لائے مروان بن حکم نے جو اس وقت گورنر مدینہ تھے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

دینی خدمات اور اعزازات:

- عشرہ مبشرہ میں ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
- آپؓ سابقین اسلام میں سے ہیں۔
- آپ ﷺ کی پہرہ داری کا شرف حاصل ہے۔
- آپؓ عراق و مدائن کے فاتح ہیں۔
- سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اور سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے آپؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔
- آپؓ بہت بڑے مستجاب الدعوات تھے۔
- اسلام میں سب سے پہلے تیر انداز آپؓ تھے۔
- آپؓ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔
- جن دو افراد کے لیے آپ ﷺ نے اپنے والدین کو جمع کیا اور یوں فرمایا: ”فداک ابی و امی“ ان میں سے ایک آپؓ ہیں۔
- اسلام قبول کرنے والوں میں تیسرا یا ساتواں نمبر ہے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء شاہ بخاریؒ

فن خطابت کا شہسوار اور جراءت و استقامت کا کوہِ گراں جس کا نام اور شجاعت مترادف الفاظ محسوس ہوتے ہیں دنیا اسے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کہتی ہے۔ یہی ہے وہ امت مسلمہ کا قابل فخر سپوت جس پر پوری امت کو ناز کرنے کا حق ہے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۱۴/ ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۱ء کو پٹنہ میں پیدا ہوئے ننھیال نے آپؒ کا نام شرف الدینؒ رکھا جو کہ بعد میں غیر معروف ہو گیا آپؒ کے والد ماجد محترم جناب ضیاء الدین احمدؒ نے بسلسلہ تبلیغ پٹنہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ورنہ اصل میں حضرتؒ کا آبائی وطن موضع ناگڑیاں ضلع گجرات تھا آپؒ کا سلسلہ نسب چھتیس پشت پر جا کر سیدنا حضرت حسنؓ سے مل جاتا ہے ابھی حضرت شاہ جیؒ تین یا چار سال کے تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چند ماہ بعد ہی والدہ محترمہ بھی چل بسیں آپؒ کے نانا اور نانی نے آپؒ کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائی ابتداء کی کتب اپنے نانا جیؒ سے پڑھیں اور اردو کی تعلیم اپنی نانی سے حاصل کی پھر کچھ عرصہ بعد یہ سائبان بھی چھن گیا تو آپؒ امرتسر تشریف لے گئے مزدوری کرنے لگے الحاج مولانا نور محمدؒ سے ملاقات ہوئی ان سے تفسیر قرآن کا علم حاصل کیا مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور مفتی محمد حسنؒ سے علم حدیث حاصل کیا فکر معاش کے باعث پوری دلجمعی سے تعلیم نہ حاصل کر سکے مگر جتنا علم حاصل کیا اس پر عمل کر کے اسے ایسا دوام بخشا کہ دنیا صبح قیامت تک امیر شریعت کے نام سے یاد کرے گی۔ جب امرتسر میں سانحہ جلیانوالہ باغ پیش آیا تو حضرت اپنے غیض و غضب کو نہ چھپا سکے انگریزی استعمار سے دشمنی اور خدا کے باغیوں سے بغاوت تو گھٹی میں ملی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے خطابت کا ملکہ بھی ایسا دیا تھا کہ پتھر موم اور موم سنگ ہو جاتے تھے۔ آپؒ کی احتجاجی خطابت غلام سرزمین پر اذان آزادی تھی ملک کے شرق و غرب میں آپؒ کا طوطی بولنے لگا انگریزی ایوان شاہ جی کی قلندرانہ گھن گرج سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ۱۹۱۸ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے ایک مشترکہ جلسہ میں آپؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ پھر

مجموعی طور پر آپؒ ۱۸ سال جیل میں رہے اور باقی زندگی ریل میں دوران سفر کٹ گئی۔ مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھنے والوں میںؒ شامل تھے، پھر ملک کے طول و عرض میں ایک زبردست مذہبی اور سیاسی قوت بن کر احرار اسلام میدان میں آئی۔ احرار کے احباب کا بے داغ ماضی اور پاکیزہ طرز زندگی قابل تقلید تھا سیاست میں دنیا ان پر اعتماد کرتی تھی۔ احرار نے فتنہ مرزائیت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ہمیشہ اپنے آپ کو وقف کیے رکھا حضرت شاہ صاحبؒ آزادی وطن سے پہلے تو انگریز اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام قادیانی کا تعاقب کرتے رہے جب انگریز سے ہندوستان کو خالی کروالیا تو حضرتؒ نے اپنی تمام تر توجہ فتنہ قادیانیت کے احتساب میں وقف کر دی بعض علماء کرام اخلاص سے پاکستان بننے کے حامی نہ تھے اور ان کے کچھ تحفظات تھے کہ ہم ایک علیحدہ وطن بنا رہے ہیں انگریز سے آزادی حاصل کر کے مگر یہ کیسا آزاد وطن ہے جس کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ ہے جو قادیانی اور انگریز کا ٹاوٹ ہے جس میں اونے پونے مرزائیوں کو زمین الاٹ کی جارہی ہے اور ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے مگر اسلام اس میں محفوظ نہیں۔ حضرتؒ زمانہ ساز انسان تھے بعد میں وقت نے ان کے خدشات کو سچ کر دکھایا کہ وہ لوگ بارگاہ الست کے دوربین تھے جو دیکھتے تھے حق سچ، وہی کہتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی احرار جب پورے ملک میں ایک سیاسی قوت بن چکی تھی اور قریب تھا کہ احرار برسر اقتدار آجاتی احرار نے سیاست سے علیحدگی کا اعلان کر دیا لوگوں نے پھبتیاں اڑائیں کہ "ناداں گر گئے سجدہ میں جب وقت قیام آیا" مگر ان حضرات کی فہم بصیرت پر قربان جائیں، جنہوں نے مرزائیت کے تعاقب میں ملکی اقتدار کو چھوڑ دیا اس لیے کہ اقتدار میں آکر اگر مرزائیت کے کفر کا فیصلہ کیا تو مرزائیت پوری دنیا کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے گی کہ ہمیں حزب اختلاف ہونے کی وجہ سے انتقام کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور اگر احرار الیکشن ہار جاتی اور پھر مرزائیت کے خلاف آواز اٹھاتی تو لوگ کہتے شکست کھانے

کے بعد سیاسی انتقام کا بدلہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر چکا رہے ہیں اور حضرت شاہ صاحبؒ اپنی مقدس اور مخلص تحریک کو بدنیتی کے الزام کا شکار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پس سیاست سے کنارہ کش ہو کر خالصتاً مرزائیت کا تعاقب کیا اور منزل سے ہمکنار ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بھرپور تحریکی زندگی گزار کر اگست ۱۹۶۱ء میں خالق حقیقی سے ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

باب:۶، اذکار مسنونہ:

سوار ہوتے وقت کی دعا: "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" {پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا ورنہ ہم اس پر قابو پانے والے نہ تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔}

سفر سے واپسی کی دعا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ" {اللہ کے سواء کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کی بادشاہت ہے اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم واپس آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی لشکروں کو شکست دی۔}

باب:۷، لوح مرزا:

مرزائیت اور انگریز

برطانوی خوانچہ فروش جب آہستہ آہستہ اپنے ناپاک منصوبوں کے ساتھ برصغیر پاک و ہند پر غالب آگئے تو اپنے غلبے کو برقرار رکھنے کے لیے انہوں نے بہت سے اقدامات کیے۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" والے اصول کے تحت یہاں کی آبادی کو فرقہ واریت کی

آگ میں دھکیلا سندھی پنجابی پٹھان وغیرہ کی قومی تقسیم جو اللہ کی مشیت کے مطابق محض آپس کی پہچان کے لیے تھی اسے باہم قتل و قتال کا ذریعہ بنا دیا اور مذہبی منافرت پیدا کرنے کے لیے مذہبی آزادی دے کر ہر کس و ناکس کو دین میں رائے زنی کرنا سکھلائی۔ نتیجہ وہی نکلا جو انگریز کا مطلوب تھا امت واحدہ فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ گئی۔

عوام الناس پر قبضہ بر قرار رکھنے کے لیے جاگیر داروں، نوابوں اور وڈیروں کی ایک فوج تیار کی اور ہندوستان کی زمین بندر بانٹ کرتے ہوئے ساری زمین اپنے ٹاوٹوں میں بانٹ دی اس لیے کہ یہ زمین کون سا وہ برطانیہ سے ساتھ لائے تھے یہیں کی زمین اور یہیں کے لوگ بس مفادات برطانیہ کے تھے اور مذہبی طبقے میں منافرت کو بڑھاوا دینے کے لیے جہاں اور حربے استعمال کیے وہیں ایک جعلی نبوت کی داغ بیل بھی ڈالی اور کوڑیوں کے بھاؤ منصب نبوت کو بانٹنا شروع کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی جو پشت ہا پشت سے ایک کاسہ لیس اور حکومتوں کے خوشامدی خاندان کا فرد تھا اسے نبوت پر بٹھا دیا اس ٹاوٹ کو برطانوی استعمار کی جانب سے عطاء کی جانے والی نبوت کا اصل مقصد انگریز کے حامی پیدا کرنا اور اس کی مخالفت کو ختم کرنا تھا۔ آیئے اس انگریزی نبی کی سیاسی نبوت کے شرعی عقائد و مسائل جن سے انگریز کی غلامی نمایاں ہے ملاحظہ کریں۔

۱: فرض منصبی: "ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔"

(ازالۃ الاوہام ص ۱۳۲، مندرجہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۶۶، عکسی حوالہ نمبر ۱)

۲: اسلام کو زندگی انگریزوں سے ملی: "ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی تم چاہو دل میں مجھے کچھ کہو گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح کافر کا فتویٰ لکھو مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دل میں بغاوت کے خیالات رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سکے سخت بد ذاتی اور خدا

تعالیٰ کا گناہ ہے۔" (تریاق القلوب ص۱۲۸، مندرجہ روحانی خزائن ج۱۵ص۱۵۶، عکسی حوالہ نمبر۲)

۳: جاہل نالائق اور نادان مسلمان: "ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعاء کرنی چاہیے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو کیوں کہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر ہم گورنمنٹ کے بھی ناشکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پاسکتے ہرگز نہیں پاسکتے۔"

(ازالۃ الاوہام ص۵۱۰، مندرجہ روحانی خزائن ج۳ص۳۷۳، عکسی حوالہ نمبر۳)

۴: ملکہ وکٹوریہ کے زیر سایہ: "اعلموا ایہا الاخوان اننا قد نجونا من ایدی الظالمین فی ظل دولۃ ہذہ المملکۃ ----- التی نصرنا فی حکومتہا کنضارۃ الارض من ایام التہتان" {اے بھائیو: جانو کہ ہم نے ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کے سائے میں ظالموں کے ہاتھوں نجات پائی ہے ہم اس حکومت کے سایہ میں اس طرح سرسبز ہوتے ہیں جیسے زمین موسم بہار میں سرسبز ہوتی ہے۔} (آئینہ کمالات اسلام ص۵۱۷، روحانی خزائن ج۵ص۵۱۷، عکسی حوالہ نمبر۴)

۵: انگریزی نبی کی انگریزی سیکیورٹی: "ولو لا ہیبۃ سیف سلہ عدل سلطنۃ البرطانیۃ لحث الناس علی سفک دمی" {اور اس تلوار کی ہیبت نہ ہوتی جو سلطنت برطانیہ نے سونت رکھی ہے تو لوگ میرا خون کر دیتے۔}

(آئینہ کمالات اسلام ص۱۵، مندرجہ روحانی خزائن ج۵ص۱۸، عکسی حوالہ نمبر۵)

۶: جماعتی اصول انگریز کی خیر خواہی: "جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۱۴، عکسی حوالہ نمبر ۶)

۷ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے انگریزی اقتدار پر امن: "میں جانتا ہوں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے جو امن اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں۔"

(تریاق القلوب روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۶، عکسی حوالہ نمبر ۷)

۸: مکہ مدینہ والے درندے ہیں (معاذاللہ): "اس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیر سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمت تبلیغ پوری کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی رو سے آپ کے رہنے کے لیے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکہ میں، مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں لیکن اگر میں جاوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لیے بطور درندوں کے ہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۹۴، عکسی حوالہ نمبر ۸)

۹: خاندانی ٹاوٹ: "اولم یفکر اننا ذریۃ آباو انفدو اعمارہم فی خدمات ہذہ الدولۃ اقسینت ہذہ الدولۃ مساعیہم بہذہ السرعۃ"

{کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ہم انہی لوگوں کی ذریت ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اس سلطنت برطانیہ کی خدمت میں فنا کر دیں کیا ہماری خدمات کو حکومت برطانیہ نے اتنی جلدی بھلا دیا۔} (مکتوب احمد روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۳، عکسی حوالہ نمبر ۹)

۱۰: اسلام کے دو حصے ہیں: "سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔" (شہادت القرآن، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۸۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۱

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اُترنے کے لئے جو زمانہ انجیل میں بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ وہ حضرت نوح کے زمانہ کی طرح امن اور آرام کا زمانہ ہوگا درحقیقت اسی مضمون پر سورۃ الزلزال جس کی تفسیر ابھی کی گئی ہے دلالت التزامی کے طور پر شہادت دے رہی ہے کیونکہ علوم وفنون کے پھیلنے اور انسانی عقول کی ترقیات کا زمانہ درحقیقت ایسا ہی چاہیے جس میں غایت درجہ کا امن و آرام ہو کیونکہ لڑائیوں اور فسادوں اور خوف جان اور خلاف امن زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں کہ لوگ عقلی و عملی امور میں ترقیات کر سکیں یہ باتیں تو کامل طور پر تبھی سوجھتی ہیں کہ جب کامل طور پر امن حاصل ہو۔

ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت

ہم لوگ ایسے ذلیل وخوار تھے کہ ایک گائے کا بچہ جو دو یا ڈیڑھ روپیہ کو آسکتا ہے صدہا درجہ زیادہ ہماری نسبت بنظر عزت دیکھا جاتا تھا اور اس جانور کو ایک ادنیٰ خراش پہنچانے کی وجہ سے انسان کا خون کرنا مباح سمجھا گیا تھا صدہا آدمی ذکر دے گئے صرف اس شک سے قتل کئے جاتے تھے کہ انہوں نے اس جانور کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی جاہل ریاست کہ جو حیوان کے قتل کے عوض انسان کو قتل کر ڈالنا اپنا فرض سمجھتی تھی اس لائق نہیں تھی کہ خدائے تعالیٰ بہت مدت تک اس کو مہلت دیتا اس لئے خدائے تعالیٰ نے اس خبیث کی صورت کو مسلمانوں کے سر پر سے بہت جلد اٹھالیا اور ابر رحمت کی طرح ہمارے لئے انگریزی سلطنت کو دور سے لایا اور وہ تنگی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آکر ہم سب بھول گئے۔ اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گذار رہیں۔ انگریزی سلطنت میں تین گاؤں تعلقہ داری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدی والد صاحب مرحوم کو ملے جو اب تک ہیں اور حراث کے لفظ کے مصداق کے لئے کافی ہیں۔ والد صاحب مرحوم اس ملک کے ممیز زمینداروں میں شمار کئے گئے تھے گورنری دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ اور

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۲

جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا۔ اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں۔ پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن ہوں۔ اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں ان کو سخت نادان بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے۔ تم چاہو دل میں مجھے کچھ کہو۔ گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح مجھ کو کفر کا فتویٰ لکھو مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دل میں بغاوت کے خیالات رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سکے سخت بدذاتی اور خدا تعالیٰ کا گناہ ہے۔ بہتیرے ایسے مسلمان ہیں جن کے دل بھی صاف نہیں ہوں گے۔ جب تک ان کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ خونی مہدی اور خونی مسیح کی حدیثیں تمام افسانہ اور کہانیاں ہیں۔

اے مسلمانو اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر سچی ہمدردی۔ کیا اس معقولیت کے زمانہ میں دین کے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں۔ کیا جبر کرنا اور زور اور تعدی سے اپنے دین میں داخل کرنا اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ دین خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ خدا سے ڈرو اور یہ بیہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ کہ اس نے جہاد کا مسئلہ سکھایا ہے اور زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنا اس کی تعلیم ہے۔ معاذ اللہ ہرگز

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۳

ازالہ اوہام حصہ دوم

۳۷۳

روحانی خزائن جلد ۳

دجال اُسی دجّال کے رنگ میں ہوکر قوت کے ساتھ خروج کر رہا ہے اور گویا مثالی اور ظلّی وجود کے ساتھ وہی ہے اور جیسا کہ وہ اوّل زمانہ میں گرجا میں جکڑا ہوا نظر آیا تھا اب وہ اس بند سے مخلصی پاکر عیسائیوں کے گرجا سے ہی نکلا ہے اور دنیا میں ایک آفت برپا کر رہا ہے۔

ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہوسکیں اور اُن کی حالت میں ضعف رہا لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ جیسا کہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ[1] یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدائے تعالیٰ چاہے گا فتح دے گا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور رُوس ہیں اس لئے ہر یک سعادتمند مسلمان کو دعا کرنی چاہئے کہ اُس وقت انگریزوں کی فتح ہو۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں۔ اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے۔ جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر ہم خدائے تعالیٰ کے بھی ناشکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے۔ ہرگز نہیں پا سکتے۔ ﴿۵۰۹﴾

ایسا ہی دابۃ الارض یعنی وہ علماء و واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتدا سے چلے آتے ہیں لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ان کی حد سے زیادہ کثرت ہو گی اور اُن کے خروج سے مراد وہی اُن کی کثرت ہے۔ ﴿۵۱۰﴾

اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسی ان چیزوں کے بارے میں جو آسمانی قوت

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۴

﴿۵۱۷﴾

ذکر الدولة البرطانية و قيصرة الهند

جزاها الله عنا خير الجزاء

اعلموا أيها الإخوان أنا قد نجونا من أيدى الظالمين فى ظل دولة هذه الملكة التى نمقت اسمها فى العنوان. التى نضرنا فى حكومتها كنضارة الأرض فى أيام النيسان. هى أعز من الزّبّاء بملكها و ملكوتها اللهم بارك لنا وجودها و جودها واحفظ ملكها من مكائد الروس و مما يصنعون. قد رأينا منها الاحسان الكبير والعيش النضير فإن فرطنا فى جنبها فقد فرطنا فى جنب الله

ترجمہ

ذکر دولت عظیمہ برطانیہ و قیصرہ ہند

جزاہا اللہ عنا خیر الجزاء

برادران پوشیدہ نماند کہ ما در عہد سعادت مہد و ظل ممدود این ملکہ معظمہ کہ لقب مبارکش را زیب عنوان ساختیم از پنجۂ آہنین ستمگاران تیرہ درون رستگار شدیم۔ بخت ما درین زمان برکت توامان بمثابۂ فرخندگی و بہروزی دریافتہ کہ روے زمین

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۵

(۴۱) علیّ. و أرسل لي المطار العالم رياحًا تحشر الناس الينا كأنه فوج نوريّ

يقود القلوب الى الدين المتين

اَوْعَبْقَرِیٌّ بھیروی نُوْرُالدِّیْن

یعنی اخویم مولوی حکیم نور دین بھیروی کہ ہمدردی اسلام بر ایشان غالب ست

ازین وجہ بانتشار نورانیت سماوی مشابہت دارند و ہذا فضل اللہ

لهذا رحمة ربي و حقّ صُراخ ما يَّطله بطالوى و غيره وان تجمع نفسه من

یعنی بٹالوی

حسرات و يطير من القالب طيره و والله ان البطالوى ما قصر في مكائده

یعنی بٹالوی

بل ضمّ بطالته يفحش لسانه و حصائده.

ولولا هيبة سيفٍ مَثله عدل سلطنة البرطانية

لحث الناس على سفك دمي و جلب رَجله

و خيله لحسمي و حطمي ولكن منعه من هذا

رعب هذه الدّولة و لمعان تلك الطاقة

فنشكر اللّه كل الشكر على ما آمنّا من

كلِّ خوفٍ تحت ظلّ هذه الدّولة البرطانية

المباركة للضعفاءِ و كهف اللّه لِلْفقراءِ

Published 1893

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۶

لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان نصیحتوں پر کاربند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے☆۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔

﴿۱۴﴾

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے

☆ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں۔ جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ منہ

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۷

روحانی خزائن جلد ۱۵ ۱۵۶ تریاق القلوب

جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا۔ اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں۔ پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن بنوں۔ اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں ان کو سخت نادان بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے۔ تم چاہو دل میں مجھے کچھ کہو۔ گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح مجھ پر کفر کا فتویٰ لکھو مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دل میں بغاوت کے خیالات رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سخت بدذاتی اور خدا تعالیٰ کا گناہ ہے۔ بہتیرے ایسے مسلمان ہیں جن کے دل کبھی صاف نہیں ہوں گے۔ جب تک اُن کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ خونی مہدی اور خونی مسیح کی حدیثیں تمام افسانہ اور کہانیاں ہیں۔

اے مسلمانو اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر یہی ہمدردی۔ کیا اس معقولیت کے زمانہ میں دین کے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں۔ کیا جبر کرنا اور زور اور تعدی سے اپنے دین میں داخل کرنا اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ دین خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ خدا سے ڈرو اور یہ بیہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ کہ اس نے جہاد کا مسئلہ سکھایا ہے اور زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنا اس کی تعلیم ہے۔ معاذ اللہ ہرگز

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۸

میں درج کرا کر گورنمنٹ انگریزی کو اکساتے اور میرے پر بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن شرارتوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ ان شرارتوں میں آپ ہمیشہ نامراد رہیں گے۔ کوئی امر زمین پر نہیں ہو سکتا جب تک آسمان پر قرار نہ پاوے۔

اور اس گورنمنٹ محسن کی نسبت میرے دل میں کوئی بد ارادہ نہیں ہے۔ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا۔ قدیم سے میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں بار بار یہی شائع کیا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیر سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمت تبلیغ پوری کرتے ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ کابری اسباب کی رو سے آپ کے رہنے کے لئے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں۔ لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لئے بطور درندوں کے ہیں۔ الّا ما شاء اللّٰہ۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا میرے پر احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دلآزاری نہیں اور اپنی رعایا کو امن دیتی ہے مگر باوجود اس کے میں صرف ایک ہی ذات پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کے پوشیدہ تصرفات میں سے جانتا ہوں کہ اس نے اس گورنمنٹ کو میری نسبت مہربان بنا رکھا ہے اور کسی شریر مخبر کی پیش چلنے نہیں دی اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو میں اس دنیا سے گذر جاؤں۔ میں اپنے اس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہوں گا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ فالحمد للّٰہ اوّلا و اٰخرًا و ظاهرًا و باطنًا هو ولیّ فی الدّنیا والاٰخرة وهو نعم المولٰی و نعم النّصیر۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی علم

(۱۲۰)

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۹

(۲)

قابل توجہ گورنمنٹ ہند

انا قرأنا فی جریدة سِول ملتری انه یشکوننا فی حضرة الدولة البرطانیة. ویظن کلنا اعداء هذه الدولة المبارکة. وینبه الدولة علی سوء نیاتنا ویرغبها فی بحثها علی ان تضیق علینا الحریّة التی شملت طوائف الاقوام علی اختلاف مذاهبهم. ولذّتی مشاربهم. وهذه هی الشیء الذی یمتنی به علی الدولة بخصوصیتها وحریتها علی دُول اخری اعنی انّها اعطت نسبة المساوات کل منتحب فی نشر القانون. وما خصّ احدًا لیکون محل الظنون. وهذا امر لا نری نظیره فی زمن الاولین.

ولقد کتبنا غیر مرة انا نحن من خدام مصالح الدولة. ومن خادمیه من کمال الصدق والامانة وملأت قلوبنا شکرًا. وصدورنا اخلاصا. بما رأینا منها من انواع الاحسان. والمنة والامتنان. وانا لسنا من قوم یعصون ولی النعمة. ویخفون فی قلوبهم امور الغش والخیانة. ویجهرون الملق من خبث القریحة. بل نحن بفضل الله نشکر الدولة علی منتها. وندعوا الله ان ینجینا بها من شر الدنیا وفتنتها. ولقد نجونا بها من البلایا والمحن. وانواع الخسران والفتن. ونعیش بالامن والعافیة تحت ظلها الظلیل. وحفظنا من آلات الاشرار بحمد له الدمیل. انها اثارت سبلنا وسددت خللنا. وانا نری فی لیالیها آمنا ما رأینا فی نهارٍ قبل هذه الدولة. فما جزاء هذا الاحسان الا الشکر بخلوص النیة. و شکرهم شیٔ قد ملأنه روحنا. وجناننا وضمیرنا ولساننا. ولسنا کالذی نعم المنعمین. ولنا علی هذا الدعوی براهین ساطعة. ودلائل قاطعة. وهی انا لا نثنی علی الدولة من هذا الیوم فقط بل فی هذا نفدت اعمارنا. وذابت عظامنا. وعلیه توفت کبارنا. وکانوا عند الدولة من المکرمین وطالما فعنا للحمایة بخلوص القلب والمهجة واشعنا الکتب فی حمایة اغراض الدولة الی بلاد الشام والروم وغیرها من الدیار البعیدة. وهذا امر لن تجد الدولة بنظیرها فی غیرنا من المخلصین. فلا نعباء بمفتریات جریدة. ولا نخشی تحریر اقامل مفسدة. وما اسقا علی الذی یخوّف الدولة من غوائل عواقبنا. ویرغبها فی تعاقبنا. الم یذکر انا ذریة آباء افنوا اعمارهم فی خدمات هذه الدولة فحسبت الدولة صاحبهم بهذه السرعة. لِمْ لا تسمع الدولة اولئک الطغاة المفسدین عن نشر مثل تلک الاکاذیب. واشاعة هذا البهتان العجیب. فانها سم زعاف للذین لا یعرفون الحقیقة. ولا یفتشون الاصلیة. فکاد ان یعدلوها کالمخدوعین. انه یبکی علی حریّتنا ولا یری حریّته التی تصول

سبق نمبر ۸، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

روحانی خزائن جلد ۶ — ۳۸۰ — شہادۃ القرآن

میں تو دلوں کو اندر ہی اندر دے دی ہے بہر حال جبکہ ہمارے نظام بدنی اور امور دنیوی میں خدا تعالیٰ نے اس قوم میں سے ہمارے لئے گورنمنٹ قائم کی اور ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں اس لئے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح کہ ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر یک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسری کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال اُن کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اُس سے جہاد کیسا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلاف مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے جو انھوں نے پسند کی ہیں۔ لیکن ان مذہبی امور کو رعیت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبق نمبر:۹

باب:۱، ایمانیات:

اہل السنت والجماعت کا تعارف

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي"

"آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے اور سوائے ایک فرقے کے اور یہ وہ فرقہ ہو گا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہو گا۔"

اس فرقہ ناجیہ کی تعریف اہل السنت والجماعت سے کی گئی ہے اہل السنت والجماعت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی بھی مسئلہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے نہ تو کسی ہستی کی محبت میں اس قدر غلو کرتے ہے کہ شریعت کی حدیں پھلانگ جائے اور نہ ہی تحقیق کے نام پر دین کے ثابت شدہ مسلّمات کا انکار کرتے ہیں۔

اہل السنت والجماعت وہ ہے جو قرآن و سنت اور صحابہؓ کے طریق پر بڑی مضبوطی سے کاربند ہو۔ جو اختلاف رائے کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے اور ان دو اصولوں کے بعد تیسرے اصول اجماع امت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر مسئلہ اور تنازع کا حل صراحتاً ان تین مذکورہ بالا اصولوں میں نہ ملے تو پھر اس امت کے جلیل القدر اصحاب علم مل بیٹھ کر غور و فکر کر کے اجتہاد کے ذریعے حل نکالتے ہیں اور عوام الناس اہل السنت اس پر عمل کرتے ہیں۔ اہل السنت والجماعت تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصل شکل میں مانتے ہیں اور کسی بھی

عقیدے کے بارے میں سلف صالحین کے راستے سے ہٹ کر افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ اہل السنت والجماعت اللہ کے ماسواء کی نہ تو عبادت کرتے ہیں اور نہ غیر اللہ سے حاجت پوری ہونے کی تمنا رکھتے ہیں غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز نہیں کرتے اور نہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، اپنی تمام عبادات معاملات اور زندگی کے تمام طور طریقوں میں اتباع سنت کو اہمیت دیتے ہیں۔ بدعات و خرافات اور دین میں کسی بھی نئی چیز کے جاری کرنے سے بچتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کو معصوم عن الخطاء کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی بھی انسان کو خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی، امام ہو یا مقتدی، اولیاء میں سے ہو یا مجتہدین میں سے کسی کو بھی معصوم نہیں سمجھتے۔ آپ ﷺ کو اللہ کا آخری اور سچا نبی سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کے نہ تو منتظر ہیں اور نہ اسے جائز سمجھتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ قرب قیامت میں نازل ہوں گے ان کے نزول کو حق مانتے ہیں کیونکہ وہ سابقہ نبی ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے جیسا کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

اہل السنت والجماعت صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کا یکساں احترام کرتے ہیں صحابہ و اہل بیتؓ میں سے کسی کے بارے میں ادنیٰ سی بھی بدگمانی نہیں رکھتے اور نہ کسی پر بدزبانی کرتے ہیں فقہاء و محدثین کا بھی دل و جان سے احترام کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے نقش قدم پر چلتے ہیں کیونکہ یہ تمام ائمہ ہمیں ہماری منزل جناب رسول کریم ﷺ تک پہنچانے والے ہیں۔

اہل السنت والجماعت عوام الناس کے لیے کسی ایک مجتہد کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں اور عوام کا جو دینی علوم میں رسوخ نہیں رکھتے ان کی دین میں خود رائی کو حرام سمجھتے ہیں اور تمام ائمہ کے برحق ہونے کے باوجود صرف ایک ہی امام کی پیروی کا حکم دیتے ہیں تاکہ دین انسانی خواہشات کے ہاتھوں کھلونا نہ بن جائے کہ جس کو جس امام کا مسئلہ اچھا لگے وہ اس پر عمل کرنے لگ جائے تو دین خواہشات نفس کا مجموعہ بن جائے گا اسی خدشے کے پیش نظر

آپ ﷺ نے سابقہ امتوں کا لٹریچر پڑھنے سے حضرت عمرؓ کو منع کرتے ہوئے فرمایا تھا: "لَوْ كَانَ مُوْسٰي حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ" جامع الحدیث لاسیوطی رقم ۱۸۲۹۲) "اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔" لہٰذا ہمیں غیر منصوص اجتہادی مسائل میں ایک ہی امام کی تقلید کرنی چاہیے۔

ثواب و عذاب قبر کو برحق جانتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ان قبور مبارکہ میں زندہ سمجھتے ہیں اور سرکار دوعالم ﷺ کو قبر میں زندہ بھی جانتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ہمارا روضے مبارک کے پاس پڑھا گیا درود و سلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا گیا درود و سلام فرشتوں کے ذریعے سے آپ ﷺ کی ذات مبارک تک پہنچایا جاتا ہے۔

الغرض اہل السنت والجماعت وہ ہیں جن کے سینے میں اہل حق صحابہؓ و تابعین و مجتہدین و محدثین و فقہاء و علماء میں سے کسی کا بغض نہ ہو اور اہل باطل منکرین خدا، و منکرین حدیث و منکرین فقہ و دشمنانِ صحابہ و اہل بیتؓ میں سے کسی کی محبت نہ ہو۔ اللہ ہمیں فرقہ ناجیہ اہل السنت والجماعت میں زندہ رکھے اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین!

باب:۲، اسلامیات:

آدابطعام

انسانی ضروریات میں سے کھانا انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس کے بغیر انسان کا اپنا جسمانی نظام حرکت نہیں کر سکتا ہے لیکن اس کے کھانے پینے کے متعلق بھی شریعت نے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں۔

پہلا ادب: انسان ہمیشہ رزق حلال کھائے اور حرام سے مکمل پرہیز کرے جس طرح ہم ڈاکٹر کے کہنے پر اپنی جسمانی صحت بچانے کے لیے حلال چیزیں بھی چھوڑ دیتے ہیں تو اپنے کریم رب کے کہنے پر حرام کو کیوں نہیں چھوڑ سکتے؟ لہٰذا مومن کو ہمیشہ رزق حلال ہی طلب

کرنا چاہیے اور حرام کے لقمہ سے اپنی اور اپنی اولاد کی پرورش نہیں کرنا چاہیے۔

دوسرا ادب: رزق کا بھرپور احترام کرنا چاہیے اگر یہ ایک دفعہ روٹھ جائے تو دوبارہ واپس نہیں آتا، رزق کا احترام بھی اس کا شکر ہے روٹی کے ٹکڑے ضائع کرنے سے بچنا چاہیے۔ اور قابل استعمال رزق کو گندگی کی ٹوکری میں نہیں ڈالنا چاہیے اس لیے کہ یہ خدا کی نعمت کی ناقدری ہے۔

تیسرا ادب: کھانے سے عیب نہ نکالے اگر پسند ہو تو کھانا کھالے اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دے، مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ رب کی نعمتوں پر نکتہ چینی کرے۔

چوتھا ادب: کھانا سنت کے مطابق کھائے اور پانی سنت کے مطابق پیے یعنی کھانا شروع کرنے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے اس سے رزق میں برکت آتی ہے۔ کھانا بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے، کھانا سنت کے مطابق بیٹھ کر کھائے یعنی ایک گھٹنے کو زمین پر بچھائے اور دوسری گھٹنے کو کھڑا رکھے اپنے پیٹ کے تین حصے بنائے ایک پانی کے لیے، دوسرا کھانے کے لیے اور تیسرا سانس لینے کے لیے خالی رکھے، ایسا نہ ہو کہ تینوں حصے کھانے سے بھر لے یہ سوچ کر کہ پانی اپنی جگہ خود بنالے گا اور باقی رہا سانس تو وہ جب تک اللہ تعالیٰ نے زندگی رکھی ہے ختم نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کی فکر کیا کرنی، کھانے پینے میں اعتدال اور طبی اصولوں کا لحاظ رکھنا بھی منشاء شریعت ہے۔

پانچواں ادب: اگر کسی کے گھر دعوت پر جائے تو کھانا کھانے کے فوراً بعد وہاں سے اٹھ کر آجائے تاکہ اہل خانہ کو تکلیف نہ ہو اپنے گھر کھانا کھاتے ہوئے برتن کو صاف کرنا سنت ہے اور دوسروں کے گھر میں کھانا کھاتے ہوئے برتن میں کچھ چھوڑ دینا چاہیے تاکہ گھر والوں کو شرمندگی نہ ہو کہ کھانا کم تھا یا شاید مہمان بھوکا رہ گیا ہے۔

چھٹا ادب: لقمے درمیانے لینے چاہیے زیادہ بڑے بڑے لقمے لینا آدمی کے حریص ہونے پر دلالت کرتا ہے اور چھوٹے چھوٹے لقمے لینے سے آدمی متکبر محسوس ہوتا ہے کھانا باوقار انداز سے اور انتہائی عاجزی سے کھانا چاہیے۔

ساتواں ادب: جب چند دوست یا رشتہ دار مل کر کھانا کھا رہے ہوں وہاں بالکل چپ کر کے کھانا کھانا یہود کا طریقہ ہے مناسب گفتگو کرتے رہنا چاہیے ہاں لازمی نہیں ہے۔

آٹھواں ادب: کھانے میں مسنون کھانوں کا اہتمام کرنا چاہیے اور چٹ پٹے کھانوں پرہیز کرنا چاہیے جیسا [illegible] کھانا یا حریرہ کھانا یہ سب مسنون کھانے ہیں اسی طرح شوربے میں ثرید بنا کر کھانا، لیکن کھاتے ہوئے ایسا طرز اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے لوگوں کو گھن آئے اور وہ سنت سے ہی متنفر ہو جائیں۔

نواں ادب: کھانا اپنے دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، ہاتھ پورے برتن میں چھلانگیں نہ لگاتا پھرے۔

دسواں ادب: کھانا کھانے کے بعد دعا پڑھیں اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ کی انگلیاں چاٹ لینی چاہییں پھر ہاتھ دھونے چاہئیں اور بغیر ہاتھ دھوئے اگر سو گئے تو کسی موذی چیز کے ڈسنے سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

پانی پینے کے آداب: پانی پینے کا مسنون ادب یہ ہے کہ [۱] سنت کے مطابق بیٹھ کر پانی پیا جائے۔ [۲] تین سانسوں میں پیا جائے۔ [۳] پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ [۴] اور پانی پیتے وقت سانس برتن سے باہر لے، پانی پیتے پیتے سانس نہ لے۔ [۵] پانی کا برتن دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ [۶] پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے الحمدللہ پڑھے۔

نوٹ: حرام اور مشتبہ اور نقصان دہ اشیاء کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے اور صحت کا بھی نقصان ہوتا ہے۔

باب:۳، اخلاقیات:

صبر

صبر کہتے ہیں اپنی خواہشاتِ نفس کے مقابلے میں اللہ کے حکم پر مستقل طور ثابت قدم رہنا، اور یہ صفت اللہ تعالیٰ نے صرف انسان ہی کو عطاء فرمائی ہے اس لیے کہ خدا کی

مخلوقات میں سے جو چوپائے اور دیگر جانور ہیں وہ عقل و شعور نہ ہونے کی وجہ سے جو دل میں آئے، کر گزرتے ہیں نہ تو وہ احکام شرع کو جانتے ہیں اور نہ اتنی فہم رکھتے ہیں کہ اپنے نفس کے خلاف کچھ کر سکیں۔

اور دوسری مخلوق فرشتے ہیں جنہیں ہمہ وقت قربِ خداوندی حاصل ہے اور معصیت و نافرمانی کا ان میں مادہ ہی نہیں رکھا گیا ہے اس لیے ان کا نفس گناہ پر آمادہ ہی نہیں کرتا جس پر انہیں صبر کرنا پڑے۔ یہ صفت صرف حضرت انسان کو عطاء کی گئی ہے اس لیے صبر کرنے والوں کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں لگ بھگ ستر مقامات پر صبر اور صابرین کی تعریف فرمائی ہے۔

صبر کے درجات: صبر کے تین درجے ہیں۔ اعلیٰ درجہ، ادنیٰ درجہ، متوسط درجہ۔

صبر کا اعلیٰ درجہ: اپنے نفس اور شیطان کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دے اس لیے نفس سے جہاد کو، کفار سے جہاد کرنے سے بڑا جہاد قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے جس پر محدثین نے سند کے اعتبار سے تو بہت جرح کی ہے مگر اس کا مضمون مزاج شریعت کے مطابق ہے وہ حدیث یہ ہے رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر (الجامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث ۶۱۰۷، جامع الاحادیث للسیوطی رقم ۱۵۱۶۴، کنزالعمال ۱۱۲۶۰) جب آپ ﷺ ایک غزوہ سے لوٹے تو فرمایا کہ اب ہم چھوٹے جہاد یعنی جہاد مع الکفار سے بڑے جہاد، جہاد مع النفس کی طرف لوٹ رہے ہیں کیونکہ کفار کا حملہ انسان کے جسم پر ہوتا ہے اور شیطان کا حملہ انسان کے نفس پر ہوتا ہے جسم پر کافر کے غالب آنے سے جان جاتی ہے اور دل پر شیطان کے غالب آنے سے ایمان جاتا ہے، اللہ کے لیے جان چلی جائے تو آدمی شہید کہلاتا ہے اور جنت ملتی ہے لیکن اگر خدانخواستہ شیطان دل پر غالب آکر ایمان چھین کر لے گیا تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہوگی۔ اس لیے نفس سے جنگ کفار سے جنگ کرنے سے اہم ہے لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ جہاد مع الکفار سے انکار کا بہانہ بنالیا جائے۔ بلکہ اللہ کے لیے لڑنے والا مجاہد تو سب سے بڑا ولی اللہ ہے جو بیک وقت خدا کے دشمنوں سے بھی لڑ رہا ہے اور اپنے

ایمان کے دشمن شیطان سے بھی لڑ رہا ہے۔ لہٰذا جو لوگ جہاد بالنفس کا بہانہ بنا کر اللہ کی خاطر اپنی جان نہیں لڑاتے اور نہ اللہ کے لیے کٹ مرنے کا ان میں جذبہ ہوتا ہے، درحقیقت یہ شیطان کے ورغلائے ہوئے لوگ ہیں جو نفس کی خاطر خدا کا حکم چھوڑ کر بیٹھے ہیں اور شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھادی ہے کہ تم جہاد بالنفس کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح مزاج شریعت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

صبر کا ادنیٰ درجہ: انسان کے نفس پر خواہشات اور شیطان غالب آجائے اور یہ ان کے مقابلے میں خود کو عاجز کر کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کردے ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں جہنم کو تم جیسے لوگوں سے بھی بھر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس بری حالت سے سب اہل ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

صبر کا متوسط درجہ: کبھی نفس غالب آئے اور کبھی یہ نفس پر غالب آئے اور یہ جنگ اور کشمکش جاری رہے مگر یہ اپنے شیطان کے ہاتھوں مغلوب ہونے پر حسرت و افسوس کرتا رہے ایسے شخص کے لیے خیر اور اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید ہے۔ لہٰذا جس طرح طاعات پر صبر کرنا اور معصیت سے رکنا یہ سب صبر ہے اسی طرح مصائب و آلام اور آفات پر صبر کرنا بھی محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ مصائب پر صبر کرنے والے کو اس کا بہترین بدلہ عطاء فرماتا ہے۔

شکر

اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم الشان نعمت ہے جو تمام عبادات میں مقصود بالذات ہے

میرے شیخ و مرشد ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں:

شکر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنا اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمت جس مقصد کے لیے دی ہے اس نعمت کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرنا یہ شکر ہے اور اللہ تعالیٰ نعمت کے ملنے پر شکر کرنے کی وجہ سے اس نعمت کو بڑھا دیتے ہیں اور آدمی کا اپنے جسمانی اعصاء کا سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ انہیں خدا کی نافرمانی سے بچائے آنکھ وہ دیکھے

جو خدا نے دیکھنے کی اجازت دی ہے یا حکم دیا اور وہ نہ دیکھے جس کے دیکھنے سے منع کیا ہے اسی طرح باقی نعمتوں کا حال ہے کہ خدا کی کوئی نعمت بھی خدا کے حکم کے بغیر خرچ نہ کرے اسی لیے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے امت کو یہ دعا سکھلائی ہے۔" اللّٰهُمَّ أَعِنِّي على ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبادَتِكَ" اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اپنے شکر اور حسن عبادت پر۔

(الادب المفرد للبخاری رقم ۶۹۰، سنن کبریٰ للنسائی رقم ۱۲۲۶)

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۹] سیدنا حضرت سعید بن زیدؓ

آپؓ کا نام مبارک سعید ہے والد کا نام زید ہے۔ کنیت ابو اعور ہے اور سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے چچازاد بھائی ہیں آپؓ کے والد زید بن عمرو بن نفیل ان بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں موصل و شام وغیرہ کا سفر کیا۔ آپؓ پر کشش شخصیت، پُر نور چہرے اور لمبے قد کے مالک تھے۔ جس سال رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اعلان نبوت فرمایا اسی سال سیدنا حضرت سعید بن زیدؓ نے اسلام قبول کیا غزوہ بدر کے ماسواء تمام غزوات میں شریک رہے۔ غزوہ بدر میں بھی عدم شرکت کی وجہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تشکیل مبارک تھی۔ جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے سیدنا حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ اور سیدنا سعید بن زیدؓ کو قریش کے تجارتی قافلے کا سراغ لگانے کے لیے بھیجا اس لیے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ رکھا۔ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی بہن سیدہ فاطمہؓ آپؓ کے نکاح میں تھیں۔

۵۰ یا ۵۱ھ کو مقام عتیق میں وفات پائی وہاں سے مدینہ منورہ لا کر جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!

دینی خدمات و اعزازات:

1. عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

2. بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں۔
3. بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔
4. ان کی اہلیہ جو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں ان کی دعوتِ اسلام کے باعث سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔
5. سابقون الاولون میں سے ہیں۔
6. آپؓ کے والد زید زمانہ جاہلیت میں بھی بتوں اور استھانوں کے چڑھاؤں کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔
7. نہایت ہی دلیر اور نڈر صحابی رسول ﷺ تھے۔
8. رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد جو کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہوئے ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کی۔
9. دمشق کے پہلے مسلمان گورنر بعیات ہوئے تھے۔
10. امور دینیہ کے خصوصی نگہبان تھے۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

بانی تبلیغ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ

آپؒ ۱۳۰۳ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی ہند میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ ایک عالم فاضل اور عابد و زاہد انسان تھے۔ اور یہ خاندان شروع سے ہی دعوت و تبلیغ کا حریص تھا۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ بچپن سے ہی ذکر و عبادت اور تلاوت قرآن مجید کے رسیا تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے حفظ قرآن مجید کی نعمت اپنے والد ماجدؒ سے حاصل کی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب بھی اپنے والد محترمؒ سے پڑھیں پھر اپنے بڑے بھائی یا

کاندھلویؒ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے۔ اور یہ قصبہ اس وقت علماء و صلحاء کا مرکز تھا۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ آٹھ یا نو سال تک گنگوہ بستی میں علم حاصل کرتے رہے اور حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا پھر ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے درس میں شریک ہونے کے لیے دیوبند پہنچے اور حضرت شیخ الہندؒ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے سلوک کی منازل طے کیں اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ کی وفات کے بعد دہلی میں آ گئے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد ایک حجرہ اور ایک کچا سا مکان تھا۔ وہاں آپؒ چند میواتی اور غیر میواتی طلباء کو پڑھاتے اور سارا کام توکل علی اللہ کرتے تھے انتہائی شدید فاقے برداشت کیے مگر پائے استقلال میں جنبش نہیں ہوئی۔ بڑے انہماک اور جانفشانی سے درس حدیث دیتے، آپؒ کا سب سے عظیم الشان کارنامہ دعوت و تبلیغ کی تحریک کا آغاز ہے اس کام کا آغاز آپؒ نے میوات کے علاقے سے کیا جہاں مسلمان صرف نام کے تھے ورنہ عملی طور پر وہ ہندوازم کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے میوات کے علاقہ میں مکتب قائم کیا اور اصلاح خلق کا کام شروع کر دیا۔ تبلیغی گشت شروع کیے۔ مولاناؒ نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول و ارکان یعنی کلمہ توحید اور نماز کی تبلیغ کریں پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجنی شروع کر دیں۔ مولاناؒ کے اخلاص کی برکت تھی کہ چند برس میں یہ تحریک پورے عالم اسلام کی ایک عالمگیر تحریک بن گئی۔ جو راہزن تھے وہ اس دعوت کی محنت سے رہبر بن گئے، سودی معاملات ختم ہو گئے شراب وشباب کی حرام کاریاں کم ہو گئیں، بداخلاقیوں کا تناسب گھٹ گیا، بدعات و فجور و فسق اور رسومات کی بجائے لوگ اتباع سنت میں مشغول ہو گئے۔

الغرض حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے انتہائی انہماک اور جان سوزی کے ساتھ محنت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ وہ دعوت، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی مقبول ہوئی کہ روئے زمین پر

کوئی خطہ ایسا نہیں رہا کہ جو اس کے فیض و برکات سے محروم رہا ہو۔ حضرتؒ یہ بات اچھی طرح جان گئے تھے کہ امت، دین اور دین کی بنیادی تعلیم سے دور ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا اخلاقی انحطاط بہت بڑھ گیا ہے لہٰذا اسے سب سے پہلے اپنے مرکز ایمان کلمہ طیبہ کے ساتھ جوڑنا ہو گا، تاکہ ان کا عقیدہ درست ہو اور وہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے بجائے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا شروع ہو جائیں اور ان کا ایمان ٹھیک ہو جائے ایمان کے بعد دینی فرائض میں سے سب سے اہم فریضہ نماز کا ہے اس لیے تبلیغی جماعت میں نماز سکھانے اور نماز کا عادی بنانے پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اور اعمال صالحہ کو بجالانے کے لیے حصول علم بہت ضروری ہے، اس کے لیے علم و ذکر کا ایسا عادی بنایا جاتا ہے کہ جاہل آدمی جو علماء سے دور بھاگتا ہے اس تبلیغی جماعت کی برکت سے خود علم دین حاصل کر کے یا عالم بن جاتا ہے یا پھر علماء سے محبت کرنے والا بن جاتا ہے۔ اور آج دنیا میں ہزاروں مساجد اور مدارس جو آباد ہیں وہ سب دین کی برکت سے آباد ہیں۔ تبلیغی جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی، عالم اسلام کی ایسی پرامن تحریک ہے جو سیاسیات، فرقہ واریت اور عسکریت سے علیحدہ رہ کر دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیتی ہے اور دنیا کے ہر خطے اور ہر دشوار گزار وادی میں پہنچ کر لوگوں کو خدا سے جوڑتی ہے یہ ان کو بھی راہ راست پر لاتے ہیں جو خدا کی ذات کو نہیں مانتے اور ان کو بھی جو خدا کی بات نہیں مانتے۔ شخصی اصلاح کے لیے اس سے مؤثر تحریک قریب کے ایک ہزار سال میں امت نے نہیں دیکھی یہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی زندہ نیکی ہے جو مولانا محمد الیاسؒ کے جانے کے بعد بھی ان کے نامہ اعمال کو نیکیوں سے بھر رہی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ۱۳/ جولائی ۱۹۴۴ء کو بوقت تہجد مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !

باب:۶، اذکار مسنونہ:

جس شخص کی برائی کی ہو اس کے لیے دعا: اَللّٰهُمَّ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهُ قُرْبَةً

اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" (بخاری رقم الحدیث ۶۳۶۱)

{اے اللہ جس کسی کو میں نے برا بھلا کہا ہو تو اسے قیامت کے دن اس شخص کے لیے اپنی قربت کا ذریعہ بنا۔}

باب:۷،لوح مرزا:

جماعت احمدیت بنظر غلام احمد

ہر نبی کی جماعت جسے جماعت صحابہ کہا جاتا ہے اس نبی کی عمدہ صفات کا نمونہ اور پر تو ہوتی ہے تمام انبیاء کے صحابہ علم و عمل میں اپنے بعد والوں پر فائق تھے بالخصوص ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ جماعت صحابہ تو علم و عمل اور تقویٰ کے اس بلند ترین مقام پر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معیار حق قرار دیا اور لوگوں کو واضح ارشاد فرمایا: "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا" "اگر تمہارا ایمان ان صحابہ کے ایمان جیسا ہو گا تو تم ہدایت پاؤ گے" اور خود پیغمبر ﷺ نے بھی اپنی مقدس جماعت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

"افضل امتی اصحابی" اتحاف الخیرۃ ا ۴۵۴/۷ رقم الحدیث ۵۲۴۴)

{میری امت کا افضل ترین طبقہ میرے صحابہ ہیں۔}

لیکن اس کے برعکس جب کائنات کے نجس ترین انسان مرزا غلام احمد قادیانی نے تاج و تخت ختم نبوت پر شب خون مارا اور دعویٰ نبوت کیا اور امت مسلمہ سے ہٹ کر ایک علیحدہ امت مرزائیہ کی داغ بیل ڈالی تو صاف ظاہر ہے اس کی جو جماعت تھی وہ اسی کے اخلاق کی نمائندہ ہو گی۔ خود کذاب تھا اس لیے قادیانیوں کی جماعت جسے یہ اپنے صحابی کہا کرتا تھا انسانی شرافت کے کسی بھی معیار پر پورے نہ اترتے تھے لہٰذا خود ہی اپنی جماعت کے بارے میں مرزا صاحب کہتے ہیں۔

ا: جماعت مرزائیت بھیڑیوں اور خود غرضوں کی جماعت ہے: "بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی

ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور ان میں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست درامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر ملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کدیہ بے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔"

(شہادت القرآن ص ۲، مندرجہ روحانی خزائن ج۶ ص ۳۹۵، عکسی حوالہ نمبر ۱)

دوسری جگہ مرزا صاحب اپنی جماعت کی درندگی سے متاثر ہو کر ان الفاظ میں اپنی جماعت مرزائیت کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔

۲: مرزائیت اور درندگی: "خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بدتہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے (مرزا کی طرح) اور تمام بخارات نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو بنی آدم (یعنی ان مرزائیوں) سے اچھا ہوں۔

(شہادت القرآن ص ۲، مندرجہ روحانی خزائن ج۶ ص ۳۹۶، عکسی حوالہ نمبر ۲)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جماعت کو درندوں سے بدتر قرار دینے کے بعد مزید کہتا ہے۔

۳: مرزائی کج دل: "میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے؟ یہ کون سی جماعت ہے جو میرے ساتھ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔"

(شہادت القرآن ص۹۹، مندرجہ روحانی خزائن ج٦ ص ۳۹۵، عکسی حوالہ نمبر ۳)

کج دل نبی کی امت بھی تو کج دل ہی ہوگی اس لیے مرزا کا یہاں شکوہ فضول ہے۔

۴: تہذیب اور پرہیز گاری سے جماعت احمدیہ کی بیزاری: "اخی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور ایسی محبت پیدا نہیں کی سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔"

(شہادت القرآن ص ۲، مندرجہ روحانی خزائن ج٦ ص ۳۹۵، عکسی حوالہ نمبر ۴)

5: بے اعتبار جماعت اشرار: "اور میں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں کہ میں ان کی نسبت کوئی عمدہ رائے ظاہر کر سکوں۔"

(فتح الاسلام ص٦٨، مندرجہ روحانی خزائن ج۳ ص ۴۰، عکسی حوالہ نمبر ۵)

اسے کہتے ہیں "جیسی کوکو، ویسے کوکو کے بچے" امت اپنے نبی کی نظر میں قابل اعتبار نہیں اور نبی اپنے خدا کی لعنتوں کا مستحق بنا ہوا ہے جھوٹا دعویٰ نبوت کر کے، غور کریں قادیان کے سراب کو آب سمجھ کر مرزائی بننے والے کرم فرما۔

٦: جماعت احمدیہ یا مردار خور کتے: "یہ وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے

اور نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لیے حرکت کرتے ہیں...... میں اس شخص (قادیانی) کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں سڑے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔" (تذکرہ الشہادتین ص۷۸، مندرجہ روحانی خزائن ج ۲۰ ص۷۸، عکسی حوالہ نمبر ۶)

۷: مقصد نبوت ہیجڑا سازی یا جماعت خواجہ: مرزا قادیانی اپنی نبوت کے مقاصد میں سے ہیجڑا سازی یعنی مخنث بنانے والے منصب اور ذمہ داری کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے:"اگر مسلمان ان تعلیموں کے پابند ہو جائیں تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ فرشتے بن جائیں اور اگر اس گورنمنٹ کے سب قوموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہو جائیں تو تمام قوموں سے خوش قسمت ہو جائیں اگر وہ مجھے قبول کر لیں اور مخالفت نہ کریں تو یہ سب کچھ انہیں حاصل ہو گا اور ایک نیکی اور پاکیزگی کی روح ان میں پیدا ہو جائے گی اور جس طرح ایک انسان خوجہ (مخنث) ہو کر گندے شہوات کے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے اسی طرح میری تعلیم سے ان میں تبدیلی پیدا ہو گی۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۵۷ تا ۳۵۸، عکسی حوالہ نمبر ۷)

(معلوم ہوا کہ مرزا کی نظر و فکر میں قادیانی جماعت کو خصی ہو جانا چاہیے)

۸: کذاب نبی کی کذاب امت: "میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے در حقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۶۴، عکسی حوالہ نمبر ۸)

۹: صحبت طالع ترا طالع کند: مرزا غلام احمد اپنی منحوس صحبت کے فیض سے پیدا ہونے والی اخلاقی بگاڑ کی منظر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے:"اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی

مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرض کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور اگر کوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھری سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں...... سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔" (شہادت القرآن مندرجہ روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۹۴، عکسی حوالہ نمبر ۹)

۱۰: مرزائی اخلاقیات کا اعلیٰ نمونہ: ہمارے معاشرے میں آوارہ لوگوں کو آپس میں بیہودہ حرکات کرتے اور ایک دوسرے کے جسم کے ناقابل ذکر حصوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے دنیا نے دیکھا ہو گا مگر ایک ایسا شخص جو کسی قوم کا مقتداء ہو اور منصب نبوت پر بیٹھنے کا مدعی ہو اپنے حلقہ احباب کو صحابہ کہتا ہو کیا وہ ایسی اخلاقی گراوٹ اور ابتری کا شکار ہو سکتے ہیں؟ چشم فلک نے ایسا نظارہ پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ لوگ اپنے نبی کے ساتھ ایسی چھیڑ چھاڑ کرتے ہوں نبی نماز پڑھے اور امتی اس کے جسم کے مخصوص حصہ پر اپنی انگلی کی طاقت آزمائے تو لیجیے مرزا قادیانی کے اصحاب کی اخلاقی تصویر پیش خدمت ہے۔

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور مرزا قادیانی نماز میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے...... پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون (جنون مرزائیت) کا غلبہ ہوا اور وہ حضرت کے پاس کھڑا ہونے لگا اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا (اس لیے کہ انگلی کا استعمال کا بہترین موقع ہوتا) اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدے سے سر اٹھائے اپنی جگہ پر واپس چلا جائے اس تکلیف سے تنگ آکر حضور (مرزا قادیانی) نے امام کے پاس حجرہ میں

کھڑا ہونا شروع کر دیا مگر وہ بھلا مانس حتی المقدور وہاں بھی پہنچ جاتا کرتا تھا اور ستایا کرتا تھا مگر
ں وہاں بد ۔ سدبہ ی ماً امن تھا اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی
توسیع ہو گئی...... وہ معذور شخص جو ویسے مخلص تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر
نامناسب (...... سمجھ تو گئے ہوں گے) طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔"

(سیرت المہدی ج۳ص ۲۶۸، ۲۶۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۴

خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض لِلّٰہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے کسی جلسہ پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں اور یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے ورنہ بغیر اس کے ہیچ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے۔ ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاح خلق اللہ ہے پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں اور اخی مکرم حضرت **مولوی نورالدین** صاحب سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور لِلّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے

﴿۲﴾

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۵

اور بے سامانی کی حالت میں چھوڑ گئے۔ اے خداوند قادر مطلق تُو اُن کا متکفل اور متولّی ہو۔ اور میرے محبین کے دلوں میں الہام ڈال کہ اپنے اس یک رنگ بھائی کے پس ماندوں کے لئے جو بے کس اور بے سامان رہ گئے کچھ ہمدردی کا حق بجالاویں۔

اے خدا اے چارہ سازِ ہر دل اندوہگیں	اے پناہ عاجزان آمرز گارِ مذنبین
از کرم آں بندۂ خود را بہ بخشش ہا نواز	ایں جُدا افتادگاں را از ترحم ہا بہ بین

میں نے بطور نمونہ اس جگہ چند دوستوں کا ذکر کیا ہے اور اسی رنگ اور اسی شان کے میرے اور دوست بھی ہیں جن کا مفصّل ذکر انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں کروں گا۔ اب مضمون طول ہوا جاتا ہے اسی پر بس کرتا ہوں۔

اور میں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں کہ میں اُن کی نسبت کوئی عمدہ رائے ظاہر کرسکوں۔ بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ جن کو میرا خداوند جو میرا متولّی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ اوّل اُن میں دلسوزی اور اخلاص بھی تھا مگر اب اُن پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مُریدانہ محبت کی نُورانیت باقی نہیں رہی بلکہ صرف بَلْعَمْ کی طرح مکّاریاں باقی رہ گئی ہیں اور بوسیدہ دانت کی طرح اب بجز اس کے کسی کام کے نہیں کہ مُنہ سے اُکھاڑ کر پیروں کے نیچے ڈال دیئے جائیں وہ تھک گئے اور درماندہ ہوگئے۔ اور نابکار دنیا نے اپنے دام تزویر کے نیچے اُنہیں دبالیا۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عنقریب مجھ سے کاٹ دیئے جائیں گے بجز اس شخص کے کہ خدا تعالیٰ کا فضل نئے سرے اُس کا ہاتھ پکڑ لیوے۔ ایسے بھی بہت ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے مجھے دیا ہے اور وہ میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں ہیں اور میں انشاء اللہ کسی دوسرے وقت میں اُن کا تذکرہ لکھوں گا۔

﴿۶۸﴾

سبق نمبر۹، عکسی حوالہ نمبر۶

چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اوّل درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا اُن کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے نہ اُن کا دل پاک ہے۔ اور نہ اُن کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ اُس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے۔ اور اُسی میں رہتا اور اُسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیّت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اُس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودروی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے۔ مَیں اُس شخص کو اُس کتّے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے۔ تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کرے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر اور فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں شاید اُن کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں۔ اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلیدتر نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتّہ بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں خدا اُن کو ذلت سے مارے گا۔ کیونکہ وہ خدا کے کارخانہ کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گزارتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے اُن کے حصہ میں کچھ نہیں۔

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۷

۳۵۷

بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔ (۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے (۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔
اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لیے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لیے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے انگریزی سلطنت کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ سلطنت انگریزی کی تعریف کرتا ہے اور ایک باعث یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مجھے اس وجہ سے بھی کافر ٹھہراتے ہیں کہ میں نے خدا تعالیٰ کے سچے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ بیشک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آ کر بے شمار روپیہ ان کو دے گا مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا۔ پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لوٹ مار کے روپیہ سے میں نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے ان کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لیے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فسادی رگ ان میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ کسی قدر یہ مقصود مجھے حاصل بھی ہو گیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو میری ان پاک تعلیموں کے دل سے پابند ہیں[1]۔ اور یہ نیا فرقہ مگر گورنمنٹ کے لیے نہایت مبارک فرقہ برٹش انڈیا میں زور سے ترقی کر رہا ہے اگر مسلمان ان تعلیموں کے پابند ہو جائیں تو میں قسم کھا کر

---

[1] میں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا تھا کہ میری جماعت تین سو آدمی ہیں۔ لیکن اب وہ شمار بہت بڑھ گیا ہے کیونکہ زور سے ترقی ہو رہی ہے۔ اب میں یقین رکھتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے۔ اور میری فراست یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ تین سال تک ایک لاکھ تک میری اس جماعت کا عدد پہنچے گا۔ منہ

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۷

۴۵۸

کر سکتا ہوں کہ وہ فرشتے بن جائیں۔ اور اگر وہ اس گورنمنٹ کی سب قوموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہو جائیں
تو تمام قوموں سے زیادہ خوش قسمت ہو جائیں۔ اگر وہ مجھے قبول کریں اور مخالفت نہ کریں تو یہ سب کچھ
انہیں حاصل ہوگا اور ایک نیکی اور پاکیزگی کی رُوح ان میں پیدا ہو جائے گی۔ اور جس طرح ایک انسان توبہ
ہو کر گندے شہوات کے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میری تعلیم سے ان میں تبدیلی پیدا ہوگی مگر
میں نہیں کہتا کہ گورنمنٹ عالیہ جبراً ان کو میری جماعت میں داخل کرے اور نہ میں اس وقت یہ استغاثہ کرتا
ہوں کہ کیوں وہ ہر وقت میرے قتل کے درپے ہیں اور کیوں میرے قتل کے لیے جھوٹے فتوے شائع کر رہے
ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ بداراد ے ان کے عبث ہیں کیونکہ کوئی چیز زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک
آسمان پر نہ ہو لے۔ اور میں ان کی بدی کے عوض میں اُن کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ انکی آنکھیں
کھولے اور وہ خدا اور مخلوق کے حقوق کے شناسا ہو جائیں مگر چونکہ ان لوگوں کی عداوت حد سے بڑھ گئی ہے
اس لیے میں نے اُن کی اصلاح کے لیے اور ان کی بھلائی کے لیے بلکہ تمام مخلوق کی خیر خواہی کے لیے
ایک تجویز سوچی ہے جو ہماری گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی کے مناسب حال ہے جس کی تعمیل اس گورنمنٹ
عالیہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ محسن گورنمنٹ جس کے احسانات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں،
ایک یہ احسان کرے کہ اس ہر روزہ تکفیر اور تکذیب اور قتل کے فتوؤں اور منصوبوں کے روکنے کے لیے
خود درمیان میں ہو کر یہ ہدایت فرما دے کہ اس تنازعہ کا فیصلہ اس طرح پر ہو کہ مدعی یعنی یہ عاجز جس
کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اور جس کو یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح نبیوں سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا اسی
طرح مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کے بھید مجھ پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور آسمانی نشان دکھلائے
جاتے ہیں۔ یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلاوے
ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے اور مسلمانوں کی قوموں یا دوسری
قوموں میں سے کوئی ایسا ملہم اور خواب بین اور معجزہ نما پیدا نہ ہو سکے جو اس نشان کے ایک سال کے
اندر نظیر پیش کرے اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور خدا کے مقرب
ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہدایت اور فہمائش ہو کہ اگر وہ اپنے تئیں حق پر اور خدا کے مقبول سمجھتے ہیں اور
ان میں کوئی ایسا پاک دل ہے جس کو خدا نے ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور الٰہی طاقت کے
نمونے اس کو دیئے گئے ہیں تو وہ بھی ایک سال تک کوئی نشان دکھلاویں۔ پھر بعد اس کے اگر ایک
سال تک اس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دکھلایا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور انسانی ہاتھ کی طاقت سے
بھی بلند تر ہو یا یہ کہ نشان تو دکھلایا مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آگئے تو یہ
سمجھا جائے کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اس صورت میں مجھ کو کوئی سخت سزا دی جائے گو موت

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۸

۳۶۴

اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاک کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دُنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کر اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے، اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر اُمید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا، صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لیے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔

ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لیے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا ہو کر میرے ساتھ

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۹

التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء

﴿۱﴾

ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التوا کا موجب کیا ہے لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اول۔ یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں اور بعض وقت یہ جماعت سو سو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور اگر کوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھری کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لئے اور بقچہ اٹھائے ادھر ادھر پھرتا ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسر نہ ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی اور ہمدردی اور

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

درست ہے۔ لیکن ہم لوگ جو خدا کے رسول کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے اور مٹھیاں بھرتے ہیں۔ جتنے کریں تو اس قدر بے ادب ہوں کہ جب نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں تو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ مونڈھا گھِسنی جو بھی آپ کے ساتھ لگ سکے لگاتا ہوں۔ کیا دوزخ کی آگ ہم کو بھی چھوئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ بھائی صاحب بات تو ٹھیک ہے لیکن تابعداری شرط ہے۔ اللہ اللہ یہ اس وقت کی حالت ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت ہے کہ حضرت صاحب کے جگر گوشہ اور خلیفۂ وقت سے منحرف ہو رہے ہیں۔

۹۰۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جولائی ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کی کچہری سے باہر تشریف لائے۔ اور خاکسار سے کہا کہ انتظام کرو کہ نماز پڑھ لیں۔ خاکسار نے ایک دری نہایت شوق سے اپنی چادر پر بغرض جانماز ڈال دی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ظہر و عصر ادا کی۔ اس وقت غالباً ہم بیس احمدی مقتدی تھے۔ نماز سے فارغ ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ دری حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تھی۔ اور انہوں نے اٹھا لی۔

۹۰۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آجکل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھڑی کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا۔ اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا۔ اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آ کر حضور نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ پھلانگتا حتی المقدور وہاں بھی پہونچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہ نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہو گئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے الگ امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جمعہ اور عیدین

سبق نمبر ۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

سیرۃ المہدی حصہ سوم ۲۷۶

کے موقعہ پر آپ صف اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو دیوانہ نہیں تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا ذکر روایت [illegible] میں بھی ہو چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ کو بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک کا نقشہ یہ ہے۔ اس کے تین حصے تھے۔ ایک چھوٹا مغربی حجرہ امام کے لئے تھا جس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ درمیانی حصہ جس میں دو صفیں اور فی صف ۶ آدمی ہوتے تھے۔ اسی میں بیت الفکر کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے مقابل پر جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے کھلتی تھی۔ تیسرا باہر کا مشرقی حصہ اس میں عموماً دو اور بعض اوقات تین صفیں اور فی صف ۵ آدمی ہوا کرتے تھے۔ اسی میں نیچے سیڑھیاں آتی ہیں اور ایک دروازہ اس کا غسلخانہ میں تھا جو اب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ شمالی دیوار میں حضرت صاحب کے گھر میں کھلتا تھا۔ غرضیکہ اس زمانہ میں مسجد مبارک میں امام سمیت ۲۲ آدمیوں کی بافراغت گنجائش تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو کمرہ بطور غسلخانہ دکھایا گیا ہے اس میں حضرت صاحب کے کرتہ پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ قلمی تحریر دیکھی ہے جس میں حضور نے اس زمانہ کی جماعت کی بابت لکھا تھا کہ وہ انشاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ اس زمانہ کی جماعت کیونکہ محمد خان صاحب مرحوم ... سے خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب نائب ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبق نمبر:۱۰

باب:۱، ایمانیات:

تعارف فرق باطلہ

فرقہ نیچریہ: ہندوستان میں اسلامی حکومت کے ختم ہو جانے اور انگریزی حکومت کے آنے کے بعد سب سے پہلے جو گمراہ فرقہ پیدا ہوا وہ یہی فرقہ نیچریہ تھا۔

سرسید احمد خان کے مختصر حالات: سرسید احمد خان صاحب ۱۷/ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوا، اور ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، ان کے والد صاحب کا انتقال ان کی کم عمری میں ہی ہو گیا تھا اس لیے شروع ہی سے ان کو ملازمت کرنی پڑی ابتداء میں وہ حکومت کے مستقل ملازم رہے پھر اس کے بعد وہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم ہو گئے اور ان کو پھر عدالت میں سر رشتہ دار بنایا گیا ان کی مسلسل ترقی ہوتی رہی جنگ آزادی کے وقت وہ بجنور میں بحیثیت سب جج فائز تھے اس کے بعد ترقی پاکر وہ صدر الصدور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ پھر اس کے بعد بجنور سے مراد آباد میں ان کا تبادلہ ہو گیا انہوں نے یہاں پر ہی رہ کر اسباب بغاوت ہند اور دوسری بعض کتابیں لکھیں۔

فرقہ نیچریہ کے عقائد و نظریات:

- ملائکہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
- شیطان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
- حضرت آدم علیہ السلام نے شجرہ ممنوعہ نہیں کھایا تھا۔
- قبر میں عذاب قبر نہیں ہوتا۔

- جنت و جہنم کے وجود کے منکر ہیں۔
- جسموں کے ساتھ حشر نہیں ہو گا۔
- حوروں کی کوئی حقیقت نہیں۔
- تقدیر کے منکر ہیں۔
- معجزات کے بھی منکر ہیں۔
- اکثر احادیث صحیح نہیں۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے ہیں۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے۔
- معراج جسمانی کے منکر ہیں۔
- انسان نبی کے برابر ہو سکتا ہے، وغیرہ ذالک

فرقہ منکرین حدیث:

تعارف: حدیث کا انکار اگرچہ اس سے پہلے سر سید احمد خان، مولوی چراغ علی نے بھی کیا مگر وہ کھل کر سامنے نہیں آئے یہ عبد اللہ چکڑالوی ہی ہے جس نے سب پہلے کھلم کھلا علی الاعلان حدیث کا انکار کیا۔

اس کا اصل نام قاضی غلام نبی تھا اور یہ چکڑالہ ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا پھر بعد میں اس نے اپنا نام غلام نبی سے بدل کر عبد اللہ رکھ لیا۔ اس نے تعلیم ڈپٹی نذیر احمد سے حاصل کی، کیونکہ ڈپٹی نذیر بھی ترک تقلید کی طرف مائل تھا تو یہ اثر عبد اللہ کے اندر بھی گھر کرتا گیا اور بڑھتے بڑھتے انکار حدیث تک پہنچ گیا۔

منکرین حدیث کے عقائد و نظریات:

1. حدیث عجمی سازش ہے۔
2. آج جو اسلام دنیا میں رائج ہے اس کا قرآنی دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

3. قرآن مجید میں جہاں پر اللہ اور رسول کا نام آیا ہے اس سے مراد مرکز ملت ہے۔
4. آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی اطاعت نہیں ہو گی، اطاعت زندوں کی ہوتی ہے۔
5. ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب انسانوں کو اپنا معاملہ خود ہی حل کرنا ہو گا۔
6. آپ ﷺ کے زمانہ میں نماز دو وقت میں تھی (فجر اور عشاء) وغیرہ ذالک۔

فرقہ جماعت المسلمین: جماعت المسلمین یہ جماعت غرباء اہل حدیث کی ہی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد ۱۳۸۵ھ میں مسعود احمد نامی شخص نے رکھی ہے۔

بانی فرقہ جماعت المسلمین کے حالات: نام سید مسعود احمد ہے۔ ۱۹۱۵ء میں ہندوستان میں پیدا ہوا والدین بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے ابتدائی تعلیم وہاں ہی حاصل کی بالآخر آگرہ یونیورسٹی سے B.S.C کا امتحان دیا، پاکستان آنے کے بعد سیکرٹریٹ میں ملازمت اختیار کی پھر وہ چھوڑ دی اور اپنے طور پر قرآن و حدیث کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پھر ۱۳۸۵ھ میں خود ہی ایک جماعت کی بنیاد ڈالی جس کا نام جماعت المسلمین رکھا پھر اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر دی۔

جماعت المسلمین کے عقائد و نظریات:

- تقلید خواہ مطلقاً تقلید ہو یا شخصی ہو، دونوں ناجائز و حرام ہیں۔
- حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سب گمراہ فرقے ہیں کیونکہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں یہ نہ تھے۔
- نماز میں چار جگہ پر رفع یدین فرض ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
- فقہ کی ضرورت نہیں ہے قرآن و حدیث کافی ہیں فقہ کی بات ماننا حرام ہے۔
- ایصال ثواب جائز نہیں ہے۔

فرقہ انجمن سرفروشان اسلام:

پس منظر: اس کا بانی ریاض احمد گوہر شاہی ولد فضل حسین مغل سرکاری ملازم تھا، یہ

راولپنڈی میں ۲۵ / نومبر ۱۹۴۱ء میں ڈھوک گوہر شاہ میں پیدا ہوا، اپنے گاؤں میں آٹھ کلاس تک دنیاوی تعلیم حاصل کی پھر پرائیویٹ طور سے میٹرک پاس کی پھر اس کے بعد ویلڈنگ اور موٹر بکڈیک کا کام سیکھا، پھر موٹر بکڈیک کی دوکان کھولی مگر اس میں کوئی خاص نفع حاصل نہیں ہوا حصول روزگار کے لیے پریشانی ہوئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے، اور اس نے سوچا کہ پیری مریدی کا دھندا شروع کر دیا جائے تو آمدنی بڑھ جائے گی یہ سوچ کر اس نے کئی سال سیہون شریف کے پہاڑوں اور لال باغ میں چلے اور مجاہدے کیے مگر ناکام و نامراد رہا۔

اس تحریک انجمن سرفروشان اسلام کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی نے اپنے آپ کو بریلوی مسلک کا ماننے والا بتایا مگر پھر بہت ہی جلد اس کی تحریک اور اس کے افعال و کردار سے معلوم ہوا کہ یہ بددین آدمی ہے یہ کسی مسلک کا ماننے والا نہیں ہے بلکہ اپنی خواہشات پر عمل کرنے والا ہے، اس لیے اس نے عورتوں سے ملنا جلنا، شراب پینا، چرس پینا جیسے حرام کاموں کو حلال بتایا۔ یہ فرقہ ۱۹۸۰ء میں وجود میں آیا اس کا ابتدائی مرکز شہر "کوٹری "حیدرآباد سندھ خورشید کالونی تھا۔

انجمن سرفروشان اسلام کے عقائد و نظریات:

1. نبی کریم ﷺ جو کچھ مجھے بتاتے ہیں وہی میں (گوہر شاہی) بتاتا ہوں۔
2. قرآن مجید کے چالیس پارے ہیں۔
3. آپ ﷺ کی زیارت کے بغیر امتی نہیں ہوتا۔
4. عورتوں سے مصافحہ و معانقہ کرنا وغیرہ صحیح ہے۔ وغیرہ ذالک

فرقہ الہدیٰ انٹرنیشنل کے عقائد و نظریات:

بانی فرقہ فرحت ہاشمی کا تعارف:

- قضائے عمری سنت سے ثابت نہیں صرف توبہ کر لی جائے قضاء نماز ادا کرنے کی ضرورت

نہیں۔

- تین طلاق کو ایک شمار کرنا۔
- نفل نمازوں صلوۃ التسبیح رمضان میں طاق راتوں خصوصاً ۲۷ویں شب میں اجتماعی عبادت کا اہتمام اور خواتین کے جمع ہونے پر زور دینا۔
- مولوی (عالم) مدارس اور عربی زبان سے دور رہنے کی ترغیب دینا۔
- علماء دین کو مشکل بناتے ہیں لڑتے ہیں عوام کو فقہی بحثوں میں الجھاتے ہیں بلکہ ایک موقع پر تو فرمایا کہ اگر آپ کو کسی مسئلے میں صحیح حدیث نہ ملے تو ضعیف لے لیں لیکن علماء کی بات نہ مانیں۔

مدارس میں گرائمر زبان سکھانے، فقہی نظریات پڑھانے میں بہت وقت ضائع کیا جاتا ہے قوم کو عربی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ لوگوں کو قرآن صرف ترجمہ سے پڑھا دیا جائے۔

- تقلید شرک ہے۔
- ضعیف حدیث پر عمل کرنا تقریبا ایک جرم بنا کر پیش کیا جاتا ہے (کہ جب بخاری شریف میں صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے تو ضعیف احادیث کو کیوں قبول کیا جائے) الا یہ کہ وہ ضعیف حدیث علماء کے مخالف جارہی ہو تو پھر اس سے استدلال کر سکتے ہیں۔
- زکوۃ کے بارہ میں غلط مسائل بتائے جارہے ہیں خواتین کو تملیک کا کچھ علم نہیں۔
- روزانہ سورہ یٰسین پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں
- نوافل میں اصل صرف چاشت اور تہجد کی نماز ہے، اشراق اور اوابین کی کوئی حیثیت نہیں۔
- دین آسان ہے عورت کے لیے بال کٹوانے کی کوئی ممانعت نہیں، امہات المومنین میں سے ایک کے بال کٹے ہوئے تھے۔ معاذاللہ!
- خواتین دین کو پھیلانے کے لیے گھر سے ضرور نکلیں۔

- حدیث میں آیا ہے کہ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو، لہٰذا جس امام کی رائے آسان معلوم ہو وہ لے لیں۔

باب:۲، اسلامیات:

مقامات مقدسہ کی زیارت اور ان کے آداب

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور باقی سب مذاہب ہیں صرف اسلام ہی دین ہے کیونکہ مذہب بعض احکام و شرائع کو کہتے ہیں اور دین مکمل دستور زندگی کو کہا جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسلام کا جب بھی تعارف کروایا ہے دین اسلام کے نام پر کروایا ہے اس میں پیدائش سے مرنے تک کے تمام احوال و حالات میں مکمل رہنمائی ملتی ہے جس طرح دوسرے مذاہب میں بعض مقامات مقدس ہوتے ہیں اسی طرح دین اسلام میں بھی بعض مقامات مقام تقدیس پر فائز ہیں جن کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے مسلمانوں کے ہاں مجموعی طور پر مقدس مقامات چار ہیں مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد۔ پھر ان سب کے احکامات اور آداب ہیں کچھ احکام مشترک ہیں اور کچھ متفرق ہیں۔

مسجد حرام: جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں سب سے افضل اور اعلیٰ خطہ ارض ہے یہ امت مسلمہ کا قبلہ ہے جسکی طرف منہ کر کے پوری دنیا کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں اس کا احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا شریعت میں ممنوع ہے حدیث مبارکہ میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ تَفَلَ تِجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ"

(سنن ابی داود رقم الحدیث ۳۸۲۴)

{جس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی (پیشانی پر) آنکھوں کے درمیان ہو گا۔}

اس لیے قبلہ کا ادب یہ ہے کہ اس کی طرف پاؤں نہ کیے جائیں، کتنے افسوس کی بات ہے آج خود حرم شریف میں۔

بعض نادان لوگ بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہوتے ہیں شیطان نے ان کے دل و دماغ پر ایسا قبضہ کیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی گستاخیوں کو توحید کا نام دے دیا ہے بالکل ایسے ہی جیسے برصغیر پاک و ہند میں بعض لوگ اپنی شرکیہ عادات کو عشق رسول ﷺ کا نام دے لیتے ہیں۔ عرب میں کچھ لوگ اپنی بے ادبی کو توحید کا نام دے لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کی صحیح فہم نصیب فرمائے۔ آمین!

مسجد نبوی اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے آداب: حرم بیت اللہ شریف کے بعد سب کائنات سے افضل ترین جگہ، مقدس سرزمین ہے جہاں آپ ﷺ محو استراحت ہیں علماء اہل السنت والجماعت اور عوام الناس اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ مٹی کے وہ ذرات جو سرکار مدینہ ﷺ کے جسد اطہر کے بوسے لے رہے ہیں وہ کعبہ، عرش و کرسی سے افضل ہیں اس لیے کہ سب مخلوق میں افضل ترین ہستی آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ عرش، کرسی اور کعبہ بھی مخلوق ہیں مگر شان میں آپ ﷺ سے بڑھ کر نہیں ہیں اس لیے جو چیز بھی آپ ﷺ کی طرف منسوب ہو گی یا آپ ﷺ سے ملی ہو گی سب کائنات سے افضل ہو گی۔ جب آدمی حج کو جائے تو آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لیے بھی سفر کرے وہاں جا کر پورے ادب و آداب کا خیال رکھے باوضو مسجد میں اور روضہ اطہر پر حاضر ہو اور اپنی آواز کو پست رکھے بالکل ایسے جیسے آپ ﷺ کی زندگی میں حضرات صحابہ کرامؓ اپنی آوازوں کو پست رکھا کرتے تھے اور کثرت سے درود وسلام پڑھے۔ حرمین شریفین کے آداب اور یہاں پر موجود ہماری اسلامی تاریخ کے تاریخی مقامات کو جاننے کے لیے مناسب ہے کہ عالم اسلام کے عظیم اسکالر حضرت مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل حفظہ اللہ کی کتاب "تاریخ مکہ" اور "تاریخ مدینہ" کا مطالعہ کر لیں جو باتصاویر

سب مقامات بھی بتلا دے گی اور آداب بھی۔

مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد کے آداب: مسجد اقصیٰ جو کہ قبلہ اول رہ چکی ہے اور وہاں پر آپ ﷺ کی اقتداء میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز ادا فرمائی ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے تو اس کی زیارت ضرور کرنی چاہیے لہٰذا جب مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی اور مسجد حرام یا دیگر مساجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائیں تو اپنی آواز کو پست رکھنا چاہیے، دنیاوی باتوں سے اعراض کرنا اور ذکر و اذکار اور تلاوت کتاب اللہ میں منہمک ہو جانا چاہیے۔ مساجد میں شور و شغب کرنا، گندے اور بدبو دار کپڑے پہن کر آنا یا ایسی حالت میں آنا کہ منہ سے سگریٹ، پان یا پیاز و لہسن کی بدبو آ رہی ہو یہ سب باتیں مکروہ ہیں مساجد میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کے لیے آتا ہے اس لیے خوب زیب و زینت اختیار کر کے مساجد میں آنا چاہیے۔

باب:۳، اخلاقیات:

توبہ

توبہ کہتے ہیں رجوع کرنے اور دور سے دوبارہ قریب آنے کو اور شریعت میں اس کی پہچان یہ ہے کہ جب دل میں خدا کی معرفت کا چراغ جگمگاتا ہے تو انسان کو اپنے گناہوں پر ندامت اور پشیمانی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا توبہ کرنا بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اور اصل توبہ وہی ہے جو سچی ندامت سے کی جائے اور پھر اس گناہ کو مستقل چھوڑنے کا عزم ہو اور فوری گناہ والے کام سے نکل جائے تو یہ توبہ اصل ہے باقی جو آج کل ہم

گناہ کرتے بھی جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ توبہ بھی کہتے جاتے ہیں اس توبہ سے تو خود توبہ کرنی چاہیے اور توبہ کرنے سے کوئی انسان بھی مستغنی نہیں ہے نیک ہو یا بد، عالم ہو یا جاہل ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ تو ہو رہا ہو گا یا دل میں برے خیالات آ رہے ہوں گے یا کان غیبت، چغلی بہتان یا گانا بجانا سن رہے ہوں گے، آنکھ بد نظری میں مبتلاء ہو گی لہٰذا ہر حال میں ہر آدمی پر لازم ہے کہ توبہ کرتا رہے خدا سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگتا رہے۔

اور بہت سے امراض جن کو انسان مرض نہیں سمجھتا وہ اس کی آخرت کو برباد کرنے کا زیادہ بڑا ذریعہ ہیں مثلاً حب جاہ اور حب مال یہ وہ موذی امراض ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا دیتے ہیں ان کا علاج کسی ماہر شریعت ولی کامل کی رہنمائی میں ممکن ہے۔

جب طبیب ہی مریض بن جائیں: علماء و صلحاء اس مرض گناہ کے طبیب تھے مگر افسوس کہ آج کچھ رہبر ہی راہزن بن گئے۔ جو خود گمراہ ہیں آج رہنما بن گئے، پیری مریدی کے نام پر خانقاہوں کا کاروبار چمکنے لگا اور اللہ والے بہت کم رہ گئے جو مخلص تھے اور خالصتاً لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ملاتے تھے اور توبہ کا ذریعہ بنتے تھے اور واضح رہے کہ گناہوں کی سزا دست بدست فوراً نہیں ملا کرتی، بلکہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور جس گناہ کی سزا فوری نہ ملے دل میں سے اس کی وقعت کم ہو جاتی ہے اور توبہ کی توفیق چھن جاتی ہے اس لیے انسان کو سوچنا چاہیے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو ٹلنے والی نہیں ہے اور موت کے بعد گناہوں کا حساب دینا ہے اگر توبہ نہ کی اور موت آ گئی تو خدا سے اس حال میں ملاقات ہو گی کہ خدا ہم سے ناراض ہو گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس رب نے دنیا میں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اگر ہو جائے تو اسے توبہ کر کے اسی دنیا میں منا لیا جائے اس دنیا میں ندامت سے بہنے والا ایک آنسو آخرت میں آنکھوں سے خون کی ندیاں بہانے سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا تمام بنی آدم خطاء کار ہیں اور بہترین خطاء کار وہ ہیں جو اللہ سے توبہ کرنے والے ہیں۔

جب بھی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لینی چاہیے اور اگر پھر گناہ ہو جائے پھر توبہ کر لینی چاہیے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ پہلے بھی توبہ کی تھی اگر صد بار بھی توبہ ٹوٹ جائے تو بار بار توبہ کرنی چاہیے۔

باب:۴، عشرہ مبشرہ:

[۱۰] سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نام مبارک عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ

آپؓ کا سلسلہ نسب کلاب بن مرہ پر جا کر آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔

آپؓ طویل قد، باریک جلد، سرخ و سفید رنگت رکھنے والے خوبرو جوان تھے۔

عام الفیل کے دس برس بعد آپؓ کی ولادت ہوئی غزوہ احد تک زندگی بالکل خیر و عافیت کے ساتھ گزاری غزوہ احد والے دن ان کے پاؤں میں لنگ واقع ہو گئی تھی کیونکہ غزوہ احد میں ان کے جسم پر بیس سے زیادہ زخم آئے تھے جن میں سے بعض زخم ان کے پاؤں اور ٹانگوں پر لگے جنہوں نے پاؤں سے معذور کر دیا۔

جس سال آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تھا آپؓ نے اسی سال اسلام قبول فرما لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لاباس بالغنی لمن اتقیٰ اللہ عز وجل" کہ اگر دل میں خوف خدا ہو تو امیر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

آپؓ اس کی زبردست مثال تھے اور امیر ترین صحابی رسول ﷺ تھے جب ان کی وراثت تقسیم کی گئی تو آپؓ کی وہ بیوی جسے مرض الوفات میں طلاق دی تھی اس کو جو حصہ ملا وہ ۸۳ ہزار درہم تھا۔

نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، اور سو گھوڑے ورثہ میں چھوڑے تھے۔ راہ خدا میں بے دریغ خرچ کرتے تھے کہ ایک روز تیس غلام آزاد کیے۔

سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور غزوہ احد میں خصوصیت کے ساتھ ثابت قدم رہے غزوہ تبوک میں آپ ﷺ نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے وصیت فرمائی کہ ایک ہزار گھوڑے، بچاس ہزار دینار، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیے جائیں۔ وفات کے بعد آپؓ کی وصیت پر عمل کیا گیا ۳۱ھ کو ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے جنازہ پڑھایا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!

دینی خدمات و اعزازات:

- آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔
- سابقین اسلام میں سے ہیں۔
- حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی۔
- غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔
- تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔
- آپؓ کے جنازے کو رسول اللہ ﷺ کے ماموں سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کندھا دیا۔

- بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔
- بہت زیادہ سخی تھے اپنے مال و دولت کو اللہ کی راہ میں لٹاتے تھے۔
- رسول اللہ ﷺ کے خصوصی محافظ تھے۔
- یہ ان چھ افراد کی کمیٹی کے سربراہ تھے جن کو خلافت کی ذمہ داری سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے تفویض فرمائی تھی۔

باب:۵، تذکرۃ الاکابر:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۰/ محرم ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۵ء کو پردہ عدم سے ظہور میں آئے آپؒ کی ولادت ضلع بجنور میں ہوئی اس وقت ضلع بجنور کے سرکاری اسکولز کے ڈپٹی انسپکٹر ان کے والد تھے ان کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانی دہلی کالج کے فاضل تھے۔ اور حضرت نانوتویؒ کے دارالعلوم دیوبند بنانے میں معاون رفیق تھے۔

حضرت مولانا علامہ عثمانیؒ حضرت شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ان کے صحیح علمی و سیاسی جانشین تھے۔ ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے اور ۱۳۳۳ھ میں ان کی شادی ہوئی۔ لیکن تادم آخر اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اعلیٰ درجے کے اساتذہ میں سے تھے ساری زندگی فی سبیل اللہ تعلیم و تعلم اور دوسری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

۱۳۳۸ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر حجاز مقدس تشریف لے گئے وہاں عربی میں زبردست تقاریر کیں اور شاہ سعود اور دوسری علماء کرام سے علمی مباحثے ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں تشریف لے گئے اور وہاں تفسیر و حدیث پڑھاتے رہے ۱۳۵۴ھ یعنی ۱۹۳۶ء میں

دارالعلوم دیوبند میں صدر مہتمم کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ وہاں آپؒ سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔ آپؒ کے اجل تلامذہ جنہوں نے اسلامی تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑے ان میں سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید بدر عالم میر ٹھیؒ، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ قابل ذکر ہستیاں ہیں۔ آپؒ کی لکھی ہوئی تفسیر جو تفسیر عثمانی کے نام سے امت مسلمہ سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے اسی کے بارے میں حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ارشاد فرمایا۔ مولانا عثمانیؒ نے تفسیر لکھ کر دنیا اسلام پر احسان کیا ہے۔

حضرت علامہ عثمانیؒ کی خدمات جلیلہ میں جہاں علمی کارنامے ہیں وہاں ان کی سیاسی خدمات بھی تاریخ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک حضرتؒ تحریک خلافت کے روح رواں رہے پھر آپؒ پاکستان مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور تحریک پاکستان میں اتنا سرگرم کردار ادا کیا کہ قائد اعظم محمد علی جناح صاحب مرحوم کے بعد اگر کسی کو آنکھیں بند کر کے آزادی ہند اور پاکستان کے بنانے والا سب سے بڑا لیڈر قرار دیا جاسکتا ہے، تو وہ حضرت علامہ عثمانیؒ ہیں۔ انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کا اس وقت ساتھ دیا جب ہندوستان کے مسلمان ان پر اس قدر اعتماد نہیں کر رہے تھے جتنا اعتماد حصول منزل کے لئے میر کارواں ہونا چاہیے، مگر علامہ عثمانیؒ نے حضرت تھانویؒ کے حکم پر آگے بڑھ کر مسلم لیگ کی حمایت کا علم بلند کیا۔ دشمن کے وساوس دم توڑ گئے، اور جو اہلِ حق کو شبہات تھے، وہ دھل گئے اور وطن عزیز ایک نکھری ہوئی صبح کی طرح نمودار ہوا، اگرچہ اس کے دیئے جلنے میں ۱۴ لاکھ مسلمانوں کا لہو کام آیا۔

قائداعظم محمد علی جناح مرحوم جانتے تھے کہ آج یہ وطن عزیز حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مشرقی پاکستان حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی محنت اور تگ و تاز ہی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے آزادیٔ وطن کا پہلا پرچم لہرانے کے لیے کراچی میں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مشرقی پاکستان ڈھاکہ میں حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کو منتخب کیا، تاکہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ اس کاروانِ آزادی کے اصل ہیروز اور بانی پاکستان کے مخلص رفیق کون لوگ ہیں؟ یہاں تک کہ قائداعظم نے وصیت کی کہ میرا جنازہ بھی حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہی پڑھائیں۔ لہٰذا ان کی وصیت پر عمل ہوا، اور جنازہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھایا۔

وہ لوگ جنہوں نے خوں دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نجانے کتنے ہیں

الغرض اس دور کا غزالی ورازی، ۱۳/ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بارگاہ اجل میں حاضری کے لیے چل دیا اور لاکھوں عقیدت مندوں کو اشک بار چھوڑ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

باب:۶، اذکار مسنونہ:

نماز جنازہ کی دعا اور طریقہ: نماز جنازہ کا مسلمان میت پر پڑھنا میت کا حق ہے نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں، پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جائے گی، دوسری تکبیر کے بعد سرکار دوعالم ﷺ پر درود پڑھا جائے گا اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا پڑھی جائے گی اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔

پہلی تکبیر کے بعد ثناء:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ"
(مسند الفردوس دیلمی)

{اے اللہ ہم تیری تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے، اور تیری مدح بڑی ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔}

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف: یہاں نماز والا درود شریف پڑھا جائے گا۔

تیسری تکبیر کے بعد دعا: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ" (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۴۹۸)

{اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردہ اور حاضر اور غائب اور چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورتیں (سب کو) بخشش دے۔ اے اللہ! ہم سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم سے جسے فوت کرے تو اسے ایمان پر فوت کر، اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محفوظ نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔}

اب ہفتم لوح مرزا: مغلظات مرزا قادیانی: مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے متبعین کی یہ منطق بڑی نرالی ہے کہ جب بھی ان سے کسی علمی پہلو پر گفتگو کی جائے یا اپنی راہ راست پر لانے کیلئے بالمشافہ ملاقات کے لیے بلایا جائے تو فوراً یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں کہ علماء کرام گالیاں دیتے ہیں اس لیے ہم ان کے سامنے بیٹھ کر بات نہیں کرتے حالانکہ گالیوں کے معجون سے تیار کردہ نبی کی بدزبان امت کو یہ گلہ نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے مرزا قادیانی نے ذات باری تعالیٰ سے لیکر انبیاء علیہم السلام، حضرات صحابہ کرام، اہل بیت اور علماء امت، عام مؤمنین مسلمین میں سے کون سی ایسی ہستی ہے جسے اپنی دریدہ دہنی کا نشانہ نہ بنایا ہو جھوٹے دعوے کرنا، اپنی مدح کے خود قصیدے لکھنا، اپنے مخالفین کو بے انتہاء غلیظ گالیاں دینا اسکے علاوہ اور کونسا کام ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے اور امت مسلمہ کبھی بھی مرزا کی امت کی طرح بدزبان نہیں رہی مگر یہاں تو سارا آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے آخری سبق میں بطور نمونہ مرزا کی دشنام طرازیوں کے کچھ نمونے ہدیہ قارئین کرتے ہیں تاکہ جعلی اخلاق اور ظاہرداری کے پردہ میں چھپی ہوئی مرزا کی امت کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو اور امت مسلمہ کا کوئی فرد ان کے منہ میں رام رام دیکھ کر بغل میں چھپی ہوئی چھری سے غافل نہ ہو۔ تو لیجیے یہاں گالی گلوچ کے بارے میں مرزا قادیانی کا اپنا

موقف ملاحظہ کرتے ہیں اور پھر مرزا ہی کو اصول وضوابط کی روشنی میں مرزا کی نبوت کا تجزیہ کریں گے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی پانی ہو جائے۔

ا: کمینوں کا کام: "ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔"

(ست بچن مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۰، ص ۱۳۳، عکسی حوالہ نمبر ۱)

۲: "کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔"

(کشتی نوح مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۹، ص ۱۱، عکسی حوالہ نمبر ۲)

۳: "گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔"

(اربعین مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۱، عکسی حوالہ نمبر ۳)

۴: "خبر دار رہو نفسیات تم پر غالب نہ آوے، ہر ایک سختی کو برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔" (نسیم دعوت مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۹، ص ۳۶۴، عکسی حوالہ نمبر ۴)

۵: "تمہارے فتح مند اور غالب ہونے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابلہ میں تمسخر کی بات کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم مندرجہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۵۴۷، عکسی حوالہ نمبر ۵)

۶: "بدی کا جواب بدی سے مت دو۔ نہ قول سے نہ فعل سے۔"

(نسیم دعوت مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۹، ص ۳۶۵، عکسی حوالہ نمبر ۶)

ابھی آپ نے مرزا کے اصول کے مطابق گالی کی متعلق نقطہ نظر پڑھا کہ گالی دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے آیئے اب مرزا کو اسی کے بنائے ہوئے فریم میں اسکی اپنی تصویر کو دیکھتے ہیں:

گالی نمبر ا: ننگ اسلام مولویوں: "اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو اللہ جل شانہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔"

(آئینہ کمالات اسلام مندرجہ روحانی خزائن ج ۵ ص ۶۰۸، عکسی حوالہ نمبر ۷)

گالی نمبر ۲: نجاست خور: "ہمارے ظالم طبع مخالفوں نے طرح طرح کو افتراؤں سے کام لیا ہے اور اس قدر جھوٹ کی نجاست کھائی ہے کہ نجاست خور جانور اسکا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔" (نزول المسیح مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۸، ص ۳۸۶، عکسی حوالہ نمبر ۸)

گالی نمبر ۳: لعنت ہے تم پر: "اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟......لعنت

ہے تم پر اگر نہ آو......ناپاک ہیں وہ دل جو دل سچے ارادہ سے نہیں آزماتے......اور پلید ہے وہ طبیعتیں...

"(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۱، ص ۳۴۶، عکسی حوالہ نمبر ۹)

گالی نمبر ۴: اے اندھیرے کے کیڑوں: "بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں......اے مردار خوار مولویو! اور گندی روحوں......اے اندھیرے کے کیڑوں......" (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۰)

گالی نمبر ۵: بد اخلاقی اور بد ظنی: "اے زود رنج اور بد اخلاقی اور بد ظنی میں غرق ہونے والو......" (ایام الصلح مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۳۲۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۱)

گالی نمبر ۶: بد ذات خبیث: "پس اے بد ذات خبیث دشمن اللہ رسول کے تو نے یہ یہودیانہ تحریف اس لیے کی یہ عظیم الشان معجزہ پیغمبر ﷺ کا دنیا پر مخفی رہے۔"

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۴، عکسی حوالہ نمبر ۱۲)

گالی نمبر ۷: حیوانات: "افسوس یہ لوگ حیوانات کی طرح ہو گئے۔"

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۳)

گالی نمبر ۸: سرغنہ: "ان میں سے جھوٹ بولنے کا سرغنہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر ہے جو بارہا دروغ گوئی کی رسوائی اٹھا چکا ہے۔"

(نزول المسیح مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۷، عکسی حوالہ نمبر ۱۴)

گالی نمبر ۹: درندہ طبعی فرعونی خصلت: "اس درندہ طبعی سے فرعونی خصلت کا زمانہ مجھے یاد دلا دیا۔" (الہدی مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۵۵، عکسی حوالہ نمبر ۱۵)

گالی نمبر ۱۰: گدھوں کی آواز: "میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم مندرجہ روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۲۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۶)

گالی نمبر ۱۱: مولویوں کا منہ کالا: "مگر خدا تعالی نے ان مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے اس خسوف کسوف میں بھی ایک امر خارق عادت رکھا ہے۔"

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱، عکسی حوالہ نمبر ۱۷)

گالی نمبر ۱۲: کتوں کی طرح جھوٹ: "مگر کیا لوگ قسم کھا لیں گے؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح مردار کھا رہے ہیں۔"

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۹، عکسی حوالہ نمبر ۱۸)

نوٹ: مرزا کی سینکڑوں مغلظات اور حیاء سوز گالیوں میں سے یہ چند نمونے پیش کیے ہیں ورنہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کے مصداق مرزا کی پوری زندگی گالی گلوچ کی گردانیں دہراتے ہوئے ہی گزری ہے۔

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱

روحانی خزائن جلد ۱۰ ۱۴۳ ست بچن

﴿۲۱﴾ بیزار نہ ہو جاتے تو کوئی بھی پنڈت ان کو برا نہ کہتا۔ اب تو باوا صاحب ان پنڈتوں کی نظر میں کچھ بھی نہیں وید کے مکذب جو ہوئے۔

قولہ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ویدوں کو نہ سنا نہ دیکھا۔ کیا کریں جو سننے اور دیکھنے میں آوے تو بدھ مان لوگ جو کہ ہٹی درہ گرہے نہیں دے سب سمپر دای والے بیدمت میں آجاتے ہیں۔ یعنی نانک وغیرہ اس کے سکھوں نے نہ ویدوں کو سنا نہ دیکھا کیا کریں جو سننے یا دیکھنے میں آویں تو جو عقلمند متعصب نہیں وہ فوراً اپنی ٹھگ بدیا چھوڑ کر وید کی ہدایت میں آجاتے ہیں۔

اقول۔ اس تمام تقریر سے پنڈت صاحب کا مطلب صرف اتنا ہے کہ باوا نانک صاحب اور ان کے پیرو ٹھگ ہیں انہوں نے دنیا کے لئے دین کو بیچ دیا۔ مگر ہر چند یہ تو سچ ہے کہ باوا نانک صاحب نے وید کو چھوڑ دیا اور اس کو گمراہ کرنے والا طومار سمجھا لیکن پنڈت صاحب پر لازم تھا کہ یوں ہی باوا صاحب کے گرد نہ ہو جاتے اور ٹھگ اور مکّار ان کا نام نہ رکھتے بلکہ ان کے وہ تمام عقیدے جو گرنتھ میں درج ہیں اور مخالف وید ہیں اپنی کتاب کے کسی صفحہ کے ایک کالم میں لکھ کر دوسرے کالم میں اس کے مقابل پر وید کی تعلیمیں درج کرتے تا عقلمند خود مقابلہ کر کے دیکھ لیتے کہ ان دو تعلیموں سے سچی تعلیم کونسی معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف گالیاں دینے سے کام نہیں نکلتا۔ ہر یک حقیقت مقابلہ کے وقت معلوم ہوتی ہے اور ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔

قولہ۔ نانک جی بڑے دھنا ر اور رئیس بھی نہ تھے۔ پرنتو ان کے چیلوں نے نانک چندودے اور جنم ساکھی وغیرہ میں بڑے سدھ اور بڑے ایشرج والے لکھے ہیں۔ نانک جی برہما دی سے ملے بڑی بات چیت کی سب نے ان کا مان کیا۔ نانک جی کے وواہ میں گھوڑے، رتھ، ہاتھی سونا چاندی موتی پنا ادی رتنوں سے جڑے ہوئے پارادار نتھا لکھا ہے۔ بھلا یہ گپوڑے نہیں تو کیا ہے یعنی نانک جی کہیں کے مالدار اور رئیس نہیں تھے۔ مگر ان کے چیلوں نے پوتھی نانک چندودی اور جنم ساکھی وغیرہ میں بڑے دولتمند اور بھگت کر کے لکھا ہے

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۲

چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اُسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اُس کے کل تعلقات پر اُس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اُس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اُس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے

«۱۱»

رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۳

روحانی خزائن جلد ۱۷ ۔ ۴۷۱ ۔ اربعین نمبر ۴

دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھتے تک میں زندہ رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مرضوں کے انجام کی نظیریں بھی موجود ہیں تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افترا پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسے پر کہتا ہے کہ میری اسّی برس کی عمر ہوگی حالانکہ ڈاکٹری تجارب تو اس کو موت کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہو کر جلد مر جاتے ہیں یا کاربینکل یعنی سرطان سے اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر جس زور سے میں ایسی حالت پُر خطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے۔ جب میں بدن کے اوپر کے حصہ میں ایک بیماری۔ اور بدن کے نیچے کے حصے میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ وہی دو چادریں ہیں جن کی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ﴿۵﴾

میں محض نصیحتاً للّٰہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بد دعائیں کریں

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۴

خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تحریر کا جواب لکھ اور مَیں جواب دینے میں تیرے ساتھ ہوں۔ تب مجھے اس مبشر وحی سے بہت خوشی پہنچی کہ جواب دینے میں مَیں اکیلا نہیں۔ سومَیں اپنے خدا سے قوت پا کر اُٹھا اور اُس کی رُوح کی تائید سے مَیں نے اس رسالہ کو لکھا اور جیسا کہ خدا نے مجھے تائید دی مَیں نے یہی چاہا کہ ان تمام گالیوں کو جو میرے نبی مطاع کو اور مجھے دی گئیں نظر انداز کر کے نرمی سے جواب لکھوں اور پھر یہ کاروبار خدا تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔

مگر قبل اس کے کہ مَیں اس اشتہار کا جواب لکھوں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں کہ جو کچھ اس اشتہار کے لکھنے والوں اور ان کی جماعت نے محض دل دُکھانے اور توہین کی نیت سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اعتراضات کے پیرایہ میں سخت الفاظ لکھے ہیں یا میری نسبت مال خور اور ٹھگ اور کاذب اور نمک حرام کے لفظ کو استعمال میں لائے ہیں اور مجھے لوگوں کا دغا بازی سے مال کھانے والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت کی نسبت سؤر اور کتے اور مُردار خوار اور گدھے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ملیچھ ان کا نام رکھا ہے۔ ان تمام دُکھ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کریں اور مَیں اس جوش اور اشتعال طبع کو خوب جانتا ہوں کہ جو انسان کو اس حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ نہ صرف اس کو گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ اس کے رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور سخت اور غضب پیدا کرنے والے الفاظ سنائے جاتے ہیں لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی اور پہلے کسی سے نہیں ہوئی ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا میں قائم ہوا ضرور دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں سو خبردار رہو نفسانیت تم پر غالب نہ آوے، ہر ایک سختی کی برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تا آسمان پر تمہارے لئے اجر

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۵

طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سُننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدائے تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدائے تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اُس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچکر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ۔ اور پرہیز گاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر یک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا

﴿۸۲۶﴾ ﴿۸۲۷﴾

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۶

روحانی خزائن جلد ۱۹   ۳۱۵   نسیم دعوت

لکھا جاوے۔ تمہیں چاہئے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت بجز تحقیق کے الفاظ استعمال نہ کرو تا وہ بھی خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیاں نہ دیں کیونکہ ان کو معرفت نہیں دی گئی اس لئے وہ نہیں جانتے کہ کس کو گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم رُوح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہئے کہ سنجیدہ بات اور دوباش ہوں کہ تمہارے کلام پر کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے۔ وہ ناپاک ہے۔ اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے منہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دُور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضائع کرنا ہے بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو۔ نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے اور چاہئے کہ دردمند دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے کیونکہ مُردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے۔ سو تم اگر پاک تخم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات

سبق نمبر ۱۰۱، عکسی حوالہ نمبر ۷

من قال لا اله الا الله خالصًا من قلبه او نفسه اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کیلئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کیلئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو تم اللہ جلّ شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مواخذہ تم کو معاف ہے حق بات کو سن کر اور اللہ اور رسول کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بددیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کیلئے۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کیلئے اور اپنے شبہات دور کرنے کیلئے اور اپنے دینی بھائی اور عزیزوں کو ملنے کیلئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے بلکہ زیارت صالحین کیلئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کیلئے کبھی تو گیا تھا۔ تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرہ نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کیلئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی۔ ایسا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل کے دریافت کرنے کیلئے اپنی فرصت کے وقتوں میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پا کر حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے۔ قال ان وفد عبد القیس اتوا النبی صلی الله علیه وسلم قالوا انا نأتیک من شقة بعیدة و لا نستطیع ان نأتیک الّا فی شهر حرام۔ یعنے ایک گروہ قبیلہ عبدالقیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہو سکتے اور ان کے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا اور قبول کیا پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کیلئے کسی اپنے مقتدا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہو سکیں اور یہی صورت ۲۷ دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بہ سہولت ان دنوں میں آ سکتے ہیں۔

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۸

روحانی خزائن جلد ۱۸ ۳۸۶ نزول المسیح

﴿۸﴾ کر دے گا۔ یہ بات ہر ایک راستباز کے نزدیک مسلّم ہے کہ دو گروہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ضرور لعنتی زندگی رکھتے ہیں۔ (۱) اوّل وہ شخص اور اُس کی جماعت جو خدا تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں اور جھوٹ اور دجّالی طریق سے دنیا میں فساد اور پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ (۲) دُوسرے وہ گروہ جو ایک سچے منجانب اللہ کی تکذیب اور تحقیر کرتے ہیں۔ اس کا زمانہ پاتے ہیں اُس کے نشان دیکھتے ہیں اور اُس کی حجت کو اپنے پر سے اُٹھا نہیں سکتے مگر پھر بھی اُس کو ایذا دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اُس کو نابود کر دیں۔ اب اس بات کا خدا سے بڑھ کر کس کو علم ہے کہ یہ دو گروہ جو اس وقت موجود ہیں یعنی مَیں اور میرے وہ مخالف جو مجھے گالیاں دیتے اور ہر ایک طور سے دُکھ پہنچاتے ہیں اور میری موت چاہتے ہیں۔ اِن دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ کون ہے جس کی لعنتی زندگی ہے اور وہ گروہ کون ہے جس کو بہت برکتیں دی جائیں گی۔ اِس راز کو بجز خدا کوئی نجومی نہیں جانتا نہ رمّال اور نہ کوئی قیافہ سے کام لینے والا۔ یہ راز میرے خدائے قادر کا ایک سربستہ راز ہے۔ اسی راز کے انکشاف پر سب فیصلے ہو جائیں گے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ پر اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو کیا خدا اس کو چھوڑ دے گا نہیں بلکہ وہ دن نزدیک ہیں جو خدا اپنے زبردست حملوں سے اُس کی سچائی ثابت کر دے گا۔ جہنم کے عذابوں میں سے کوئی عذاب حسرت جیسا نہیں۔ وہ حسرت جو سچے کے ردّ کرنے میں ہوتی ہے اور وقت گذر جاتا ہے۔ لیکن اب جس امر کے لکھنے کے لئے ہم نے ارادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا رسالہ دافع البلاء جو طاعون کے بارے میں شائع ہوا تھا اس کے مقابل پر ہمارے ظالم طبع مخالفوں نے طرح طرح کے افتراؤں سے کام لیا ہے اور اس قدر جھوٹ کی نجاست کھائی ہے کہ کوئی نجاست خور جانور اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا ہمیں تعجب ہے کہ کہاں تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۹

روحانی خزائن جلد ۱۱ ۳۴۶ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم

﴿۴۲﴾ کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانوں! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذت؟!!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے۔ اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اِس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا۔ آج وہ

ایک مسلمان

کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشت خاک۔ کیا یہ مردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرہ آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ۔ اور اس سڑے گلے مردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گذریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے۔ اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۰

روحانی خزائن جلد ۱۱ ۳۰۵ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم

مباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں ﴿۲۱﴾

واقعی ذلت نہ پہنچی یا ہمیں کوئی واقعی عزت حاصل نہ ہوئی جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ ماسوا اس کے وہ مباہلہ درحقیقت میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ میرا اس میں یہ مدعا تھا کہ عبدالحق پر بددعا کروں اور نہ میں نے بعد مباہلہ کبھی اس بات کی طرف توجہ کی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بددعا نہیں کی۔ اور اپنے دل کے جوش کو ہرگز اس طرف توجہ نہیں دیا۔ لیکن اب نااہل مولویوں کا ظلم انتہا سے گزر گیا۔ اس لئے اب میں آسمانی فیصلہ کے لئے خود ہر ایک مکفر سے مباہلہ کی درخواست کرتا ہوں۔ اور اس لئے کہ بعد میں شبہات پیدا نہ ہوں۔ میں نے یہ لازمی شرط ٹھہرا دی ہے کہ جو لوگ مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں کم سے کم دس آدمی ان میں سے مباہلہ کی درخواست کریں تا خدا کی مدد صفائی سے ثابت ہو اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہے اور تا کوئی بعد میں یہ نہ کہے کہ مقابل پر صرف ایک آدمی تھا سو اتفاقاً اس پر کوئی مصیبت آ گئی۔ بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں سچائی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ گزشتہ مباہلہ میں عبدالحق کو فتح ہوئی۔ کیونکہ آتھم کے متعلق جو پیشگوئی کی تھی اس میں آتھم نہیں مرا۔ مگر یہ دل کے مجذوم اور اسلام کے دشمن یہ نہیں سمجھتے کہ کب اور کس وقت یہ الہام ظاہر کیا گیا تھا کہ آتھم ضرور میعاد کے اندر مرے گا اور کس اشتہار یا کتاب میں ہم نے لکھا تھا کہ اس عرصہ میں بغیر کسی شرط کے آتھم کی نسبت موت کا حکم ہے دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسانی جوش کے لئے حق اور دیانت کی گواہی کو چھپاتے ہیں۔ اے مردار خوار مولویو۔ اور گندی روحو۔ تم پر افسوس کہ تم نے میری عداوت کے لئے اسلام کی سچی گواہی کو چھپایا۔ اے اندھیرے کے کیڑو۔ تم سچائی کی تیز شعاعوں کو کیونکر چھپا سکتے ہو کیا ضرور نہ تھا کہ خدا اس پیشگوئی میں اپنی شرط کا لحاظ رکھتا۔ اے ایمان اور انصاف سے دور بھاگنے والو سچ کہو کہ کیا اس پیشگوئی میں کوئی ایسی شرط نہ تھی جس پر قدم مارنا آتھم کا اس کی موت میں تاخیر ڈال سکتا تھا۔ سو تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی۔

آنکھ کھول کر دیکھو کہ یہ پیشگوئی اپنی تمام چمکوں کے ساتھ پوری ہو گئی۔ اب اس پیشگوئی کو ایک پیشگوئی نہ سمجھو بلکہ یہ دو پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر ظہور میں آ گئیں۔

(۱) اول وہ پیشگوئی جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں درج ہے۔ جس نے آج سے پندرہ برس

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۱

روحانی خزائن جلد ۱۴ — ۳۲۰ — ایام الصلح

﴿۸۴﴾

ہمارے مقابل پر تقویٰ کو ضائع کیا اور راستی سے دشمنی کی وہ نہایت خطرناک حالت میں ہیں اور اگر وہ اس بدسیرت میں آور بھی ترقی کریں اور رفتہ رفتہ کھلے کھلے طور پر قرآن شریف سے مُنہ پھیر لیں تو ان سے کیا تعجب ہے!!

حالات موجودہ سخت خوف میں ڈالتے ہیں کیونکہ وہ زیرکی جو زمانہ کے مناسب حال ان لوگوں میں پیدا ہونی چاہیے تھی وہ ان کو چھو بھی نہیں گئی۔ آج تک یہ لوگ اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ ان موٹے اور خائنانہ اعتراضات کا جواب دے سکیں جو پادریوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ حالانکہ پادریوں کے اعتراض ایسے بیہودہ ہیں کہ گو بظاہر کیسے ہی ملمع کر کے دکھلائے جائیں لیکن اگر پردہ اُٹھا کر دیکھو تو بالکل کمزور اور ہنسی کے لائق ہیں۔ یہ لوگ یعنی عیسائی علوم عربیہ اور ہماری کتب دینیہ سے سخت غافل سخت بے خبر اور قابلِ شرم باتیں پیش کرتے ہیں تاہم ان مولویوں کی حالت پر افسوس جو ہمیں تو کافر اور کاذب قرار دیں لیکن جو واقعی طور پر اُن کو خدمتِ دینی کرنی چاہیے تھی نہ وہ خدمت کرتے ہیں اور نہ اس لائق ہیں کہ کر سکیں۔ افسوس! انہیں سوچتے کہ ایسے دعویٰ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے رُو سے ایک دن ضرور ہی واقع ہونے والا تھا اس قدر تکذیب کا زور دینا پرہیزگاری کی شان سے بہت ہی بعید تھا۔ پھر جس حالت میں وہ دعویٰ مجرد دعویٰ ہی نہ تھا اس کے ساتھ قرآن اور حدیث کی شہادتیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شہادتیں تھیں۔ اس کے ساتھ آسمانی نشان تھے اس کے ساتھ صدی کا سر بھی تھا اس کے ساتھ علامات قرار دادہ کا وقوع تھا تو یہ شتاب کاریاں کب مناسب تھیں! اے زود رنج اور بداخلاقی اور بدظنی میں غرق ہونے والو! وہ پیشگوئی جو بڑے شدّ و مدّ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور خود اس کا وقت بھی مقرر فرما دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ اس شخص کو قبول کرو تو کیا ایسا دعویٰ جو رسول کریم کی پیشگوئی کی بنا پر اور عین وقت پر تھا جس میں اس پیشگوئی کی تصدیق تھی ایسی چیز تھی کہ ایک معمولی نظر سے اس کو دیکھا جائے اور اس سے بے پروائی ظاہر کی جائے۔ یہ بات تو کوئی نئی نہ تھی کہ آنے والا خواہ

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۲

﴿۵۰﴾

ہندو مسلمان عیسائی جانتے ہیں اور اخباروں اور جنتریوں میں مندرج ہے کہ وہ اس طرح پر واقعہ ہوا کہ چاند گرہن تیرہ ۱۳ رمضان کو ہوا اور سورج گرہن اٹھائیس رمضان کو۔ جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ نور الحق میں اسی وقت چھاپ دیا تھا۔ مگر تم نے حق کو چھپانے کیلئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا کہ اپنے اس اشتہار میں جس کا عنوان صیانۃ الاناس عن شر الوسواس الخناس ہے چاند گرہن کی تاریخ بجائے تیرہ ۱۳ رمضان کے چودہ ۱۴ رمضان لکھ دی اور سورج گرہن کی تاریخ بجائے اٹھائیس ۲۸ رمضان کے انتیس ۲۹ رمضان لکھ دی۔ پس اے بد ذات خبیث دشمن اللہ رسول کے تو نے یہ یہودیانہ تحریف اسی لئے کی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا پر مخفی رہے۔ جابر اور عمرو بن شمر کا جھوٹ تو ہرگز ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ سچ ثابت ہوا۔ مگر تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا۔ جابر اور عمرو کا سچا ہونا کسوف خسوف سے ثابت ہو گیا۔ اور رؤیت نے روایت کے ضعف کو دور کر دیا۔ اب جو شخص ان بزرگوں کو جھوٹا کہے جن کے طفیل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ دنیا پر کھلا وہ بد ذات خود جھوٹا اور بے ایمان ہے۔

اور پھر یہ ایک وسوسہ عبدالحق غزنوی نے پیش کیا ہے کہ خسوف کسوف کے بارے میں جو اقوال ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے بعد مہدی کا ظہور ہو مگر میرزا قادیانی کے دعویٰ اور خروج کا یہ چوتھا سال ہے۔'' لیکن یاد رہے کہ یہ بھی اس نابکار کی تزویر اور تلبیس ہے۔ پیشگوئی کے صاف لفظ یہ ہیں کہ ان لمھدینا آیتین یعنی ہمارے مہدی کے مصدق موید دو نشان ہیں۔ پس یہ لام جو انتفاع کے لئے آیا ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ خسوف کسوف سے پہلے مہدی کا ظہور ضروری ہے اور نشان کسوف خسوف اس کے خروج کے بعد ہوا ہے اور اس کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا گیا ہے اور نشانوں کے ظاہر کرنے کے لئے سنت اللہ بھی یہی ہے کہ وہ سچے مدعی کے دعویٰ کی تصدیق کے لئے ہوتے ہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں ہوتے ہیں جبکہ اس مدعی کی تکذیب سرگرمی سے کی جائے۔ اور جو قبل از وقت بعض علامات ظاہر ہوتی ہیں ان کا نام نشان نہیں بلکہ ان کا نام ارہاص ہے۔ آیت جس کا ترجمہ نشان ہے اصل میں ایواء سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں پناہ دینا۔ سو آیت کے لفظ کا عین محل وہ ہے جب ایک مامور من اللہ کی تکذیب کی جائے اس کو جھوٹا ٹھہرایا جائے۔ تب اس وقت اس بیکس کو خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں لانے کیلئے جو کچھ خارق عادت امر ظاہر کرتا ہے اس امر کا نام آیت یعنی نشان ہے۔ اس تحقیقات سے ثابت ہے کہ نشان کے لئے ضروری ہے کہ تکذیب کے بعد ظاہر ہو گویا اس کے سچے ہونے پر ایک نشانی لگا دی گئی۔ لیکن یہ نشانی اس وقت نفع دے گی کہ جب تکذیب کے وقت ظاہر ہو اور قبل وجود مدعی جو کچھ ظاہر ہو وہ امر مشتبہ ہوتا ہے۔ اور ہر یک اس کو اپنی طرف نسبت کر سکتا ہے۔ اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ اُس کا مصداق فلاں شخص ہے دوسرا نہیں۔ لیکن اگر نشان کے وقت میں دو مدعی ہوں

سبق نمبر۱۰، عکسی حوالہ نمبر۱۴۳

افسوس کہ سادہ لوح حجرہ نشین مولویوں کی نظر محدود ہے ان کو معلوم نہیں کہ پہلی کتابوں میں اسی ساعت کا وعدہ تھا جو طیطوس کے وقت یہودیوں پر وارد ہوئی اور قرآن شریف صاف کہتا ہے کہ عیسیٰ کی زبان پر اُن پر لعنت پڑی اور عذاب عظیم کے واقعہ کو **ساعة** کے لفظ سے بیان کرنا نہ صرف قرآن شریف کا محاورہ ہے بلکہ یہی محاورہ پہلی آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور بکثرت پایا جاتا ہے۔ پس نہ معلوم ان سادہ لوح مولویوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ **ساعة** کا لفظ ہمیشہ قیامت پر ہی بولا جاتا ہے۔ افسوس یہ لوگ حیوانات کی طرح ہو گئے۔ قدم قدم پر اپنی غلطیوں سے ذلت اُٹھاتے ہیں پھر غلطیوں کو نہیں چھوڑتے کیا غلطیوں کی کوئی حد بھی ہے۔ قرآن کے منشا کو ہرگز یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ آسمان پر تو حضرت عیسیٰ کو مع جسم چڑھا دیا مگر جو الزام یہودیوں کا تھا اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔ خدا جو فرماتا ہے کہ یہود کہتے تھے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ [1] اور جواب دیتا ہے کہ نہیں بلکہ ہم نے اُس کو اُٹھا لیا یہ کس بات کا رد ہے کیا صرف قتل کا۔

سو سنو کہ یہودیوں کا بار بار یہ شور مچانا کہ ہم نے عیسیٰ کو صلیب کے ذریعہ سے مار دیا۔ اُن کا اِس سے یہ مطلب تھا کہ وہ ملعون ہے اور اُس کی رُوح موسیٰ اور آدم کی طرح خدا کی طرف نہیں اُٹھائی گئی۔ پس خدا کا جواب یہ چاہیے تھا کہ نہیں درحقیقت اُس کی رُوح کا رفع ہوا۔ جسم کا آسمان پر اُٹھانا یا نہ اُٹھانا متنازعہ فیہ امر نہ تھا۔ پس نعوذ باللہ خدا کی یہ خوب سمجھ ہے کہ انکار تو رُوح کے رفع سے ہے جو خدا کی طرف ہوتا ہے۔ مگر خدا اِس اعتراض کا یہ جواب دیتا ہے کہ مَیں نے عیسیٰ کو زندہ بجسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھا دیا۔ خوب جواب ہے اور ابھی مرنا اور قبض رُوح ہونا باقی ہے۔ خدا جانے بعد اس کے رفع رُوحانی ہو یا نہ ہو۔ جو اصل جھگڑے کی بات ہے۔

ایسا ہی یہ لوگ عقل کے پورے میری بعض پیشگوئیوں کا جھوٹا نکلنا اپنے ہی دل سے فرض کر کے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جب بعض پیشگوئیاں جھوٹی ہیں یا اجتہادی غلطی ہے تو پھر مسیحیت کے دعویٰ کا کیا اعتبار شاید وہ بھی غلط ہو۔ اِس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مُد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم اُن کو

[1] النساء : ۱۵۸

﴿۴۳﴾

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۴۱

نہیں سُنتے اور سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے۔ اُن میں سے جھوٹ بولنے کا سرغنہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر ہے جو بارہا دروغگوئی کی رسوائی اُٹھا چکا ہے اور پھر باز نہیں آتا۔ وہ میری نسبت آپ ہی اقرار کرتا ہے کہ انہوں نے قادیان کے بارے میں صرف اِس قدر الہام شائع کیا ہے کہ اس میں تباہی ڈالنے والی طاعون نہیں آئے گی ہاں اگر کچھ کیس ہو جائیں جو موجب افراتفری نہ ہوں تو یہ ہو سکتا ہے اور پھر اپنے دوسرے پرچوں میں فریاد پر فریاد کر رہا ہے کہ قادیان میں طاعون آ گئی۔ اگر اس کی فطرت کو ایمانداری اور انصاف اور شرم میں سے کچھ حصہ ہوتا تو اس فضول بحث کا نام ہی نہ لیتا۔ کیونکہ اگر قادیان میں بباعث عام بخار کے جو موسمی تھا دو تین آدمی مر بھی گئے تو کس ڈاکٹر نے تصدیق کی تھی کہ وہ طاعون ہے۔ کیا قادیان کے احمق اور جاہل اور کمینہ طبع بعض آریہ یا اور کوئی اُن کا ہم مادہ جو حق اور سچائی سے دلی کینہ رکھتے ہیں اور اُن کی کھوپری میں یہ عقل ہی نہیں جو طاعون کس کو کہتے ہیں اُن کی شرارت آمیز کسی تحریر سے یہ ثابت ہو گیا جو قادیان میں طاعون پھوٹ پڑی اُن کے ایمان اور دیانت پر خود طاعون کا پھوڑا نکلا ہوا ہے جس سے جان بری مشکل ہے۔ ماسوا اس کے اگر اڈیٹر پیسہ اخبار کو دیانت اور سچائی سے کچھ غرض ہوتی تو اس کو ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ کس طرح اشتہار یا رسالہ میں ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گی اور کبھی ایک کیس بھی نہ ہو گا بلکہ رسالہ دافع البلاء جو پانچ ہزار شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں بتصریح تمام یہ عبارتیں لکھی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام **طاعون جارف** ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے (اور کم سے کم آبادی کا ایک عشر لیتی ہے ورنہ نصف تک یا تین حصے پانچ حصوں میں سے کھا جاتی ہے) پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہو گی۔ اسی کی تشریح دُوسرا الہام کرتا ہے **لولا الاکرام لھلک المقام** یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اِس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۵

﴿۱۰۰﴾ بلسانكم وقد هبّت عليه صراصر غُظمٰى؟ واليوم لستم إلا كعجميّ
فریفتہ ہو حال آنکہ اس پر تو بڑی بڑی آندھیاں چل چکی ہیں اور آج تم
فلا تفخروا بما مضٰى. وبُدّلت ألسنكم كل التبديل فاني التناوش من
عجمیوں سے بڑھ کر نہیں۔ سو گذشتہ پر فخر نہ کرو۔ اور تمہاری بولیاں تو بالکل بدل
مكان أقصٰى؟ أتنسون محاوراتكم أو تخدعون الحمقٰى؟ وإن رسول
گئیں۔اب تم اتنی دور سے کہاں ایک چیز کو پکڑ سکتے ہو۔کیا تمہیں اپنی
اللّٰه وسيد الورى. ما سمّٰى أرضكم هذه ارض العرب فلا تفتروا
بول چال یاد نہیں یا احمقوں کو دھوکا دیتے ہو۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
على اللّٰه ورسوله وقد خاب من افترىٰ. فدعني أيها الفخور من هذا
تمہارے ملک کو عرب میں شامل نہیں فرمایا۔ پھر خدا اور رسول پر افترا نہ کرو اور
وامض على وجهك والسلام على من اتّبع الهدى.
مفتری ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔سوائے شیخی باز مجھے تجھ سے کیا کام چل اپنی راہ لے۔
وكنتُ رجوتُ أن أجد عندك نصرتي. فقمتَ لتندّد بهواني
مجھے تو تجھ سے نصرت کی امید تھی تو الٹا میرے ہی خوار کرنے کو اٹھ کھڑا
وذلتي. وتوقعتُ أن يصلني منك تكبير التصديق والتقديس
ہوا۔ اور مجھے تیری طرف سے تکبیر تصدیق اور تقدیس سننے کی توقع تھی تو نے مجھے
فأسمعتني أصوات النواقيس. وظننتُ أن أرضك للتحصّن
ناقوسوں کی آوازیں سنادیں اور میں نے تیری زمین کو پناہ کے لئے بہت
أحسن المراكز. فجرّحتني كالالكز والواكز. وذكّرتني
عمدہ جگہ سمجھا تھا مگر تو نے مجھے مشت زن یا لکد زن کی طرح زخمی کر دیا اور
بالنوش والنّهش والسبعية. نبذًا من أيام الخصائل الفرعونية. و
تو نے اس درندہ طبعی سے فرعونی خصلتوں کا زمانہ مجھے یاد دِلا دیا۔اور

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۶

﴿۱۵۲﴾

وَ اِن کنت اُزمعتَ النِّضال تھوّرًا	فنأتی کما یأتی لصید غضنفرُ
اور اگر تُو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے	تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے
لنا اُثرۃ فِی اللّٰہ مَوزٌ مُعبّد	اذا ما اُمرنا منہ لا نتاخّرُ
اور ہمارے لئے ناخوشحالی خدا کی راہ میں ایک مستعمل راہ ہے	جب ہم کو حکم ہو جائے تو ہم تاخیر نہیں کرتے
انترک قول اللّٰہ خوفًا من الوریٰ	انخشی لئام الحیّ جبنًا و نحذرُ
کیا لوگوں کے خوف سے خدا کے قول کو ہم ترک کر دیں	کیا ہم بزدل ہو کر لئیم لوگوں کے قبیلہ سے ڈریں
یری اللّٰہ بادیھم و تحت ادیمھم	ولو من عیون الخلق یُخفٰی و یُستر
خدا ان کے باہر اور اندر کو خوب جانتا ہے	اگرچہ لوگوں کی آنکھوں سے وہ حالات پوشیدہ کیے جائیں
فلا تذھبن عیناک نحو عمائم	و ما تحتھا الّا رءوس تُزوّرُ
پس نہ ہوکہ تُو ان کی پگڑیوں کو دیکھے	اُن کے نیچے ایسے سر ہیں جو فریب کر رہے ہیں
اُتطلب دنیا ھم و تبلی ریاضھا	و تنسی ریاضًا لیس فیھا تغیّرُ
کیا تُو ان کی دنیا کو چاہتا ہے اور وہ باغ خراب و خستہ ہو جائیں گے	کیا تُو اُن باغوں کو فراموش کرتا ہے، جن میں تغیر نہیں آئے گا
و انت تظنّ بی الظنون تغیّظًا	وَ اِنّی بریءٌ من امورٍ تصوّرُ
اور تُو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں میرے پر کرتا ہے	اور مَیں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں
نزلتُ بحرّ الدار دار مھیمن	و تاللّٰہ انک لا ترانی و تھذرُ
مَیں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں	اور بخدا تُو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے
اَنا اللیث لا اُخشی الحمیر و صوتھم	و کیف و ھم صیدی و للصید اَزءرُ
مَیں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا	اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کے لئے مَیں نعرے مارتا ہوں
اُتذعرنی بالفانیات جھالۃ	و اِنّ اذی الدنیا یمرّ و یَطمرُ
کیا تُو مجھے فانی چیزوں سے ڈراتا ہے یہ تو جہالت ہے	اور بہ تحقیق دنیا کا دُکھ گذر جاتا ہے اور ناپدید ہو جاتا ہے

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۷

ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ۳۳۲ روحانی خزائن جلد ۱۱

﴿۴۸﴾ نشان کو اس کے لئے خاص کر دیا جائے۔ سو پیشگوئی کا بھی مفہوم یہی ہے کہ یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا خواہ صادق ہو یا کاذب۔ صرف مہدی موعود کو دیا گیا ہے۔ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کا خسوف کسوف کسی اور مدعی کے زمانہ میں پیش کر سکتے ہیں تو پیش کریں۔ اس سے بیشک میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔ ورنہ میری عداوت کے لئے اس قدر عظیم الشان معجزہ سے انکار نہ کریں۔

اے اسلام کے عار مولویو! ذرہ آنکھیں کھولو۔ اور دیکھو کہ کس قدر تم نے غلطی کی ہے۔ جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں کسوف خسوف کو بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس نسبت کو بے نظیر ٹھہرایا گیا ہے جو مہدی کے ساتھ اس کو واقع ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اس طور کا خسوف کسوف جو اپنی تاریخوں اور مہینہ کے لحاظ سے مہدی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ تعلق اس کا پہلے اس سے بھی کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ہوا۔ اور تفسیر اس قول کی اس طرح پر ہے کہ ان لمھدینا آیتین لم تکونا لاحد منذ خلق السمٰوات والارض ۔ پس اس جگہ غرض تو یہ ہے کہ یہ دو نشان اس خصوصیت کے ساتھ مہدی کو دیئے گئے ہیں پہلے اس سے کسی کو نہیں دئے گئے اور لم تکونا کا لفظ آیتین کی تشریح کرتا ہے کہ وہ مہدی کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں۔ خسوف کسوف کی کوئی نرالی حالت بیان کرنا منظور نہیں بلکہ اس عبارت میں دونوں نشانوں کی مہدی کے ساتھ تخصیص منظور ہے۔ نہ یہ کہ خسوف کسوف کی کوئی نرالی حالت بیان کی جائے۔ اور اگر نرالی حالت بیان کرنا منظور ہوتا تو عبارت یوں چاہیئے تھی کہ ینکسف القمر والشمس علی نہج ما انکسفا منذ خلق السمٰوات والارض یعنی ایسے طور سے چاند اور سورج کا گرہن ہوگا کہ پہلے اس سے جب سے آسمان و زمین پیدا کیا گیا ہے ایسا خسوف کسوف کبھی نہیں ہوا۔ اب میں نے خوب تشریح کر کے اصل معنوں کو ننگا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے گا تو وہ پاگل کہلائے گا۔

اور اگر چہ پیشگوئی کے لفظوں سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ خسوف کسوف کوئی نرالے طور پر ہوگا مگر خدا تعالیٰ نے ان مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے اس خسوف کسوف میں بھی ایک امر خارق عادت رکھا ہے۔ چنانچہ مارچ ۱۸۹۴ء پایونیر اور سول ملٹری گزٹ

Published-in 2008

سبق نمبر ۱۰، عکسی حوالہ نمبر ۱۸

﴿۲۵﴾

بالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں میرے مقابل میں سات آیت قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک

ان تمام واقعات سے اطلاع پاوے تا اس کی بے خبری اس کی شفیع نہ ہو۔ پھر بعد اس کے قسم کھاوے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور جھوٹی ہے۔ پھر اگر وہ ایک سال تک اس قسم کے وبال سے تباہ نہ ہو جائے اور کوئی فوق العادت مصیبت اس پر نہ پڑے تو دیکھو کہ میں سب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس صورت میں میں اقرار کروں گا کہ ہاں میں جھوٹا ہوں۔ اگر عبدالحق اس بات پر اصرار کرتا ہے تو وہی قسم کھاوے اور اگر محمد حسین بٹالوی اس خیال پر زور دے رہا ہے تو وہی میدان میں آوے۔ اور اگر مولوی احمد اللہ امرتسری یا ثناء اللہ امرتسری ایسا ہی سمجھ رہا ہے تو انہیں پر فرض ہے کہ قسم کھانے سے اپنا تقویٰ دکھلاویں اور یقیناً یاد رکھو کہ اگر ان میں سے کسی نے قسم کھائی کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور عیسائیوں کی فتح ہوئی تو خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ روسیاہ کرے گا۔ اور لعنت کی موت سے اس کو ہلاک کرے گا کیونکہ اس نے سچائی کو چھپانا چاہا جو دین اسلام کے لئے خدا کے حکم اور ارادہ سے زمین پر ظاہر ہوئی۔

مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگرچہ عبدالحق کے مباہلہ میں اس طرف سے کسی بددعا کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔ مگر جو صادق کے سامنے مباہلہ کے لئے آیا ہو۔ کسی قدر تو بعد مباہلہ ایسے امور کا پایا جانا چاہئے جن پر غور کرنے سے اس کی ذلت اور نامرادی پائی جائے اور اپنی عزت دکھلائی دے۔

سو جاننا چاہئے کہ وہ امور بہ تفصیل ذیل ہیں جو بحکم وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ [1] ہماری عزت کے موجب ہوئے۔ **اوّل**۔ آتھم کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ اپنے واقعی معنوں کے رو سے پوری ہو گئی۔ اور اس دن سے وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو پندرہ برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں لکھی گئی تھی۔ آتھم اصل منشاء الہام کے مطابق مر گیا اور تمام مخالفوں کا منہ کالا ہوا۔ اور ان کی تمام جھوٹی خوشیاں خاک میں مل گئیں۔ اس پیشگوئی کے واقعات پر اطلاع پاکر صدہا دلوں کا کفر ٹوٹا اور ہزاروں خط اس کی تصدیق کے لئے پہنچے۔ اور مخالفوں اور مکذبوں پر وہ لعنت پڑی جو اب دم نہیں مار سکتے۔ **دوسرا** وہ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا وہ ان عربی رسالوں کا مجموعہ ہے جو مخالف مولویوں اور پادریوں کے ذلیل کرنے کے لئے لکھا

[1] القصص: ۸۴